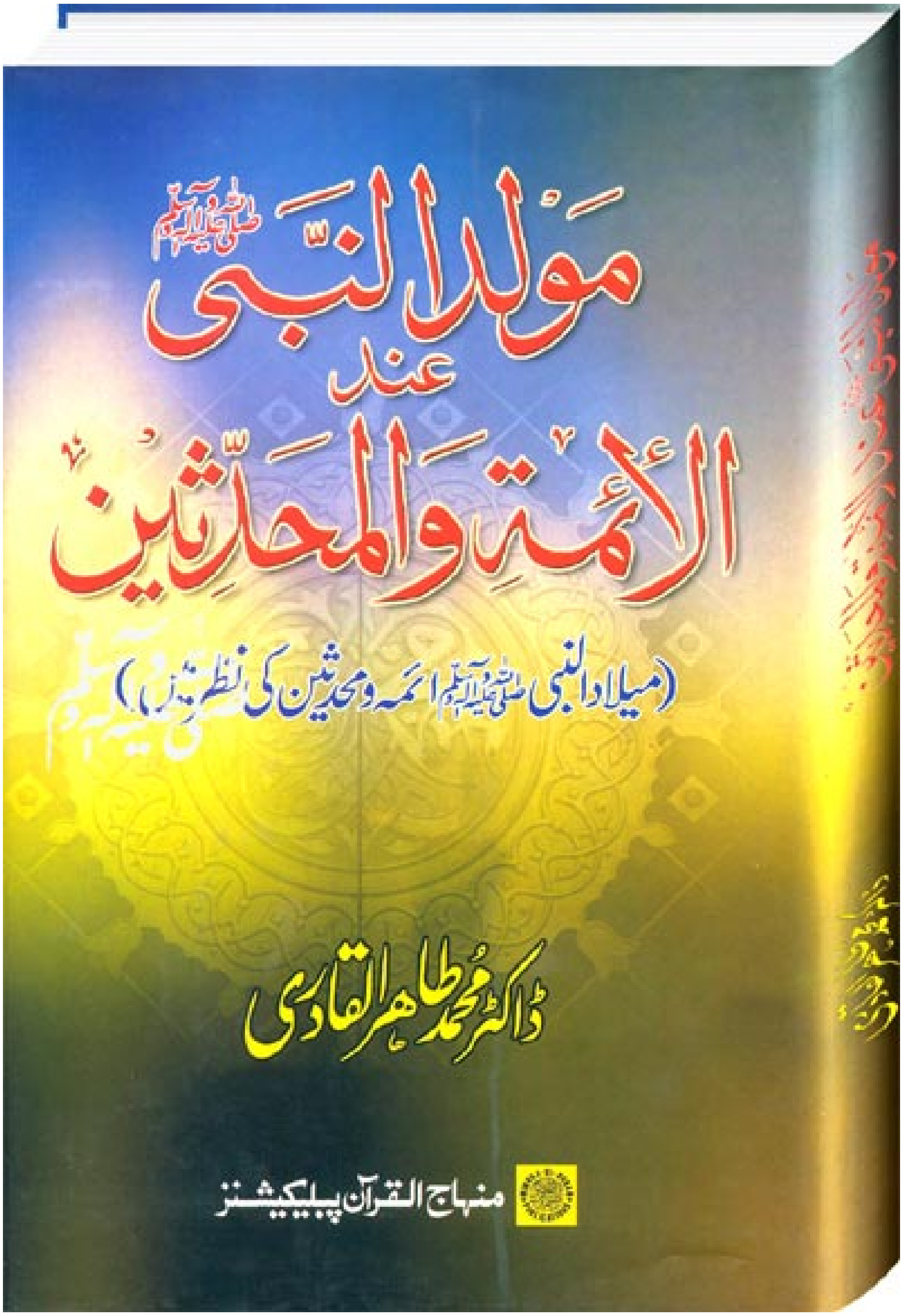

مولد النبی ﷺ
عند
الأئمة والمحدثين
(میلاد النبی ﷺ ائمہ و محدثین کی نظر میں)
ڈاکٹر محمد طاہر القادری
منہاج القرآن پبلیکیشنز

مولد النبی ﷺ عند الأئمۃ والمحدثین

(میلاد النبی ﷺ ائمہ و محدثین کی نظر میں)

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

جملہ حقوق بحق تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مولد النبی ﷺ عند الأئمة و المحدثین
تصنیف	:	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	محمد علی قادری منہاجین
معاونین	:	حافظ فرحان ثنائی، محمد نعیم اشرف بغدادی (منہاجینز)
ترجمہ	:	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
نظر ثانی	:	ضیاء نیر
کمپوزنگ	:	محمد یامین، ایم نواز قادری (منہاجینز)
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملتؒ ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ www.Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
نگرانِ طباعت	:	محمد جاوید کھٹانہ (منہاجینز)
اِشاعتِ اوّل	:	29 اپریل 2004ء
تعداد	:	1,100
قیمت	:	-/150 روپے
قیمت امپورٹڈ پیپر	:	-/200 روپے

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو / ویڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے تحریکِ منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلیکیشنز)

sales@minhaj.biz

بسم الله الرحمن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمِ

﴿صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل و ایم ۴/ ۹۷۰-۳-۷ء، مؤرخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔۱/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مؤرخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

صفحہ	مشتملات
۱۳	☆ پیش لفظ
۱۵	۱۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق
۴۸	۲۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق
۱۸۱	۳۔ محدث امام ابن جوزیؒ
۱۸۱	۴۔ امام شمس الدین الجزریؒ
۱۸۳	۵۔ امام صدرالدین موھوب بن عمر الجزری
۱۸۶	۶۔ امام نووی کے شیخ امام ابوشامہؒ
۱۸۷	۷۔ امام کمال الدین الادفویؒ
۱۸۸	۸۔ امام ذہبیؒ
	❁ امام ذہبی ملک مظفر کے جشن میلاد کے بارے میں لکھتے ہیں
۱۸۹	۹۔ امام ابن کثیرؒ
	❁ سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی شاہ ابوسعید المظفر کا جشن میلاد

مشتملات	صفحہ

۱۰۔ امام شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی	۱۹۲
۱۱۔ امام ابو ذرعہ العراقیؒ	۱۹۳
۱۲۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ	۱۹۴
۱۳۔ امام شمس الدین السخاویؒ	۱۹۵
۱۴۔ امام قسطلانیؒ (صاحب ارشاد الساری)	۱۹۶
۱۵۔ امام نصیر الدین ابن الطباخؒ	۱۹۷
۱۶۔ امام جمال الدین بن عبد الرحمن الکتانیؒ	۱۹۸
۱۷۔ امام ظہیر الدین جعفر الترمنتیؒ	۱۹۹
۱۸۔ امام قطب الدین الحنفیؒ	۲۰۰
❁ اہل مکہ کا جشن میلاد	
۱۹۔ امام محمد بن جار اللہ ابن ظہیرۃ القرشی	۲۰۱
❁ اہل مکہ کا جشن میلاد	
۲۰۔ امام ابن ظفر	۲۰۲
۲۱۔ امام یوسف بن علی بن زریق الشامی	۲۰۳
۲۲۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ	۲۰۵
۲۳۔ امام ابن حجر مکیؒ	۲۰۶

مشتملات	صفحہ

۲۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ۲۰۶

۲۵۔ امام زرقانیؒ ۲۰۷

۲۶۔ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ ۲۰۸

۲۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ۲۰۹

۲۸۔ مفتی عنایت اللہ کاکورویؒ ۲۱۰

اہل حرمین کا معمول میلاد ۲۱۰

۲۹۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ۲۱۰

۳۰۔ مفتی محمد مظہر اللہ دہلویؒ ۲۱۱

۳۱۔ مولانا عبدالحی لکھنوی ۲۱۱

۳۲۔ شیخ محمد رضا مصریؒ کی تحقیق ۲۱۲

۳۳۔ شیخ محمد بن علوی المالکی المکی کی رائے ۲۱۵

❁ بلادِ اسلامیہ میں جشن میلاد النبی ﷺ ۲۱۶

ا۔ مکہ مکرمہ میں محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد ۲۱۶

❁ مکہ معظّمہ میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کا آنکھوں دیکھا حال ۲۲۰

۲۔ مدینہ منورہ میں محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد ۲۲۲

مشتملات	صفحہ
۳۔ مصراورشام میں محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد	۲۲۳
۴۔ اندلس میں محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد	۲۲۵
❁ بلاد ہند (برصغیر پاک و ہند) میں جشن میلاد النبی ﷺ	۲۲۵
❁ میلاد النبی ﷺ پر ائمہ ومحدّثین کی گراں قدر تصانیف	۲۲۸
۱۔ امام ابن جوزی	۲۲۸
۲۔ امام ابن دحیہ الکلبی	۲۲۹
۳۔ امام ابن عبداللہ الجزری	۲۲۹
۴۔ امام ابن کثیر	۲۲۹
۵۔ امام حافظ عراقی	۲۳۰
۶۔ امام حافظ ابن ناصر الدین دمشقی	۲۳۱
۷۔ امام حافظ السخاوی	۲۳۲
۸۔ امام جلال الدین السیوطی	۲۳۲
۹۔ امام ابن دیبع الشیبانی	۲۳۳
۱۰۔ امام ابن حجر المکی	۲۳۳
۱۱۔ امام ابن احمد الشربینی	۲۳۴
۱۲۔ ملا علی قاری	۲۳۴

مشتملات	صفحہ
۱۳۔ عبدالکریم البرزنجی	۲۳۵
۱۴۔ امام ابن احمد العدوی	۲۳۶
۱۵۔ شیخ عبدالهادی الابیاری	۲۳۶
۱۶۔ امام محمد بن جعفر الکتانی	۲۳۶
۱۷۔ امام یوسف بن اسماعیل نبهانی	۲۳۷
☆ کتابیات	۲۳۸

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ

(القرآن، البلد، ۹۰:۳)

"(اے حبیب مکرم! آپ کے) والد (آدمؑ یا ابراہیمؑ) کی قسم اور (ان کی) قسم جن کی ولادت ہوئی۔"

پیش لفظ

محبتِ رسول ﷺ ایمان کی شرط اولیں ہے جس کی تکمیل ذکرِ محبوب ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔ جشن میلادُ النبی ﷺ ذکرِ حبیب کا بہترین واسطہ اور ذریعہ ہے۔ یومِ میلاد النبی ﷺ منانا مستحسن اور جائز عمل ہے بلکہ مادہ پرستی کے اس دور میں مسلمانوں کے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کو فروغ دینے کا انتہائی موثر اور تیر بہدف نسخہ ہے جس کی آج امت مسلمہ کو ضرورت ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''مولدُ النبی ﷺ عند الأئمة و المحدثین'' (میلادُ النبی ﷺ ائمہ و محدثین کی نظر میں) مفکر اسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی گرانقدر تصنیف ہے جس میں اقوال ائمہ و محدثین کے ذریعے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یوم میلاد النبی ﷺ منانا بدعت نہیں بلکہ قرآن وسنت میں اس کی اصل موجود ہے اور اس پر صدیوں سے ائمہ و محدثین کا عمل رہا ہے۔

کتاب میں مذکور ائمہ و محدثین کا تعلق کسی ایک خطے، علاقے یا مقام سے نہیں اور نہ ہی ان سب کا زمانہ ایک ہے۔ وہ دنیا کے ہر خطے اور ہر زمانے سے تعلق رکھتے ہیں جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جشن میلاد النبی ﷺ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ ہر دور کے اصحاب حجت و محبت کا معمول رہا ہے۔ ان تمام ائمہ و محدثین نے مولد النبی ﷺ پر ثقہ کتب تصنیف کیں اور میلاد نامے لکھے۔ ان اصحاب علم و دانش نے اپنی کتابوں میں قرآن و حدیث سے دلائل دے کر میلاد النبی ﷺ کی اصل کو واضح کیا، جس کے تناظر میں واقعات ولادت اور اپنے دور کے محافل میلاد کے مشاہدات بیان کئے جیسا کہ امام ذہبی نے 'سیر اعلام النبلاءٗ میں اور امام ابن کثیر نے 'البدایہ والنہایہٗ میں شاہ اربل ابوسعید الملک المظفر کوکبری کے میلاد منانے کو بیان کیا ہے۔

مصنف نے امام جلال الدین سیوطی، ملا علی قاری، ابن جوزی، شمس الدین الجزری، سخاوی، ناصر الدین دمشقی، ابو ذرعہ عراقی، امام قسطلانی، زرقانی اور امداد اللہ مہاجر

مکی جیسے بلند پایہ محدثین کے اقوال سے جشن میلاد کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

مصنف نے بلاد اسلامیہ میں صدیوں پہلے منعقد ہونے والی محافل میلاد کا ذکر کیا ہے۔ حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) کے علاوہ شام، مصر اور بلاد عجم وغیرھا میں ہونے والی محافل میلاد کو بیان کیا ہے۔

یہ کتاب سیرت و فضائل مصطفیٰ ﷺ کے باب میں ایک مخلصانہ علمی و تحقیقی کاوش ہے جس کا مقصد اُمت مسلمہ کی اعتقادی و فکری اصلاح اور تاجدارِ کائنات ﷺ کے ساتھ حبی و عشقی تعلق کا استحکام ہے۔

کتاب کے آخر پر مولد النبی ﷺ کے موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا تعارف دیا گیا ہے جس سے اس کی جامعیت و ثقاہت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی برکات کا حصہ وافر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد علی قادری

(ڈپٹی ڈائریکٹر)

فریدِ ملتؒ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

۸ ربیع الاول ۲۰۰۴ء

۱۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ/۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)

میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر جامع اور مدلل ہونے کی وجہ سے افادیت عامہ کے پیش نظر ہم امام جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' کا اردو ترجمہ مع متن دے رہے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله، وسلام على عباده الذين اصطفى، وبعد. فقد وقع السؤال عن عمل المولد النبوي في شهر ربيع الأول.

ما حكمه من حيث الشرع؟

هل هو محمود أو مذموم؟

وهل يثاب فاعله، أم لا؟[۱]

والجواب [عندي][۲]: أن أصل عمل المولد الذي هو اجتماع الناس، وقراءة ما تيسر من القرآن، ورواية الأخبار الواردة في مبدأ [أمر][۳] النبي ﷺ، وما وقع في مولده من الآيات، ثم يمد لهم سماطاً يأكلونه، وينصرفون من غير زيادة على ذلك من البدع [الحسنة][٤] التي يثاب عليها صاحبها؛ لما فيه من تعظيم قدر النبي ﷺ، وإظهار الفرح والاستبشار بمولده [ﷺ][٥] الشريف.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ، و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، زیرِ غور جواب طلب سوال ماہ ربیع الاول میں میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کی شرعی حیثیت سے متعلق ہے۔ آیا شریعت کے نقطۂ نظر سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت با سعادت کا دن منانا قابل تحسین ہے یا مستوجب الزام اور قابل ملامت عمل؟ اور کیا وہ لوگ جو جشن میلاد مناتے ہیں فیوض و برکات اور اجر وثواب کے مستحق ہیں یا نہیں؟

میرا مؤقف اس سوال کے جواب میں یہ ہے کہ رسولِ معظم ﷺ کا یومِ ولادت اصل میں خوشی اور مسرت کا ایک ایسا موقع ہے جس میں لوگ جمع ہو کر بقدر سہولت قرآن خوانی کرتے ہیں۔ اور وہ ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جو آپ ﷺ کے بارے منقول ہوں اور حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے معجزات اور خارق العادت واقعات کے بیان پر مشتمل ہوں۔ پھر اس کے بعد ان کی ضیافت ان کے پسندیدہ کھانوں سے کی جاتی ہے۔ وہ اس بدعت حسنہ میں کسی اضافہ کے بغیر لوٹ جاتے ہیں اور اس اہتمام کرنے والے کو حضور ﷺ کی تعظیم کی بدولت اور آپ ﷺ کے میلاد پر فرحت اور دلی مسرت کا اظہار کرنے کی بناء پر ثواب سے نوازا جاتا ہے۔

تاريخ عمل المولد النبوي الشريف:

وأول من أحدث فعل ذلك [صاحب اربل][٦] الملك المظفر أبو سعيد كوكبري[٧] بن زين الدين علي بن بكتكين، أحد الملوك الأمجاد، والكبراء الأجواد، وكان له آثار حسنة، وهو الذي عمر الجامع المظفري بسفح قاسيون[٨].

قال ابن كثير[٩] في تاريخه، كان يعمل المولد الشريف في ربيع الأول، ويحتفل به احتفالاً هائلاً، وكان [شهماً][١٠] شجاعاً بطلاً، عاقلاً، عالماً رحمه الله وأكرم مثواه.

قال: وقد صنف [له][١١] الشيخ أبو الخطاب ابن دحية[١٢] مجلداً في المولد النبوي[١٣] [ﷺ][١٤] سماه «التنوير في مولد البشير النذير». فأجازه على ذلك بألف دينار. وقد طالت مدته في الملك إلى أن مات وهو محاصر[١٥] الفرنج بمدينة عكا[١٦]، عام[١٧] ثلاثين وستمائة، محمود السيرة[١٨] والسريرة.

میلاد النبی ﷺ کا تاریخی پس منظر

میلاد شریف کو موجودہ شکل میں منانے کا آغاز اربل کے حکمران سلطان مظفر کے دور سے ہوا۔ سلطان کا پورا نام ابو سعید کوکبری ابن زین الدین ابن بکتگین تھا جن کا شمار عظیم سلاطین اور مخیر و فیاض راہنماؤں میں ہوتا ہے۔ اور بہت سے کارناموں کا سہرا ان کے سر ہے۔ ان کی یادگاروں میں جامع مظفری سر فہرست ہے جس کی تعمیر کوہ قاسیون کے قریب ان کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

ابن کثیر سلطان مظفر کے بارے میں بیان کرتا ہے ''سلطان مظفر کا معمول تھا کہ وہ میلاد شریف کا اہتمام بڑے تزک و احتشام سے کرتا اور اس سلسلے میں وہ شاندار جشن کا انتظام کرتا تھا۔ وہ پاک دل روشن ضمیر بہادر انسان، دانا عالم اور منصف

مزاج حکمران تھا۔ اللہ تعالی اس کے درجات بلند کرے اور اس پر اپنی رحمتوں کا نزول کرے۔ شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے سلطان کے لئے ایک کتاب بعنوان "التنوير في مولد البشير النذير" تصنیف کی جس کے صلے میں سلطان نے اسے ایک ہزار دینار بطور نذرانے کے دیئے۔ سلطان مظفر کی حکمرانی ان کی اپنی وفات تک برقرار رہی جو ٦٣٠ ہجری میں شہر عکا میں ہوئی جب وہ اہل یورپ کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ ایک متقی پرہیز گار اور شریف الطبع انسان تھے۔

وقال سبط ابن الجوزي [١٩] في « مرآة الزمان »: حكي أن بعض من حضر سماط المظفر في بعض الموالد [٢٠] أنه عد في ذلك السماط: خمسة آلاف رأس غنم مشوي، وعشرة آلاف دجاجة، [ومائة] [٢١] فرس، ومائة ألف زبدية، وثلاثين ألف صحن حلوى. قال: وكان يحضر عنده في المولد أعيان العلماء [و] [٢٢] الصوفيه، فيخلع عليهم، ويطلق لهم [٢٣] ويعمل للصوفية سماعاً من الظهر إلى الفجر، ويرقص بنفسه معهم، وكان يصرف على المولد في [٢٤] كل سنة ثلثمائة ألف دينار، وكانت له دار ضيافة للوافدين من أي جهة، على أي صفة، فكان يصرف على هذه الدار في كل سنة مائة ألف دينار، وكان يستفك [٢٥] من الفرنج في كل سنة أسارى بمائة ألف دينار، وكان يصرف على الحرمين [الشريفين] [٢٦]، والمياه بدرب الحجاز في كل سنة [٢٧] ثلاثين ألف [٢٨] دينار، هذا كله سوى صدقات السر.

وحكت زوجته ربيعة خاتون بنت أيوب [أخت الملك الناصر صلاح الدين] [٢٩] أن قميصه كان من كرباس [٣٠] غليظ، لا يساوي [٣١] خمسة دراهم. قالت: فعاتبته في ذلك، فقال:

لبسي قميص [٣٢] بخمسة، وأتصدق بالباقي، خير من أن ألبس ثوباً مثمناً، وأدع [٣٣] الفقير والمسكين.

وقال ابن خلكان [٣٤] في ترجمة الحافظ أبي الخطاب بن دحية: كان من أعيان العلماء، ومشاهير الفضلاء، قدم من المغرب، فدخل الشام والعراق، واجتاز بأربل [٣٥] سنة أربع وستمائة، فوجد [٣٦] ملكها المعظم مظفر الدين بن زين الدين

يعتني بالمولد النبوي [٣٧]، فعمل له [٣٨] كتاب « التنوير في مولد البشير النذير » وقرأه عليه بنفسه، فأجازه بألف دينار.

قال: وقد سمعناه على السلطان في ستة مجالس، في سنة خمس وعشرين وستمائة [انتهى] [٣٩]

سبط ابن الجوزی نے اپنی کتاب "مرآۃ الزمان" میں بعض لوگوں سے بیان کیا ہیں کہ سلطان مظفر کے منعقدہ میلاد شریف کے ایک موقع پر جو شاہی دسترخواں بچھایا گیا اس میں پانچ ہزار بھنے ہوئے بکرے کی سری، دس ہزار مرغ، ایک لاکھ مٹی کے ظروف اور تیس ہزار شیریں میوہ جات کا انتظام کیا گیا۔ موصوف رقم طراز ہے کہ سلطان کی منعقد کی گئی محفل میلاد شریف میں عالی مرتبہ علمائے کرام اور صوفیاء کو مدعو کیا گیا اور انہیں شاہی خلعتوں اور دیگر انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ حضرات صوفیاء کے لئے ظہر سے فجر تک سماع کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا جس میں سلطان بنفس نفیس شرکت کرتا اور صوفیوں کے ساتھ حالتِ وجد و کیف میں رہتا۔ ہر سال میلاد شریف پر اٹھائے جانے والے مصارف کا تخمینہ تین لاکھ دینار ہوتا تھا۔ بیرون شہر سے آنے والوں کے لئے سلطان نے ایک مہمان خانہ خاص بنا رکھا تھا جہاں بلا لحاظ حیثیت و مرتبہ تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ قیام کرتے۔ اس مہمان خانے میں مہمانداری کے اخراجات ایک لاکھ دینار سالانہ ہوتے تھے۔

اسی طرح سلطان نے سالانہ ایک لاکھ دینار ان مسلمان قیدیوں کی گردن چھڑانے کیلئے مختص کر رکھے تھے جو یورپی لوگوں کے جنگی قیدی تھے۔ مزید برآں حرمین شریفین کو انتظامی طور پر بحال رکھنے اور حجاز کے راستوں کے ساتھ حجاج کے لئے پانی کی فراہمی کا انتظام کرنے کے لئے تیس ہزار دینار سالانہ خرچ کئے جاتے تھے۔ یہ سب کچھ ان صدقات و خیرات کے علاوہ تھا جو سلطان صیغہ راز میں رکھ کر کرتا تھا۔ سلطان کی اہلیہ رابعہ خاتون بنت ایوب جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی بیان کرتی ہیں کہ سلطان خود کھدر کا بنا ہوا قمیص پہنتے تھے جس کی قیمت پانچ درہم سے زیادہ نہ ہوتی۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے سلطان پر طعنہ زنی کی تو وہ کہنے لگے کہ میرا پانچ درہم کا قمیص پہننا اور اپنی ذاتی اخراجات سے بچائی ہوئی باقی رقم صدقہ و خیرات میں دے دینا قیمتی لباس میں

ملبوس ہونے اور غرباء و مساکین کو ترک کر دینے سے بدرجہا بہتر ہے۔

ابن خلکان حافظ ابو الخطاب ابن دحیہ کے سوانحی خاکے میں لکھتا ہے ان کا شمار پرہیزگار علماء اور مشہور محققین میں ہوتا تھا۔ وہ مراکش سے شام اور عراق کی سیاحت کیلئے روانہ ہوئے۔ ان کا گزر اَربل کے علاقے سے ۶۰۴ھ ہوا جہاں ان کی ملاقات عظیم المرتبت سلطان مظفر سے ہوئی جو یوم میلاد النبی ﷺ کے انتظامات میں مصروف تھا۔ اس موقع پر انہوں نے وہ کتاب لکھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ انہوں نے یہ کتاب خود سلطان کو پڑھ کر سنائی پس اس کو ایک ہزار دینار انعام عطا کیا اور وہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ شریکِ سماعت تھا۔ اس کتاب کی قرأت ۶۲۵ھ میں سلطان کے محل میں چھ نشستوں کے اندر مکمل ہوئی۔

قول الشيخ تاج الدين اللخمي في عمل المولد:

وقد ادعى الشيخ تاج الدين عمر بن علي اللخمي السكندري (٤٠) المشهور بالفاكهاني من متأخري المالكية ـ أن عمل المولد بدعة مذمومة، وألف في ذلك كتاباً سماه «المورد في الكلام على عمل المولد». وأنا أسوقه هنا برمته، وأتكلم عليه حرفاً حرفاً.

قال رحمه الله [تعالى] (٤١): «الحمد لله الذي هدانا لاتباع سيد المرسلين، وأيدنا بالهداية إلى دعائم الدين، ويسر لنا اقتفاء آثار (٤٢) السلف الصالحين، حتى امتلأت قلوبنا بأنوار (٤٣) علم الشرع (٤٤)، وقواطع الحق المبين، وطهر سرائرنا من حدث الحوادث والابتداع في الدين.

أحمده على ما مَنَّ به من أنوار اليقين، وأشكره على ما أسداه من التمسك بالحبل المتين، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله، سيد الأولين والآخرين، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وأزواجه الطاهرات أمهات المؤمنين صلاة دائمة إلى يوم الدين.

شیخ تاج الدین اللخمی کی میلاد کے بارے میں رائے

شیخ تاج الدین عمر بن علی لخمی سکندری آپ فاکہانی کے نام سے مشہور تھے اور

متاخرین مالکیہ میں سے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ میلاد منانا بدعت مذمومہ ہے۔ اور اس پر انہوں نے ایک کتاب ''المورد فی الکلام علی عمل المولد'' تالیف کی اور میں اس کتاب کو یہاں پر مکمل طور پر بیان کرتا ہوں اور اس پر حرف بحرف کلام کروں گا۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع کا راستہ دکھایا اور اس نے ہماری دین پر قائم رہنے میں ہدایت کے ساتھ مدد فرمائی۔ اور ہمارے لیے سلف صالحین کی اقتداء کرنا آسان فرمایا یہاں تک کہ علم شرعی اور حق مبین میں قطعی دلائل سے ہمارے دل منور ہوگئے اور ہمارے باطن کو حوادث کے واقع ہونے سے اور دین میں عمل بدعت سے پاک وصاف کیا۔

میں اس ذات پاک کی حمد کرتا ہوں جس نے نور یقین کی دولت سے احسان فرمایا اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے دین متین کی رسی کو تھامے ہوئے سیدھی راہ دیکھائی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور وہ ایک ہے اور کوئی اسکا شریک نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ جو کہ اولین وآخرین کے سردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اور اصحاب اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات جو کہ امہات المؤمنین ہیں پر قیامت کے دن تک دائمی درود بھیجے۔

أما بعد. فإنه تكرر سؤال جماعة من المباركين[٤٥] عن الاجتماع الذي يعمله بعض الناس في شهر ربيع الأول، ويسمونه « المولد ».

هل له أصل في الشرع، أو هو بدعة وحدث في الدين؟

وقصدوا الجواب عن ذلك مبيناً، والإيضاح عنه معيناً، فقلت وبالله التوفيق:

لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب الله تعالى، ولا سنة رسوله ﷺ[٤٦]، ولا ينقل عمله عن أحد من علماء الأمة[٤٧] الذين هم القدوة في الدين، المتمسكون بآثار المتقدمين.

بل هو بدعة أحدثها البطّالون، وشهوة نفس اعتنى بها الأكّالون. بدليل: أننا إذا أجرينا (٤٨) عليه الأحكام الخمسة قلنا: إما أن يكون واجباً، أو مندوباً، أو مباحاً، أو مكروهاً، أو محرماً.

وليس بواجب إجماعاً، ولا مندوباً، لأن حقيقة المندوب: ما طلبه الشرع من غير ذم على تركه، وهذا لم يأذن فيه الشرع، ولا فعله (٤٩) الصحابة ولا التابعون (٥٠)، [ولا العلماء] (٥١) المتدينون فيما علمت، وهذا جوابي عنه بين يدي الله تعالى إن عنه سُئلتُ.

اس کے بعد وہ جماعت مبارکین کے سوال کا تکرار کرتے ہیں اس اجتماع کے حوالہ سے جس کا اہتمام بعض لوگ ربیع الاول کے مہینہ میں کرتے ہیں اور اس کو " المولد" کا نام دیتے ہیں۔

کیا شریعت میں میلاد کی کوئی اصل ہے یا وہ بدعت ہے یا وہ دین میں حدث (ایک نئی چیز کا وجود) ہے؟

انہوں نے ان سولات کا جواب بڑی وضاحت وتفصیل سے دینے کا ارادہ کیا۔ بس میں نے اللہ کی توفیق سے ان کا جواب دیا۔ مجھے میلاد کی حقیقت کا علم نہ تو اللہ کی کتاب (القرآن) اورسنت رسول ﷺ سے ہوا اور نہ ہی یہ عمل ان علماء امت کے عمل سے ثابت ہے جو کہ دین میں نمونہ ہیں اور متقدمین کے اعمال کو اچھی طرح تھامے ہوئے ہیں۔

بلکہ یہ بدعت ہے جسے اہلِ باطل نے وضع کیا ہے اور یہ شہوت نفس ہے جس کا اہتمام بہت زیادہ کھانے والے لوگوں نے کیا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ جب ہم نے اس عمل مولد پر پانچ احکامات جاری کیے تو ہم نے کہا کہ یا تو یہ واجب ہوگا یا مستحب یا مباح یا مکروہ یا حرام۔

یہ اجماعاً واجب نہیں ہے اور نہ ہی مستحب کیونکہ مستحب کی تعریف یہ ہے جس کو شریعت نے اس کے ترک پر بغیر مذمت کے طلب کیا ہو۔ اور اس میں شریعت کا کوئی حکم نہیں اور نہ ہی اس میں صحابہ کا عمل ہے اور نہ ہی تابعین اور نہ ہی دیندار علماء کا عمل ہے جہاں تک میں

جانتا ہوں اور اللہ کے حضور اگر مجھ سے اس سوال کے بارے پوچھا گیا تو میرا اس عمل مولد کے بارے یہ جواب ہے۔

ولا جائز أن يكون مباحاً؛ لأن الابتداع في الدين ليس مباحاً بإجماع المسلمين.

[لا بد إلا أن يكون] (٥٢) مكروهاً أو حراماً، وحينئذ يكون الكلام فيه في فصلين، والتفرقة بين حالين:

أحدهما: أن يعمله الرجل من عين ماله، لأهله، وأصحابه، وعياله، لا يجاوزون في ذلك الاجتماع على أكل الطعام، ولا يقربون (٥٣) شيئاً من الآثام. وهذا الذي وصفناه بأنه بدعة مكروهة وشناعة (٥٤)، إذ لم يفعله أحد من متقدمي أهل الطاعة الذين هم فقهاء الإسلام، وعلماء الأنام، سرج (٥٥) الأزمنة، وزين (٥٦) الأمكنة.

والثاني: أن تدخله الجناية، وتقوى به العناية، حتى يعطى أحدهم الشيء ونفسه تتبعه، وقلبه يؤلمه ويوجعه، لما يجد من ألم الحيف.

وقد قال العلماء: أخذ المال بالحياء (٥٧) كأخذه السيف.

اور اسکا مباح ہونا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ دین میں ہر نئی چیز کے مباح نہ ہونے پر سب مسلمین کا اجماع ہے لہٰذا ضروری ہے کہ یا تو یہ عمل مکروہ ہوگا یا حرام ہوگا اس کے متعلق کلام دو فصلوں میں تقسیم ہو جائے گا اور ان کی یہ تقسیم دو حالتوں میں ہوگی۔

ا۔ کہ آدمی اپنے مال سے اس پر خرچ کرے اور یہ اس کے اہل وعیال اور دوستوں کے لیے ہو اور وہ اس اجتماع میں کھانے پینے سے تجاوز نہ کریں اور نہ ہی اس عمل کے دوران برائیوں کے قریب جائیں۔ اور یہ وہ چیز ہے جس کا وصف ہم نے بدعت مکروہ اور غلط فعل کہہ کر بیان کیا۔

متقدمین میں سے اہل طاعت جو کہ فقہاء اسلام بھی ہیں اور علماء انام بھی، اپنے وقتوں کے آفتاب بھی ہیں اور زمانوں کی زینت بھی ان میں سے کسی نے بھی یہ عمل نہ کیا۔

۲۔ اور دوسرا یہ کہ اس میں اسلامی احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ حزم و احتیاط کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی کو ایسی چیز بھی دی جاتی ہے کہ جس سے اس کا نفس اس کی اتباع کرتا ہے اور دل اس کو درد اور تکلیف دیتا ہے کیونکہ وہ موت کا درد محسوس کر رہا ہوتا ہے۔

اور بعض علماء کا قول ہے کہ: حیا کے ساتھ مال لینا ایسے ہی ہے جیسے کہ تلوار کا لینا۔

لا سيما إن انضاف إلى ذلك شيء من الغناء ـ مع البطون الملآى (٥٨) ـ بآلات الباطل من الدفوف (٥٩)، والشبابات، واجتماع الرجال مع الشباب، والمرء مع النساء (٦٠) الفتَّانات، إما مختلطات بهن أو مشرفات، والرقص بالتثني (٦١) والانعطاف، والاستغراق في اللهو (٦٢)، ونسيان يوم المخاف.

وكذلك النساء إذا اجتمعن على انفرادهن رافعات أصواتهن بالتنهيد (٦٣)، والتطريب في الإنشاد، والخروج في التلاوة والذكر [عن] (٦٤) المشروع وعن الأمر المعتاد، غافلات عن قوله تعالى: ﴿إن ربك لبالمرصاد﴾.

وهذا (٦٥) لا يختلف في تحريمه إثنان، ولا يستحسنه ذو المروءة الفتيان، وإنما يحلو ذلك لنفوس (٦٦) موتى القلوب، غير المستقلين (٦٧) من الآثام والذنوب.

وأزيدك (٦٨) أنهم يرونه من العبادات لا من [الأمور] (٦٩) المنكرات المحرمات، فـ ﴿إنا لله وإنا إليه راجعون﴾ (٧٠) «بدأ الإسلام غريباً وسيعود كما بدأ» (٧١). ولله دُرّ شيخنا القشيري حيث يقول فيما أجازناه:

قد عُرِفَ المنكرُ واستُنكِرَ الـ	معروفُ في أيَّامِنا الصَّعْبَة
وصار أهل العلم في وَهْدَةٍ (٧٢)	وصار أهل الجهل في رتبة
حادوا عن الحق فما للذي	ساروا به فيما مضى نسبة
فقلت للأبرار أهل التقى	والدين لما اشتدت الكربة
لا تكروا أحوالكم قد أتت	نوبتكم في زمن الغربة

[تفكروا] (٧٣).

جب خاص طور طور پر اس عمل میں گانا بجانا اور ممنوع آلات موسیقی اولڑکیوں کا ناچنا اور لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کا اجتماع، مردوں کا عورتوں کے ساتھ ان میں اختلاط ہو یا نہ ہو اور عورتوں کا ناچنا اور شیطانی خواہشات نفس میں مستغرق ہونا اور مائل ہونا اور یوم آخرت کو بھول جانا یہ سب شامل ہوں۔

اور اسی طرح عورتوں کا جب وہ اکیلے میں جمع ہوتیں ہیں تو بلند آواز کے ساتھ بولتی ہیں اور گیت گاتیں ہیں اور تلاوت و ذکر سے خالی ہوجاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے قول (ان ربک لبالمرصاد) سے غافل ہو جاتیں ہیں۔اور اس کی حرمت میں کوئی بھی اختلاف نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی صاحب مروت اس کو اچھا جانتا ہے، بلکہ یہ بھلا محسوس ہوتا ہے ان نفوس کو جن کے دل مردہ ہوگئے ہیں اور جو گناہوں میں لت پت ہیں۔

اور میں تیرے لیے ایک نئی بات بیان کرتا ہوں کہ وہ اس کو عبادات میں سے تصور کرتے ہیں نہ کہ ایسے معاملات سے جو حرام ہیں اور جائز نہیں ہیں۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

اسلام غربت کی حالت میں شروع ہوا اور وہ عنقریب اسی حالت میں لوٹ آئے گا جس حالت میں شروع ہوا۔ اور تعجب ہے ہمارے شیخ قشیری صاحب پر کہ وہ اس چیز کے بارے میں جس کو ہم نے جائز قرار دیا ہے، فرماتے ہیں۔

”ہمارے آج کے مشکل دنوں میں برائی کو پہچان لیا گیا ہے اور نیکی سے نفرت کی جانے لگی ہے۔

اور اہلِ علم کم تر درجہ والے اور اہل جہل بلند مرتبہ والے ہوگئے ہیں۔

اور وہ حق سے علیحدہ ہوگئے پس انکا کیا بنے گا جو حق پر چلے سابقہ زمانہ میں۔

پس میں نے اہل تقویٰ اور دیندار لوگوں کو اس وقت کہا جب تکلیف حد سے زیادہ بڑھ گئیں۔

اپنے احوال کو نہ کوسو تحقیق تمہاری باری غربت والے زمانے میں آ گئی ہے۔“

ولقد أحسن الإمام أبو عمرو بن العلاء [٧٤] حيث يقول: لا يزال الناس بخير ما تعجب من العجب. هذا مع أن الشهر الذي ولد فيه ﷺ ـ وهو ربيع الأول ـ هو بعينه الشهر الذي توفي فيه؛ فليس الفرح [والسرور] [٧٥] فيه بأولى من الحزن [فيه] [٧٦].

وهذا ما علينا أن نقول، ومن الله نرجو حسن القبول

امام ابوعمر بن علاء نے یہ بات کہہ کر بڑا اچھا کام سرانجام دیا کہ لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ عجیب چیز سے تعجب نہ کریں گے۔ اور یہ کہ اس کے باوجود کہ حضور ﷺ ربیع الاوّل کے مہینے میں پیدا ہوئے اور اسی مہینے میں وفات پائی پس اس مہینے میں خوشی وفرحت اور سرور اس مہینے میں حزن سے اولیٰ نہیں ہے۔

اور یہ وہ چیز تھی جس کا بیان کرنا ہم پر واجب تھا اور اللہ سے ہم قبول کی امید کرتے ہیں۔

نقد كلام الشيخ تاج الدين اللخمي:

هذا جميع ما أورده الفاكهاني في كتابه المذكور، وأقول:

أما قوله: «لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة».

فيقال عليه: نفي العلم لا يلزم منه نفي الوجود، وقد استخرج له الحافظ [٧٧] أبو الفضل بن حجر [٧٨] أصلاً من السنة، واستخرجت أنا له أصلاً ثانياً، وسيأتي ذكرهما بعد هذا.

[و] [٧٩] أما قوله: «بل هو بدعة أحدثها البطّالون... إلى قوله ولا العلماء المتدينون».

يقال عليه: قد تقدم أنه أحدثه [٨٠] ملك عادل عالم، وقصد به التقرب إلى الله عز وجل، وحضر عنده [فيه] [٨١] العلماء والصالحون [٨٢] من غير نكير، وارتضاه ابن دحية، وصنف له من أجله كتاباً. فهؤلاء علماء متدينون رَضَوْهُ، وأقروه، ولم ينكروه.

وقوله : « ولا مندوباً ، لأن حقيقة المندوب ما طلبه الشرع ».

شیخ تاج الدین اللخمی کی رائے کا تنقیدی جائزہ

فاکہانی نے اپنی کتاب میں جو دعویٰ کیا ہے کہ اسے قرآن و سنت میں میلاد شریف کے جواز پر کوئی اسناد دستیاب نہیں ہوئی اس حوالے سے ہمارا جوابی موقف یہ ہے کہ کسی چیز کے علم کی نفی سے ہرگز یہ مطلب نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ چیز وجود ہی نہیں رکھتی یعنی اگر کوئی شخص کسی چیز کا علم نہیں رکھتا تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ چیز حقیقت میں کوئی وجود نہیں رکھتی۔ امام الحفاظ احمد ابن حجر نے سنت سے میلاد شریف کی بنیاد کا اس حوالے سے استخراج کیا ہے اور اس کو میں نے اصلاً ایک اور دلیل سے ثابت کیا ہے اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

فاکہانی کا بیان ہے کہ میلاد شریف کی اختراع ان لوگوں نے کی ہے جو پیٹ یعنی تن پروری کے اسیر اور نفسانی خواہشات کے غلام ہیں۔

اس ضمن میں ہم کہتے ہیں کہ میلاد شریف کی ابتداء ایک انصاف پرور سلطان نے کی جو ایک عالم بھی تھا اور اس کا مطمع نظر قرب الٰہی کا حصول تھا۔ اس کے ہم نوا اور ہم خیال بہت سے علماء اور متقی پرہیز گار لوگ تھے جن میں سے کوئی میلاد منانے کو قابلِ مذمت عمل نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے برعکس اس دور کا مشہور و معروف عالم ابن دحیۃ نے میلاد شریف کو نہ صرف پسندیدہ عمل قرار دیا بلکہ سلطان کیلئے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہ سب لوگ ابتدائی نسلوں کے علماء میں سے تھے جو میلاد شریف منانے کو بنظر تحسین دیکھتے اور اس پر تنقید اور جرح وقدح کرنے کی بجائے اس کی توثیق و تائید کی جس سے واضح طور پر فاکہانی کے اعتراض کا بطلان ثابت ہوگیا۔ وہ مختلف النوع قواعد وضوابط کا ذکر صراحت کے ساتھ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میلاد شریف نہ ہی واجب ہے اور نہ مندوب کیونکہ نہ اس کا مطالبہ شریعت نے کیا۔

يقال عليه، إن الطلب في[٨٣] المندوب تارة يكون بالنص، وتارة يكون بالقياس، وهذا وإن لم يرد فيه نص[٨٤]، ففيه القياس على الأصلين الآتي ذكرهما.

وقوله: «ولا جائز أن يكون مباحاً؛ لأن الابتداع في الدين ليس مباحاً بإجماع المسلمين».

كلام غير مُسَلَّم؛ لأن البدعة لم تنحصر في الحرام والمكروه، بل قد تكون [أيضاً] في[٨٥] مباحاً ومندوبة وواجبة.

ما هي البدعة:

قال النووي[٨٦] رحمه الله في تهذيب الأسماء واللغات: البدعة في الشرع هي إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ، وهي منقسمة إلى: حسنة، وقبيحة.

[و][٨٧] قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام[٨٨] في القواعد: البدعة منقسمة إلى: واجبة [و][٨٩] محرمة، ومندوبة، ومكروهة، ومباحة.

اس ضمن میں ہمارا موقف یہ ہے کہ کسی شرعی عمل مندوب ہونے کا مطالبہ کبھی قرآن وحدیث کی واضح نص کی بنیاد پر اور بعض اوقات قیاس کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اگر میلاد شریف پر کوئی نص موجود نہیں تاہم سنت کے ان دو بنیادی ماخذوں میں جس کا ذکر آگے آئے گا قیاس کا ان دونوں پر اطلاق حتمی طور پر کیا جاسکتا ہے۔

معترض کا یہ بیان کہ میلاد شریف کو متبعینِ اسلام کے اجماع کی بنیاد پر مباح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ غیر حقیقت ہے اس لئے کہ کوئی چیز جسے بدعت کہا جائے اسے حرام یا مکروہ کے درجے میں نہیں رکھا جاتا بلکہ وہ بھی مباح .بلکہ مندوب اور واجب بھی ہو سکتی ہے۔ بدعت کیا ہے امام النووی تہذیب الاسماء واللغات میں فرماتے ہیں: بدعت شریعت کی رو سے کسی ایسی چیز کی اختراع ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود نہیں تھی اور اسے دو درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے: بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ۔ شیخ عزالدین ابن عبدالسلام ''القواعد'' میں رقم طراز ہیں: ''بدعت کو واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح

کے درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

قال: والطريق في ذلك أن نعرض البدعة على قواعد الشرع (٩٠)، فاذا دخلت في قواعد الإيجاب فهي واجبة، أو في قواعد التحريم فهي محرمة، أو في الندب فمندوبة، أو المكروه فمكروهة، أو المباح فمباحة.

وذكر لكل قسم من هذه الخمسة أمثلة، إلى أن قال: وللبدع المندوبة أمثلة منها: احداث الربط، والمدارس، وكل إحسان لم يعهد في العصر الأول. ومنها: التراويح (٩١)، والكلام في دقائق التصوف (٩٢)، وفي الجدل. ومنها: جمع المحافل للاستدلال في المسائل إن قصد بذلك وجه الله تعالى.

وروى البيهقي (٩٣) باسناده في مناقب الشافعي عن الشافعي [رحمه الله قال] (٩٤): المحدثات من الأمور ضربان: أحدهما ما أُحْدِث مما يخالف كتاباً، أو سنة، أو أثراً، أو إجماعاً، فهذه البدعة الضلالة. والثاني (٩٥): ما أحدث من الخير لا خلاف فيه لواحد [وهي] (٩٦) [من المذكورات] (٩٧)، فهذه (٩٨) محدثة غير مذمومة.

یہ تعین کرنا کہ اس کا کس درجے سے تعلق ہے اس کو قوانین شرعیہ کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ قوانین ایجاب سے مطابقت رکھتی ہو تو اسے واجب کہا جائے گا اور اگر وہ ان قوانین سے ہم آہنگ ہو جو حرام کے درجے سے متعلق ہوں تو وہ حرام ہے۔ علی ہذ القیاس اگر وہ مندوب سے متعلق ہوں تو وہ مندوب ہے۔ اگر مکروہ سے تو مکروہ ہے اور اگر مباح کے قوانین سے متعلق ہوں تو وہ مباح ہے۔

یہ بیان کرنے کے بعد انہوں نے پانچوں قسم کی بدعتوں کی مثالیں بیان کیں ہیں: مندوب سے تعلق رکھنے والی بدعت کی مثالیں سراؤں اور تعلیمی درسگاہوں کو قائم کرنا ہے جو قرن اول میں موجود نہیں تھیں، اس طرح ہر وہ اچھا کام جو پہلے نہیں کیا گیا اس زمرے میں آتا ہے اس کی مثالوں میں تراویح اور تصوف کے رموز و لطائف اور مباحثے ہیں اور ان میں ایسے اجتماعات کرنا ہے جن میں مسائل کو حل کرنے کے لئے قوانین کا

استنباط کیا جاتا ہے بشرطیکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہو۔

امام بیہقی اپنی کتاب ''مناقب الشافعی'' میں اپنی اسناد کے ساتھ بذات خود امام شافعی سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ''نئی چیزیں جو پیدا کی جاتی ہیں وہ دو قسموں سے متعلق ہیں: ایک قسم وہ جو قرآن، سنت، آثار اور کسی اجماع کی مخالفت کرتی ہو۔ یہ قسم بدعت ضلالہ کے درجے میں آتی ہے، دوسری قسم وہ ہے جن کو بھلائی کے لئے پیدا کیا جائے اور جو مذکورہ بالا میں کسی سے عدم مطابقت نہ رکھتی ہو تو یہ بدعت غیر مذمومہ ہے۔''

وقد قال عمر رضي الله عنه في قيام شهر رمضان: نعمت البدعة هذه » (٩٩)

يعني: إنها محدثة لم تكن ؛ وإذا كانت ، ليس فيها رَدٌّ لما مضى. هذا آخر كلام الشافعي [رضي الله عنه] (١٠٠) .

فَعُرِفَ بذلك منع قول الشيخ تاج الدين: « ولا جائز أن يكون مباحاً » إلى قوله: « وهذا الذي وصفناه بأنه بدعة مكروهة »... إلى آخره.

لأن هذا القسم مما أحدث (١٠١) ، وليس فيه مخالفة لكتاب ، ولا سنة ، ولا أثر ، ولا إجماع ، فهي غير مذمومة كما في عبارة الشافعي « وهو من الإحسان الذي لم يعهد في العصر الأول ».

فإن إطعام الطعام الخالي عن اقتراف الآثام إحسان ، فهو من البدع المندوبة كما في عبارة ابن عبد السلام.

وقوله: « والثاني... » إلى آخره.

هو كلام صحيح في نفسه ، غير أن التحريم فيه إنما جاء من قِبَلِ هذه الأشياء المحرمة التي ضُمَّتْ إليه ، لا من حيث الاجتماع (١٠٢) لإظهار شعار المولد ، بل لو وقع مثل هذه الأمور في الاجتماع لصلاة الجمعة مثلاً لكانت قبيحة شنيعة ، ولا يلزم من ذلك ذم أصل الاجتماع لصلاة الجمعة كما هو واضح.

وقد رأينا بعض هذه الأمور تقع في ليالي من رمضان عند اجتماع الناس

لصلاة التراويح [سُنَّة] (١٠٣)، فلا نمنع من الاجتماع (١٠٤) لصلاة التراويح لأجل هذه الأمور التي قُرِنَت بها.

كلا، بل نقول: أصل الاجتماع لصلاة التراويح سُنَّةٌ وقُرْبَةٌ، وما ضُمَّ إليها من هذه الأمور قبيح [و] (١٠٥) شنيع.

حضرت عمر ﷺ نے رمضان المبارک میں قیامِ نماز کے بارے میں فرمایا ''یہ کتنی اچھی بدعت ہے'' ان کے کہنے کا مفہوم یہ تھا کہ یہ وہ نئی چیز ہے جو پہلے نہیں تھی اور نئی چیز ہوتے ہوئے بھی یہ شریعت کی بنیادی باتوں اور اساسی ضابطوں سے متعارض نہیں۔

اس سے فاکہانی کے اس بیان کی نفی ہوتی ہے کہ میلاد شریعت کو مندوب کے درجے میں نہیں رکھا جاسکتا بلکہ اس کے برعکس یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے مکروہ کہا جاسکتا ہے۔

یہ اس لئے کہ میلاد شریعت ہی بدعات کے اس درجے میں ہے جو قرآن، سنت ، آثار صحابہ اور اجماع میں کسی سے متعارض نہیں، اس طرح شرعی نقطۂ نظر سے یہ کسی طرح قابل ملامت نہیں جیسا کہ امام شافعیؒ نے اس کی صراحت فرمائی ہے اور یہ ایک ایسا اچھا عمل ہے جو موجودہ مشکل میں پہلے نہیں تھا بلکہ بعد کے دور کی پیداوار ہے۔

اس طرح کھانے اور پینے کی کسی ضیافت میں شریک ہونے کی دعوت جس میں گناہ کی کوئی بات نہ ہو یقیناً ایک اچھائی کا کام ہے۔ اس طرح کا اجتماع اس بدعت میں آتا ہے جو مندوب ہے جیسا کہ شیخ عزالدین کی مذکورہ بالا تصریحات سے ظاہر ہے۔

قطع نظر اس سے فاکہانی کی بیان کردہ دوسری محل نظر بات جس پر تنقید کرتے ہوئے اس نے جو کچھ کہا ہے وہ فی نفسہ درست ہے۔ (اس لئے کہ بلا شبہ ایسا اجتماع یا ایسی محفل حرام ہے جس میں مرد و زن، نوجوانوں اور چھوٹے لڑکوں کا آزادانہ اختلاط ہو اور جہاں آلات موسیقی کے ساتھ رقص و سرود کیا جارہا ہو، جہاں عورتیں علیحدہ اجتماع کرکے بلند آواز کے ساتھ گا رہی ہوں)۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میلاد شریف کا انعقاد ان حرام چیزوں کی وجہ سے جو اس کے ساتھ مل گئی ہیں فی نفسہ حرام سمجھا جائے، کسی بھی حیثیت سے شعارِ میلاد کے اظہار کے لئے ان حرام امور کا ہونا صحیح نہیں، بلکہ اگر اس

قسم کی خرافات کسی اور اجتماع مثلاً صلوٰۃ الجمعہ میں ہو تو اسے بھی قابل ملامت اور قبیح تصور کیا جائے گا لیکن اس سے صلوٰۃ الجمعہ کے اجتماع پر فی نفسہ تنقید و تنقیص کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ اس طرح کے کچھ افعال رمضان المبارک کی راتوں میں بھی ہوتے ہیں جب لوگ نماز تراویح کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ کیا ان کے ہونے سے نماز تراویح کے اجتماع کو مورد الزام ٹھہرایا جاسکتا ہے یقیناً نہیں۔ تاہم یہ ضرور کہا جائے گا یہ صلوٰۃ تراویح کا اصل اجتماع سنت اور نیکی و عبادت کا عمل ہے اور جو خرافات اس کے ساتھ شامل ہوگئی ہیں وہ بری اور قابلِ نفرت ہیں۔

وكذلك نقول: أصل الاجتماع لإظهار شعار (١٠٦) المولد مندوب وقُرْبَةٌ، وما ضُمَّ إليه (١٠٧) من هذه الأمور مذموم ممنوع.

وقوله (١٠٨) «مع أن الشهر الذي ولد فيه ...» إلى آخره.

جوابه أن يقال: ولادته (١٠٩) ﷺ أعظم النعم علينا، [و] (١١٠) وفاته أعظم المصائب بنا (١١١)، والشريعة حَثَّتْ على إظهار شكر النعم والصبر والسكون والكتم عند المصائب. وقد أمر الشارع (١١٢) بالعقيقة (١١٣) عند الولادة وهي إظهار [و] (١١٤) شكر وفرح بالمولود (١١٥)، ولم يأمر عند الموت بذبيح ولا (١١٦) بغيره بل نهى عن النياحة وإظهار الضجر (١١٧)، فدلت قواعد الشريعة على أنه يحسن في هذا (١١٨) الشهر إظهار الفرح بولادته ﷺ (١١٩) غير إظهار الحزن فيه بوفاته.

وقد قال ابن رجب (١٢٠) في كتاب اللطائف في ذم الرافضة، حيث اتخذوا يوم عاشوراء مأتماً لأجل قتل الحسين [رضي الله عنه] (١٢١): لم يأمر الله [تعالى] (١٢٢) ولا رسوله [ﷺ] (١٢٣) باتخاذ أيام مصائب الأنبياء وموتهم مأتماً، فكيف بمن هو دونهم؟

اس طرح ہم میلاد شریف کے بارے میں کہیں گے کہ ایسا اجتماع بذات خود مندوب اور خیر و نیکی کا عمل ہے لیکن جو بیہودہ اور لغو چیزیں اس کے ساتھ شامل کردی جاتی ہیں وہ قابل ملامت اور ناجائز ہیں۔

اسی سلسلے میں فاکہانی نے یہ بات بھی کہی کہ ربیع الاوّل نہ صرف آپ ﷺ کی ولادت کا بلکہ آپ ﷺ کے وصال کا مہینہ بھی ہے اس لئے غم اور افسوس کا اظہار کرنے کی بجائے اس میں مسرت و شادمانی کا اظہار کرنا نہ اچھا ہے اور نہ ہی مناسب۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے یقیناً اللہ رب العزت کا عظیم ترین احسان و انعام پوری کائنات انسانی پر ہوا اور آپ ﷺ کے وصال کا سانحہ بھی ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ لیکن شریعت کی ہمیں تعلیم یہ ہے کہ صدمات کا سامنا ہمیں صبر و تحمل، بردباری اور خاموشی سے کرنا چاہئے اور جو اللہ نے ہم پر انعام کیا ہے اس پر ہدیۂ تشکر بجا لانا چاہئے۔ شریعت نے ہمیں بچے کی پیدائش پر عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے جو شکر اور خوشی کے اظہار کی ایک شکل ہے۔ لیکن شریعت نے کسی کے وفات پانے پر نہ ہی جانور کی قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور، بلکہ اس کے برعکس ہمیں آہ و بکا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس طرح شرعی قوانین سے یہ بات ظاہر ہے کہ رسولِ معظم ﷺ کے ماہِ ولادت میں خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا چاہئے نہ کے آپ ﷺ کے وصال کا غم۔ ابن رجب اپنی کتاب ''کتاب اللطائف'' میں روافض کو ہدف تنقید بناتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن عاشوراء محرم کو ماتم کرنے کے لئے وقف کردیا جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انبیاء کرام کے آلام و مصائب اور ان کی وفات کے دنوں کو ماتم کے دن منانے کے طور پر منع فرمایا ہے لہٰذا اللہ کے وہ مقبول بندے جو پیغمبر نہیں ان کے لئے ماتم کے دن وقف کرنے کا کیا جواز ہے؟

قول الإمام أبو عبد الله ابن الحاج في عمل المولد:

وقد تكلم الإمام أبو عبد الله بن الحاج[١٢٤] في كتابه «المدخل» على عمل المولد؛ فأتقن الكلام فيه جداً، وحاصله مدح ما كان فيه من اظهار شعار وشكر، وذم ما احتوى عليه من محرمات ومنكرات.

وأنا أسرد[١٢٥] كلامه فصلاً فصلاً قال:

ابن الحاج کا موقف

امام ابو عبداللہ ابن الحاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں میلاد شریف کے موضوع پر بڑی پختہ خیالی اور بصیرت آموزِ پیرائے سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے انہوں نے میلاد شریف منانے، اس پر اظہار مسرت کرنے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے کے عمل کی تحسین فرمائی ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے ان حرام اور ممنوعہ چیزوں کو ہدف تنقید بنایا ہے جو اس میں شامل کی گئی ہیں یہاں اس کی بحث کو ہم شق وار نقل کرتے ہیں۔

فصل في المولد

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشعائر، ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد.

وقد احتوى ذلك على بدع(١٢٦) [و] محرمات جلة، فمن ذلك استعمالهم(١٢٧) المغاني ومعهم آلات الطرب من الطار المصرصر والشبابة وغير ذلك مما جعلوه آلة للسماع، ومضوا في ذلك على العوائد الذميمة في كونهم يشغلون(١٢٨) أكثر الأزمنة التي فضلها الله تعالى وعظّمها ببدع [و](١٢٩) محرمات.

ولا شك أن السماع في غير هذه الليلة فيه ما فيه، فكيف به إذا انضم إلى فضيلة هذا الشهر العظيم الذي فضّله الله تعالى، وفضلنا فيه بهذا النبي الكريم [ﷺ](١٣٠).

فآلة الطرب والسماع أي نِسبةٍ بينها وبين [تعظيم](١٣١) هذا الشهر الكريم الذي مَنَّ الله علينا فيه بسيد المرسلين(١٣٢) فكان(١٣٣) يجب أن يزاد فيه من العبادة(١٣٤) والخير شكراً(١٣٥) للمولى على ما أولانا به من هذه النعم العظيمة، وإن كان النبي ﷺ لم يزد فيه على غيره من الشهور شيئاً من العبادات، وما

ذلك إلا لرحمته ﷺ بأمته ورفقة [بهم] [١٣٦] ، لأنه ﷺ كان يترك العمل خشية أن يفرض على أمته ، رحمة منه بهم .

لكن أشار عليه الصلاة والسلام إلى فضيلة هذا الشهر العظيم بقوله للسائل الذي سأله عن صوم يوم الاثنين: « ذلك يوم ولدت فيه » [١٣٧]

فتشريف هذا اليوم متضمن لتشريف هذا الشهر الذي وُلِدَ فيه ، فينبغي أن نحترمه حق الاحترام ونُفَضِّلُه بما فضَّلَ الله به الأشهر الفاضلة ؛ وهذا منها ، لقوله عليه الصلاة والسلام: « أنا سيد ولد آدم ولا فخر ، آدم فمن دونه تحت لوائي » [١٣٨] .

میلاد النبی ﷺ کے بارے میں کچھ باتیں

وہ اختراعات جو لوگوں نے بزعم خویش عبادات کا حصہ سمجھتے ہوئے مذہبی رسومات کے نام پر اختیار کرلی ہیں ان میں ایک ماہِ ربیع الاول میں جشن میلاد منانے کے دوران میں بہت سی بدعات اور غیر شرعی چیزوں کا اس میں داخل کرلینا ہے جیسے شرکاء میلاد کا نغمے اور غزلیں گانا اور اس کے ساتھ ڈھول ڈھمکا بانسری اور آلات موسیقی کا بے جاء استعمال وغیرہ وغیرہ اس حوالے سے بہت سی قبیح اور بری باتیں شامل کرلی گئی ہیں جو یکسر اور مکمل طور ممنوع ہیں۔

سماع کی ایسی محفلیں جن میں یہ چیزیں درآئی ہیں میلاد النبی ﷺ سے قطع نظر اور موقعوں پر ایسی محافل سماع کے انعقاد کا کوئی جواز نہیں تو یہ تو وہ بابرکت مہینہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ولادت کی وجہ سے سرفراز فرمایا ہے۔

وہ سماع جس میں آلاتِ موسیقی کا استعمال ہو رہا ہو جائز نہیں اور خصوصًا ایسے مقدس مہینے میں جس کو اللہ بزرگ و برتر نے اپنے حبیب کی ولادت کی وجہ سے شرف بخشا اور انسانیت پر احسان عظیم فرمایا۔ اس بنا پر یہ امر واجب ہے کہ اس مہینے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا خصوصی تشکر بجا لائیں اور جس قدر ممکن ہو عبادت اور صدقہ و خیرات کریں۔ اگرچہ خود حضور نبی اکرم ﷺ نے اس مہینے میں دوسرے مہینوں کے مقابلے میں

زیادہ عبادت نہیں کی لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ رحمت اور کرم کا پیکر ہیں اور آپ ﷺ نے امت کے لئے آسانیاں اور نرمیاں پیدا کیں جن کی بنا پر حضور نبی اکرم ﷺ نے بارہا کوئی عمل کیا اور پھر اس لئے چھوڑ دیا کہ کہیں امت کے لئے لازم نہ ہو جائے۔ یہ ان کی رحمت و رافت کی وجہ سے ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ولادت کے مہینے کی عظمت و فضیلت کا اظہار ایک سوال پوچھنے والے کے جواب میں فرمایا جب اس نے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی۔'' چونکہ اس دن کی عظمت سے خود ربیع الاول کی عظمت کا پتہ چلتا ہے لہٰذا بحیثیت امتی ہونے کے کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم اس مہینے کا ادب و احترام کریں اور اس کی عظمت کو اس طرح سمجھیں جیسے دوسرے مبارک مہینوں کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اسی حوالے سے ایک حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں اولادِ آدم کا رہبر و رہنما ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں اور روزِ محشر آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء سب میرے پرچم کے نیچے ہوں گے۔''

وفضيلة الأزمنة والأمكنة (١٣٩) بما خصَّها الله [عز وجل] (١٤٠) من العبادات التي تُفعَلُ فيها، لما علم أن الأمكنة والأزمنة لا تشرف (١٤١) لذاتها، وإنما يَحصلُ لها التشريف بما خُصَّتْ به من المعاني.

فانظر إلى ماخصَّ الله به هذا الشهر، ويوم الاثنين، ألا ترى أن صوم هذا اليوم فيه فضل عظيم لأنه ﷺ ولد فيه؟

فعلى هذا ينبغي إذا دخل هذا الشهر الكريم أن يُكرَّم ويُعَظَّمَ ويُحتَرَم الاحترام اللائق، إتباعاً له ﷺ في كونه كان يَخصُّ الأوقات الفاضلة بزيادة فعل البرّ فيها وكثرة الخيرات.

ألا ترى إلى قول ابن عباس رضي الله عنهما: « كان رسول الله ﷺ أجود الناس بالخير، وكان أجود ما يكون في رمضان (١٤٢) ». فنمتثل تعظيم الأوقات الفاضلة بما امتثله على قدر استطاعتنا.

فإن قال قائل: قد التزم علیه الصلاة والسلام [في الأوقات الفاضلة] (١٤٣) ما التزمه مما قد علِمَ، ولم یلتزم في هذا الشهر ما التزمه في غیره (١٤٤)

فالجواب: إن ذلك لما عُلِمَ من عادته الکریمة أنه یرید التخفیف عن أمته، سیما فیما کان یخصهُ.

ألا تری أنه علیه الصلاة والسلام حرَّم المدینة مثل ما حرم [إبراهیم] (١٤٥) مکة؟ ومع ذلك لم یشرّع في قتل صیده ولا في قطع شجرة الجزاء، تخفیفاً علی أمته (١٤٦) [ورحمة بهم، فکان ینظر إلی ما هو من جهته - وإن کان فاضلاً في نفسه - فیترکه للتخفیف عنهم] (١٤٧)

زمانوں اور مکانوں کی عظمتیں اور فضیلتیں ان عبادتوں کی وجہ سے ہیں جو ان میں سرانجام دی جاتی ہیں اور جن کی وجہ سے اللہ بزرگ و برتر نے انہیں خصوصی طور پر سرفراز فرمایا ہے۔ جب یہ بات ہمیں معلوم ہے کہ زمان ومکاں کی خود اپنی کوئی عظمت ورفعت نہیں بلکہ ان کی عظمت کا سبب وہ خصوصیات و امتیازات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں سرفراز فرمایا تو پھر کیوں نہ اللہ رب العزت کے عظیم ترین احسان و انعام کو یاد کیا جائے جس کی وجہ سے اس مہینے کو بزرگی عطا فرمائی گئی اور پیر کے دن کو بھی عظمت نصیب ہوئی۔ لہٰذا یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ رسول معظم ﷺ کی ولادت کی وجہ سے پیر کے دن کو یہ فضیلت عطا ہوئی۔

اس سبب سے یہ بات مناسب اور شایان شان ہے کہ جب یہ مبارک مہینہ تشریف لائے تو ہم اس کی بڑھ چڑھ کر توقیر اور پذیرائی کریں جس کا یہ حقدار ہے حضور ﷺ کے اس اسوہ مبارکہ کی تقلید کرنی چاہیے کہ ان وقتوں میں جو خصوصی عظمت کے حامل ہیں آپ ﷺ نیکی اور خیرات کے کام زیادہ سے زیادہ کرتے تھے اور ان کے لئے خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ بھلائی میں تمام لوگوں سے بڑھ کر فیاض تھے اور رمضان میں بہت فیاضی اور دریا دلی کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

اس بناپر کہ حضور نبی اکرم ﷺ فضیلت کے حامل اوقات کی عزت افزائی فرماتے تھے ہم جہاں تک ہماری استطاعت ہو ربیع الاول کے مہینے میں اپنا یہ فرض بجالاتے رہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضور ﷺ نے اس ماہ کی جس میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اس طرح عزت افزائی نہیں کی جس طرح آپ دوسرے مہینوں کی کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کو امت کے آرام اور آسانی و راحت کا بہت خیال رہتا تھا بالخصوص اِن چیزوں کے بارے میں جو ان کی ذات سے متعلق تھے۔ کیا لوگ یہ بات نہیں دیکھتے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم مقدس قرار دیا تھا لیکن آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی حدود میں شکار کرنے اور درخت کاٹنے وغیرہ کے لئے کوئی سزا مقرر نہیں فرمائی۔ یہ اس لئے کہ آپ ﷺ کو اپنی امت کے آرام و راحت کا خیال رہتا تھا اور ان کی رحمت یہ پابندیاں عائد کرنے میں مانع تھی۔

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی ذات سے متعلق ان امور کا خیال رکھتے ہی تھے اگرچہ ان کی فضیلت کتنی زیادہ کیوں نہ ہو لیکن چونکہ امت کے آرام و آسائش کا خیال ان کے دامنگیر رہتا تھا وہ اس کی فضیلت کے باوجود اس پر زور دینے سے اجتناب فرمایا کرتے تھے۔

ما يجب عمله في المولد:

فعلى هذا فتعظيم(١٤٨) [هذا] (١٤٩) الشهر الشريف إنما يكون بزيادة الأعمال الزاكيات فيه، والصدقات، إلى غير ذلك من القربات.

فمن عجز عن ذلك، فأقل أحواله أن يجتنب ما يحرم عليه ويكره له، تعظيماً لهذا الشهر (١٥٠) [الشريف، وإن كان مطلوباً في غيره، إلا أنه في هذا الشهر أكثر احتراماً(١٥١)]، كما يتأكد في شهر رمضان، وفي الأشهر الحرم، فيترك الحدث في الدين، ويجتنب مواضع البدع وما لا ينبغي.

محفل میلاد میں کیا چیزیں ضروری ہیں

اسی تناظر میں ربیع الاول کی عظمت و توقیر کا سوال آتا ہے۔ جس میں ہمیں

چاہیے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ نیکی اور صدقہ خیرات کے کام کریں۔ وہ لوگ جو ایسا نہیں کر سکتے انہیں کم از کم اس ماہ مقدس کے احترام میں حرام اور مکروہ چیزوں سے دامن کش رہنا چاہیے۔ اگرچہ ایسا کرنا دوسرے مہینوں میں بھی ضروری ہے لیکن اس مہینے کا احترام زیادہ سے زیادہ اس بات کا متقاضی ہے۔ایسا رمضان المبارک اور دوسرے مقدس مہینوں میں بھی کرنا چاہیے اور اس ضمن میں حزم اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ مذہبی بداعمالیوں اور دیگر غیر مناسب افعال سے پرہیز کیا جائے۔

أفعال منكرة في المولد:

وقد ارتكب بعضهم في هذا الزمان ضد هذا المعنى، وهو أنه إذا دخل هذا الشهر العظيم (١٥٢) يسارعون (١٥٣) فيه إلى اللهو واللعب بالدف والشبابة وغيرهما (١٥٤).

ويا ليتهم عملوا المغاني ليس إلا، بل يزعم بعضهم أنه يتأدب (١٥٥)، فيبدأ المولد بقراءة الكتاب العزيز، وينظرون إلى من هو أكثر معرفة بالتهوك والطرق المهيجة (١٥٦) لطرب النفرس، وهذا فيه وجوه من المفاسد، ثم أنهم لم يقتصروا على ما ذكر [بل ضم] (١٥٧) بعضهم إلى ذلك الأمر الخطر وهو أن يكون المغني شاباً لطيف الصورة، حسن الصوت والكسوة والهيئة، فينشد التغزل، ويتكسر في صوته [وحركاته] (١٥٨)، فيفتن بعض من معه من الرجال والنساء، فتقع الفتنة في الفريقين، ويثور من المفاسد ما لا يحصى، وقد يؤول ذلك في الغالب إلى فساد حال الزوج وحال الزوجة (١٥٩)، ويحصل الفراق والنكد (١٦٠) العاجل، وتشتت أمرهم بعد جمعهم.

وهذه المفاسد مركبة على فعل المولد إذا عمل بالسماع، فإن خلا منه، وعُمِلَ طعاماً فقط، ونوى به المولد، ودعا إليه الإخوان، وسَلِمَ من كل ما تقدم ذكره، فهو بدعة بنفس نيته فقط (١٦١)؛ لأن ذلك زيادة في الدين، وليس من عمل السلف الماضين، وإتباع السلف أولى. ولم ينقل عن أحد منهم أنه نوى المولد، ونحن تبعٌ، فيسَعُنا ما وسعُهُم (١٦٢). إنتهى (١٦٣).

محفل میلاد النبی ﷺ میں ہونے والے ناپسندیدہ افعال

باوجود اس کے موجودہ زمانے میں بعض لوگ اس سے الٹ روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جب یہ ماہ مقدس آتا ہے تو وہ کھیل کود، تفریح اور آلات موسیقی کے ساتھ دل لگی کرنے لگتے ہیں۔

یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ وہ عیش وطرب اور لہو ولعب میں مصروف ہوتے ہوئے بھی بزعم خویش یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس مبارک مہینے کا احترام کر رہے ہیں یہ بات اپنی جگہ کہ میلاد کی تقریبات میں قرآن پاک کی تلاوت بھی ہوتی ہے۔ لیکن نفسانی خواہش و ترغیب انہیں لہولعب پر آمادہ کرتی ہے جو دلوں کے ہیجان اور جذبات میں انتشار اور بے چینی کا موجب بنتی ہے جس سے اخلاق تباہ اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔

پھر وہ اسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ستم بالائے ستم ایک خطرناک روش پر چل نکلے ہیں وہ یہ کہ ایسی تقریبات میں نوجوان ، خوبصورت اور خوش آواز گلوکاروں اور گلوکاراؤں کو بلایا جاتا ہے جو بھڑکیلے لباس میں ملبوس ہوتی ہیں۔ ان میں گانے والے نفس کو ہیجان میں مبتلا کرنے والے انداز میں غزل سرا ہوتے ہیں اور اپنی حرکات وسکنات سے سامعین کے جذبات بھڑکاتے ہیں جو مردوں اور عورتوں کے مخلوط اجتماع پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس سے بہت سی برائیاں اور خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ بہت سے انتہا پسندی کے مظاہروں میں میاں بیوی کے تعلقات پر زد پڑتی ہے اور بعض اوقات یہ مناقشہ ان کی جدائی پر منتج ہوتا ہے۔ یہ تباہی و بربادی کی لہر نہ صرف دل ودماغ کا سکون غارت کردیتی ہے بلکہ بھرے اور آباد گھروں کو اجاڑ کر رکھ دیتی ہے۔

یہ تمام خرابیاں میلاد کی ایسی تقریبات سے پیدا ہوتی ہیں جن میں سماع کے نام پر ایسی خرافات در آتی ہیں۔ تاہم اگر میلاد شریف کو ایسی خرافات سے پاک رکھا جائے اور آزادانہ ماحول میں سماع کی محفل نہ کی جائے اور شرکائے میلاد کی تواضع میلاد کی نیت سے ہو اور مسلمان بھائیوں کو اس میں مدعو کیا جائے بشرطیکہ شریعت کے منافی امور سے بچا جاسکے۔ بدعت کا انحصار نیت پر ہے کیونکہ یہ مذہب میں بعض باتوں کو داخل کرنے کی وجہ

سے ہوتی ہے۔ جتنے بھی پارسا لوگ پہلے گزرے ہیں وہ ایسی باتوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے۔ لہٰذا ہمیں اپنے بزرگوں کی روایات پر چلنا چاہیے جن کی کبھی یہ نیت نہیں تھی کہ میلاد کی پاکیزہ محفل کوئی اور رنگ اختیار کرے۔

نقد كلام ابن الحاج:

وحاصل ما ذكر أنه لم يذمَّ المولد؛ بل ذَمَّ ما يحتوي عليه من المحرمات والمنكرات.

وأول كلامه صريح في أنه ينبغي أن يُخَصَّ هذا الشهر بزيادة فعل البرّ، وكثرة الخيرات والصدقات، إلى[١٦٤] غير ذلك من وجوه[١٦٥] القربات، [وهذا][١٦٦] هو عمل المولد الذي استحسناه، فإنه ليس فيه شيء سوى قراءة القرآن، وإطعام الطعام، وذلك خير و [بر][١٦٧] وقربة.

وأما قوله آخراً أنه بدعة[١٦٨]، فإما أن يكون مناقضاً لما تقدم، أو يحمل على أنه بدعة حسنة كما تقدم تقريره في أول الكتاب[١٦٩]، أو يحمل على أن فعل ذلك خير، والبدعة منه نية المولد[١٧٠] كما أشار إليه بقوله: « فهو بدعة بنفس نيته فقط » وبقوله: « ولم ينقل عن أحد منهم أنه نوى المولد ».

فظاهر هذا الكلام أنه كره أن ينوي به المولدفقط، ولم يكره عمل الطعام ودعاء الإخوان إليه. وهذا ـ إذا حقق النظر ـ لا يجتمع مع أول كلامه؛ لأنه حث[١٧١] فيه على زيادة فعل البر وما ذكر معه على وجه الشكر لله تعالى، إذا أوجد[١٧٢] في هذا الشهر الشريف سيد المرسلين ﷺ

ابن الحاج کی رائے کا تنقیدی جائزہ

ابن الحاجؒ کے مذکورہ بالا تنقیدی بیان کا لب لباب یہ ہے کہ انہوں نے نفس میلاد پر تنقید نہیں کی بلکہ اس کے برعکس وہ ان چیزوں پر معترض ہیں جو شریعت کی نظر میں حرام اور مکروہ ہیں۔ ان کے بیان کی ابتدائی شق سے واضح ہے کہ وہ اس ماہ مبارک کو خصوصی مقام اور عزت و احترام کا درجہ دینا چاہتے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ ممکنہ حد

تک نیکیاں کی جائیں، عبادت، صدقہ وخیرات اور نیکی کے کاموں میں مسابقت کی جائے، یہی میلاد شریف منانے کا صحیح طریقہ ہے جو ان کی نظر میں لائقِ تعریف اور مستحب ہے کیونکہ اس میں سوائے قرآن کی تلاوت اورکھانے پینے کی ضیافت میں لوگوں کوشرکت کی دعوت دینے کے سوا اور کچھ نہیں اور یہ سب کے سب بھلائی کے کام ہیں جن کا اجر وثواب ملے گا۔ جہاں تک اس کو بدعت قرار دینے کا بیان ہے یہ ان کی ابتدائی قول سے متصادم ہے جس میں انہوں نے ربیع الاوّل کی حرمت اور ادب پر زور دیا ہے یادوسرے لفظوں میں وہ اسے بدعتِ حسنہ کا درجہ دیتے ہیں، جس کی توضیح اس سے پہلے کی جاچکی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ میلاد شریف کا منانا ایک قابل تحسین عمل ہے اور بدعت کا دارومدار نیت پر ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ بدعت محض نیت کی وجہ سے بدعت بن جاتی ہے۔

ابن الحاجؒ کا یہ دعویٰ ہے کہ متقدمین میں سے کسی نے بھی میلاد منانے کی نیت نہیں کی جس کی بنا پر وہ میلاد منانے کی نیت کومکروہ گردانتے تھے البتہ وہ مسلمان بھائیوں کو کھانے پینے میں شرکت کی دعوت اور کھانے پینے کی چیزوں کی تیاری کومکروہ تصور نہیں کرتے تھے۔ اگر اس پہلو کوقریب سے دیکھا جائے تو ان کا بیان ان کے پہلے بیانات سے ہم آہنگ دکھائی نہیں دیتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے وہ ربیع الاوّل میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کی تعلیم دیتے اور اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ عبادت، صدقہ وخیرات اور نیکی کے کام کرنے کی تلقین کرتے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں اپنے محبوب ﷺ کو پیدا فرمایا۔

وهذا (۱۷۳) هو معنى نية المولد، فكيف يذم هذا القدر مع الحث عليه أولاً ؟

وأما مجرد فعل البر وما ذكر معه من غير نية أصلاً ؛ فإنه لا يكاد يتصور، ولو تصور ولم يكن عبادة، ولا ثواب فيه. إذ لا عمل إلا بنية، ولا نية هنا إلا الشكر لله تعالى على ولادة هذا النبي الكريم ﷺ في هذا الشهر الشريف.

وهذا معنى نية المولد؛ فهي نية مستحسنة بلا شك، فتأمل.

ثم قال ابن الحاج: [ومنهم] (١٧٤) من يفعل المولد لا لمجرد التعظيم، ولكن له فضة عند الناس متفرقة، كان أعطاها في بعض الأفراح أو المواسم (١٧٥)، ويريد أن يستردها ويستحي أن يطلبها بذاته، فيعمل المولد حتى يكون ذلك سبباً لأخذ ما اجتمع له عند الناس، وهذا فيه وجوه من المفاسد؛ منها أن يتصف بصفة (١٧٦) النفاق، وهو أن يظهر خلاف ما يبطن.

إذ ظاهر حاله أنه عمل المولد يبتغي (١٧٧) به الدار الآخرة، وباطنه أنه يجمع به (١٧٨) فضة.

ومنهم من يعمل المولد لأجل جمع الدراهم، أو طلب ثناء الناس عليه، ومساعدتهم له، وهذا أيضاً فيه من المفاسد ما لا يخفى. إنتهى.

وهذا أيضاً من نمط ما تقدم ذكره، وهو أن الذم فيه إنما حصل من عدم النية الصالحة، لا من أصل عمل المولد.

میلاد منانے کی نیت اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ پھر کیسے اس چیز کو تنقید کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے جس پر پہلے اتنا زور دیا گیا ہو؟ خود نیکی، عبادت، صدقہ وخیرات اور دیگر بھلائی کے کاموں کا نیت کے بغیر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور اگر ایسا ہے تو پھر اسے عبادت تصور نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کا کوئی اجر و ثواب ہوگا۔ اس لئے کہ کوئی عمل بغیر نیت کے قابل قبول نہیں اور میلاد شریف کی نیت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا جائے کہ اس نے بنی نوع انسان کو ربیع الاوّل میں محسن انسانیت کی ولادت باسعادت سے نوازا۔ میلاد شریف منانے کا مفہوم اس کے سواء کچھ نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی نیت رکھنا لائق تحسین ہے کہ یہ نیک نیت ہے اور اسے ذہن سے سوچ بچار کر کے دماغ میں بٹھایا جانا چاہئے۔

اس کے بعد ابن الحاج رقم طراز ہے: '' بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو عزت و توقیر کے مطمع نظر سے میلاد نہیں مناتے۔ اس کے برعکس کسی کی کچھ رقم متعدد لوگوں کی تحویل میں ہوتی ہے جو اس نے مختلف مواقع پر رسوم و رواج کے لئے انہیں دی ہوتی ہے

لیکن وہ اس قم کو واپس اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے۔ چونکہ وہ مانگنے سے عار کھاتا ہے۔ لہٰذا وہ میلاد کا اہتمام کرتا ہے تاکہ وہ رقم جو دوسروں کی زیرِ ملکیت ہو اس کی واپسی کا ذریعہ بن جائے۔

اس طرزِ عمل میں کئی قسم کی خرابیاں ہیں جن میں ایک منافقت کا پایا جانا ہے کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے ظاہراً اس سے مطابقت نہیں رکھتا۔ بظاہر وہ میلاد اس لئے مناتا ہے کہ وہ اخروی برکات وثمرات کا خواہاں ہے جبکہ اس کے دل میں دوسروں کے قبضہ میں دولت کی بازیابی کی خواہش موج زن ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رقم بٹورنے کے لئے میلاد مناتے ہیں۔ یا وہ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف میں ایسے کلمات کہیں ''واہ کیا خوب! آپ نے تو کمال کر دیا۔'' وہ ان کے ساتھ کام میں شریک ہو جاتے ہیں یہ دکھاوے کے لئے کہ ان کے ساتھ شامل ہیں۔ یہ منفی سوچیں اور اخلاق شکن حرکتیں مخفی نہیں رہتیں۔

ابن الحاج کی طرف سے کی جانے والی تنقید کا ہم پہلے ہی جائزہ لے چکے ہیں۔ اس میں قابل ملامت یا برا پہلو پاکیزہ نیت کے فقدان پر مبنی ہے نہ یہ کہ فی نفسہ میلاد شریف میں کوئی قبیح یا قابل ملامت پہلو پایا جاتا ہے۔

كلام الحافظ أبو الفضل ابن حجر في عمل المولد :

وقد سئل شيخ الاسلام حافظ العصر أبو الفضل ابن حجر عن عمل المولد فأجاب بما نصه :

أصل عمل المولد بدعة لم ينقل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثة، ولكنها مع ذلك فقد اشتملت على محاسن وضدها. فمن تحرى في عملها المحاسن، وتجنب ضدها، كان بدعة حسنة، وإلا فلا.

قال: وقد ظهر لي تخريجها على أصل ثابت، وهو ما ثبت في الصحيحين من أن النبي ﷺ قدم المدينة، فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء، فسألهم فقالوا: هو (۱۷۹) يوم أغرق الله فيه فرعون، ونجى موسى، فنحن نصومه شكراً

لله تعالى »(۱۸۰).

فيستفاد منه فعل الشكر لله [تعالى](۱۸۱) على ما منَّ به في يوم معين من إسداء(۱۸۲) نعمة، أو دفع نقمة. ويعاد ذلك في نظير ذلك اليوم من كل سنة.

والشكر لله [تعالى](۱۸۳) يحصل بأنواع العبادات كالسجود والصيام والصدقة والتلاوة، وأي نعمة أعظم من النعمة ببروز هذا النبي [ﷺ](۱۸٤) [الذي هو](۱۸۵) نبي الرحمة في ذلك اليوم.

وعلى هذا فينبغي أن يتحرى اليوم بعينه، حتى يطابق قصة موسى عليه السلام في يوم عاشوراء.

ومن لم يلاحظ(۱۸٦) ذلك لا يبالي بعمل المولد في أي يوم في الشهر، بل توسع قوم فنقلوه إلى يوم من السنة، وفيه ما فيه، فهذا ما يتعلق بأصل عمله.

شیخ الاسلام ابن حجر کے نقطۂ ہائے نظر

شیخ الاسلام ابو الفضل احمد ابن حجرؒ سے میلاد شریف کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کا جواب تھا کہ میلاد شریف دراصل ایک ایسی بدعت ہے جو ابتدائی تین صدیوں میں متقدین میں سے کسی نے نہیں کی اور اس کا کوئی ثبوت فراہم نہیں ہوتا۔ باوجود اس کے اس بدعت میں اچھے اور قابلِ ملامت دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ بعض اوقات اچھے پہلو غالب ہوتے ہیں اور کبھی قابل ملامت پہلوؤں کا غلبہ ہوتا ہے۔ اگر میلاد شریف میں نیکی کے کام کئے جائیں اور برے کاموں سے اجتناب کیا جائے تو پھر میلاد شریف بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔

معترضین کا کہنا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں میلاد شریف کے جواز کی ٹھوس بنیادیں نہیں ملتی ہیں۔ روایات میں ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ شریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ عاشوراء کے دن قوم موسیٰ علیہ السلام کو اللہ

تعالیٰ نے فرعون کے ظلم سے نجات دلائی اور اس کو غرق دریا کردیا۔ اس لئے وہ یہ دن اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لئے مناتے ہیں۔

اس سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ کسی نعمت کے ملنے پر اللہ کا شکر بجالایا جاتا ہے اور نعمت خداوندی پر اظہار تشکر کرنے سے ہر سال اس خاص دن کی یاد منائی جاتی ہے جس میں اللہ بزرگ و برتر نے اپنا انعام کیا یا کسی آفت سے نجات دلائی۔ اللہ رب العزت کا شکر مختلف قسم کی عبادتوں کے ذریعے کیا جاتا ہے جو بحالت نماز قیام وسجود، صدقہ وخیرات اور قرآنی آیات کی تلاوت کی شکل میں ہوسکتا ہے۔

دیکھا جائے تو اس سے بڑی نعمت اور احسان کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن یعنی بارہ ربیع الاول کو پیغمبر رحمت ﷺ کا ظہور فرمایا۔

پس اس دن کو خصوصی طور پر منایا جانا چاہیے۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روزہ عاشوراء کے واقعے کے ساتھ ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ میلاد کی تقریب منانے کے دن کو محدود نہیں کرتے اور وہ ربیع الاوّل کے کسی دن بھی تقریب میلاد منعقد کرلیتے ہیں۔ بعض اس سے بھی آگے جاتے ہیں اور سارا سال محفل میلاد کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔ آخرالذکر کے نزدیک میلاد کو سال کے کسی دن بھی منایا جاسکتا ہے کہ اس کا مقصد ایک ہی ہے یعنی رسول معظم ﷺ کی آمد پر اظہار مسرت۔

ما يجب أن يقتصر عليه عمل المولد:

وأما ما يعمل فيه فينبغي أن يقتصر فيه على ما يفهم الشكر لله تعالى من نحو ما تقدم ذكره من التلاوة، والإطعام، والصدقة، وإنشاء شيء من المدائح النبوية والزهدية المحركة للقلوب إلى فعل الخير، والعمل للآخرة.

ما يجب تجنبه:

وأما ما يتبع ذلك من السماع واللهو وغير ذلك، فينبغي أن يقال: ماكان من

ذلك مباحاً بحيث يقتضي السرور (١٨٧) بذلك اليوم، لا بأس بإلحاقه به، وما كان حراماً أو مكروهاً فيمنع. وكذا ما كان خلاف الأولى. إنتهى:

میلاد النبی ﷺ میں جن افعال کا کرنا ضروری ہے

جہاں تک ان اعمال و افعال کا تعلق ہے۔ جو میلاد شریف میں روا رکھے جاتے ہیں یہ ضروری ہے کہ انسان صرف ان پر ہی اکتفا کرے جن کے ذریعے اللہ رب العزت کا شکر انہ مناسب طریقے اور بہتر انداز سے ادا کیا جاسکے جس کی مثال وہ کام ہیں جن کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے یعنی قرآن مجید کی تلاوت، کھانے پینے کی چیزوں میں شریک ہونے کی دعوت، صدقہ و خیرات، سرکار دوعالم کی مدح سرائی اور زہد کو بیان کرنا جن سے عبادت اور نیکی کے کاموں کی اور آخرت کے لئے عمل کی ترغیب ملیں۔

جن افعال سے اجتناب ضروری ہے

باقی رہا وہ چیزیں جو سماع اور تفریح کا سامان کرتی ہیں۔ بشرطیکہ ان کے جائز اور روا ہونے میں کوئی کلام نہ ہوں اور مسرت و شادمانی کا موجب ہوں اگر ان چیزوں کو کیا جائے تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ لیکن ان تمام سے جو حرام اور مکروہ کے درجے میں آتی ہیں سختی سے بچنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ان چیزوں سے جو بطریق اولیٰ انتہائی قابل ترجیح اور مناسب نہ ہوں ان کو ترک کرنا ہی بہتر ہے۔

ما ورد في عقيقة النبي ﷺ عن نفسه بعد البعث:

قلت: وظهر لي تخريجه على أصل آخر، وهو ما أخرجه البيهقي، عن أنس، رضي الله عنه «أن النبي ﷺ عقّ عن نفسه بعد النبوة» (١٨٨).

مع أنه قد ورد أن جده عبد المطلب عقّ عنه في سابع ولادته، والعقيقة لا تعاد مرة ثانية، فيحمل ذلك على أن الذي فعله النبي ﷺ إظهاراً للشكر على إيجاد الله تعالى إياه، رحمة للعالمين، وتشريفاً (١٨٩) لأمته، كما كان يصلي على نفسه، لذلك (١٩٠) فيستحب لنا أيضاً إظهار الشكر بمولده باجتماع

الإخوان (١٩١)، وإطعام الطعام، ونحو ذلك من وجوه القربات، وإظهار المسرات.

میلاد شریف کی دوسری اساس: حضور ﷺ کا بعثت کے بعد اپنا عقیقہ کرنا

یہاں راقم آپ کو اس امر سے مطلع کرنا چاہتا ہے کہ اس نے ذخیرہ احادیث سے میلاد شریف کے جواز کی دوسری اساس دریافت کر لی ہے۔ بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول محتشم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا۔

یہ باوجود اس امر کے ہوا کہ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب پہلے ہی آپ ﷺ کی ولادت کے سات دن بعد آپ ﷺ کا عقیقہ کر چکے تھے اور عقیقہ زندگی میں ایک بار کیا جاتا ہے، دو بار نہیں۔

اس سے یہ بات قابل فہم ہے کہ رسول معظم ﷺ اپنی ولادت اور اپنے رحمۃ للعالمین ہونے پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجا لائے اور اس کا مقصد شریعت میں اس کے لئے ایک نظیر قائم کرنا تھا بالکل اسی طرح جیسے آپ ﷺ خود اپنی ذات رسالت مآب ﷺ پر درود پڑھا کرتے تھے اور ایسا آپ ﷺ تعلیم امت کے لئے اپنی تکریم و تعظیم کر کے ایک اصول قائم کرنا چاہتے تھے۔

لہٰذا ہمارا محفل میلاد منعقد کرنا اور خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے لئے ہدیہ شکر بجالانا ایک مستحب عمل ہے جس میں کھانے پینے کی دعوت دی جاتی ہے اور دیگر خیر و نیکی کے کام سرانجام دیے جاتے ہیں اور خوشی و مسرت کے جذبات کے ساتھ اس تقریب کو منایا جاتا ہے۔

قول الحافظ شمس الدين الجزري

ثم رأيت إمام القراء الحافظ شمس الدين الجزري (١٩٢) قال في كتابه [المسمى] (١٩٣) «عرف التعريف بالمولد الشريف» ما نصه:

وقد رؤي أبو لهب [بعد موته] (١٩٤) في النوم فقيل له: ما حالك؟ فقال: في

النار، إلا أنه يخفف عني كل ليلة اثنين، وأمص من بين أصبعي هاتين ماء بقدر هذا - وأشار برأس إصبعه - وإن ذلك بإعتاقي لثويبة عندما بشّرتني بولادة النبي ﷺ وبإرضاعها له».

فإذا كان أبو لهب الكافر، الذي نزل القرآن بذمه جوزي [في النار][١٩٥] بفرحة ليلة مولد النبي ﷺ به، فما حال المسلم المُوَحّد من أمة النبي ﷺ، يسر بمولده، ويبذل ما تصل إليه قدرته في محبته ﷺ.

ولعمري إنما يكون جزاؤه من المولى الكريم، أن يدخله بفضله جنات النعيم.

قول الحافظ شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقي:

وقال الحافظ شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقي في كتابه المسمى بـ «مورد الصادي[١٩٦] في مولد الهادي»:

وقد صح أن أبا لهب يخفف عنه عذاب [النار][١٩٧] في مثل يوم الاثنين، لإعتاقه ثويبة سروراً بميلاد النبي ﷺ، ثم أنشد:

إذا كان هذا كافراً جاء ذمه ... وتبت يداه في الجحيم مخلدا
أتى أنه في يوم الاثنين دائماً ... يخفف عنه للسرور بأحمدا
فما الظن بالعبد الذي طول عمره ... بأحمد مسروراً ومات موحدا

قول الكمال الأدفوي:

وقال الكمال الأدفوي[١٩٨] في «الطالع السعيد»:

حكى لنا صاحبنا العدل ناصر الدين محمود بن العماد أن أبا الطيب محمد بن ابراهيم السبتي المالكي نزيل قوص، احد العلماء العاملين، كان يجوز بالمكتب في اليوم الذي ولد فيه النبي ﷺ فيقول: يا فقيه، هذا يوم سرور، اصرف الصبيان، فيصرفنا.

وهذا منه دليل على تقريره وعدم إنكاره، وهذا الرجل كان فقيهاً مالكياً

متفنناً في علوم، متورعاً، أخذ عنه أبو حیان وغیره، مات سنة خمس وتسعین وستمائة.

حافظ شمس الدین الجزریؒ کا ایمان افروز قول

امام القراء شمس الدین الجزریؒ اپنی کتاب "عرف التعریف بالمولد الشریف" میں: ابولہب کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ کسی نے اسے بعد از مرگ خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ وہ کس حال میں ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہے تاہم دوشنبہ (پیر) کی رات اس کے عذاب میں کچھ تخفیف کردی جاتی ہے اور اس کی اس انگلی سے پانی ٹپکتا ہے، جس کے اشارے سے اس نے اپنی باندی ثویبہ کو رسول مکرم و محتشم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دینے پر رہا کر دیا تھا جس نے آپ ﷺ کو اپنا دودھ پلایا تھا۔ امام الجزریؒ دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت میں قرآن مجید کی ایک پوری سورت نازل ہوئی حضور ﷺ کی ولادت پر اظہار مسرت کے لئے انعام سے نوازا جاتا ہے تو پھر اس صاحب ایمان توحید پرست مخلص مسلمان پر کیا کیا انعام و اکرام نہ ہوگا جو اپنے آقا و مولا ﷺ کا میلاد اپنی استطاعت کے مطابق اپنی جیب سے خرچ کرکے، حضور ﷺ سے اپنی محبت کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا میرا ایمان ہے کہ اس کا اجر اللہ رب العزت کی بے پایاں رحمت سے اتنا زیادہ ہوگا کہ اس کا ٹھکانہ ابدی نعمتوں کے باغات میں کردیا جائے گا۔

حافظ شمس الدین دمشقی کا قول

حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین الدمشقیؒ نے اپنی کتاب "مورد السعدی فی مولد الھادی" میں رقم طراز ہیں:

صحیح احادیث میں یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے کہ ابولہب کے لئے ہر پیر کے دن عذاب میں اس لئے تخفیف کردی جاتی ہے کہ اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کردیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے

آقائے محترم ﷺ کی شان میں نعتیہ اشعار لکھے:

''جب ایک کافر جس کی مذمت میں قرآنی آیات اتریں کہ اس کے ہاتھ آتش دوزخ میں ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائیں کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ہمیشہ پیر کے دن احمد ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرنے کے صلہ میں اس کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس اللہ کے بندے کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا جس نے اپنی پوری زندگی احمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری پر حالت مسرت و شادمانی میں گزار دی اور دم آخر توحید کا پرچم بلند کیے رکھا۔''

کمال ادفوی کا قول

کمال ادفوی " الطالع السعید " میں رقم طراز ہیں کہ ان کے معتمد اور معتبر دوست ناصرالدین محمود ابن العماد نے بیان کیا کہ ابوالطیب محمد بن ابراہیم السبتی المالکی

جو طوس کے رہنے والے تھے اور ان کا شمار متقی علماء میں ہوتا ہے ایک مدرسہ کے قریب سے گزرے اس دن حضور ﷺ کا یوم ولادت تھا۔ وہ مدرسہ کے مہتمم سے کہنے لگے: '' اے فقیہ آج یوم عید ہے۔ بچوں کو چھٹی دے دو تا کہ وہ گھر جائیں اور عید منائیں'' یہ ایک حتمی اور نا قابل تردید شہادت ہے جس مردِ شریف سے وہ مخاطب ہوئے وہ مالکی مکتب فکر کا مشہور فقیہہ تھا جسے متداول علوم کی مختلف شاخوں پر کامل عبور تھا اور وہ خدا آگاہ متقی بزرگ تھے ابو حیان اور بہت سے دوسروں نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ ان کا انتقال ۶۹۵ھ میں ہوا۔

حكمة مولده ﷺ في يوم الاثنين من شهر ربيع الأول:

قال ابن الحاج[199]: فإن قيل: ما الحكمة في كونه عليه الصلاة والسلام خُصَّ مولده الكريم بشهر ربيع الأول، ويوم الاثنين، ولم يكن في شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن، وفيه ليلة القدر، ولا في الأشهر الحرم، ولا في ليلة النصف من شعبان[200]، ولا في يوم الجمعة وليلتها ؟

فالجواب من أربعة أوجه:

الأول: ما ورد في الحديث من أن الله [سبحانه وتعالى] (٢٠١) خلق الشجر في يوم الاثنين، وفي ذلك تنبيه عظيم وهو أن خلق الأقوات والأرزاق والفواكه والخيرات التي يمتد (٢٠٢) بها بنو آدم ويحيون، وتطيب بها نفوسهم [فيه] (٢٠٣).

الثاني: أن في لفظته «ربيع» إشارة وتفاؤلاً حسناً بالنسبة إلى اشتقاقه، وقال أبو عبد الرحمن الصقلي: لكل إنسان من اسمه نصيب.

الثالث: أن فصل الربيع أعدل الفصول وأحسنها وشريعته أعدل الشرائع [وأسمحها] (٢٠٤).

الرابع: أن الحكيم سبحانه وتعالى أراد أن يشرف به الزمان الذي ولد فيه، فلو ولد في الأوقات المتقدم ذكرها لكان قد يتوهم أنه يتشرف بها.

انتهى ذلك، والحمد لله وحده. كان فراغه يوم الجمعة، وقت الضحى من شهر صفر سنة على يد أحقر العباد السيد محمود (٢٠٥).

ماہ ربیع الاول میں پیر کے دن ولادت مصطفیٰ ﷺ کی حکمت

ابن الحاجؒ لکھتے ہیں کہ اگر نبی اکرم ﷺ کی ربیع الاول میں اور پیر کے دن ولادت مبارکہ کی حکمت کے بارے میں سوال کیا جائے کہ ان کی ولادت رمضان المبارک جو نزول قرآن کا مہینہ ہے اور جس میں لیلۃ القدر رکھی گئی ہے یا دوسرے مقدس مہینوں یا ۱۵ شعبان المعظم اور جمعہ کے دن میں کیوں نہ ہوئی۔ اس کا جواب چار زاویہ ہائے نظر سے دیا جاسکتا ہے۔

۱۔ ذخیرہ احادیث میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا۔ اس میں ایک لطیف نکتہ مضمر ہے۔ وہ یہ کہ پیر کا دن اللہ تعالیٰ نے غذا، رزق، روزی اور پھلوں اور دیگر انسانی ضرورت کی چیزوں کو پیدا کرنے کے لئے مخصوص کیا جنہیں خیرات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ بنی نوع انسان کی نشوونما اور روزی ان چیزوں سے انتہائی قریبی تعلق اور واسطہ رکھتی ہے اور وہ ان سے خوشی حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ لفظ ربیع (موسم بہار) ہے۔ اشتقاقی طور پر ایک اچھا اور نیک شگون پایا جاتا ہے۔ ابو عبد الرحمان الصقلی بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے اس کے نام میں اس کا ایک حصہ رکھ دیا گیا ہے یعنی اس کے نام کے اثرات اس کی شخصیت پر مرتسم ہوتے ہیں۔

۳۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ربیع (بہار) تمام موسموں میں انتہائی معتدل اور حسین ہوتا ہے۔ اور اسی طرح رسول معظم ﷺ کی شریعت تمام شرائع میں انتہائی پر اعتدال اور آسان ترین ہے۔

۴۔ اللہ جل شانہ جو خبیر و علیم ہے وقت کی اس اکائی کو جس میں حضور ﷺ اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے بزرگی وعظمت عطا کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ ﷺ تقدیس اور عظمت کے حامل مذکورہ بالا کسی اور مہینے یا دن میں متولد ہوتے تو یہ شائبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ محبوب سرکار ﷺ کی عظمت اور شرف ان مقدس وقت کی اکائیوں کی مرہون منت ہے۔

حواشي

(١) في ط :أو لا .

(٢) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(٣) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(٥) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(٦) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(٧) في ا : كولكبودي.

(٨) في ا : قاشيون.

(٩) هو : إسماعيل بن عمر بن كثير بن ضو بن درع القرشي البصروي ثم الدمشقي ، أبو الفداء ، عماد الدين ، حافظ مؤرخ فقيه . ولد في قرية من أعمال بصرى الشام ، ورحل في طلب العلم ، ولد سنة ٧٠١ ، وتوفي بها سنة ٧٧٤ . تناقل الناس تصانيفه في حياته ومن كتبه : البداية والنهاية ، وشرح صحيح ـ البخاري لم يكلمه ـ وطبقات الفقهاء الشافعيين ، وتفسير القرآن الكريم ، وغيرها من الكتب . (أنظر : ذيلاً طبقات الحفاظ للحسيني والسيوطي والدررالكامنة ١ : ٣٧٣ والبدر الطالع ١ :١٥٣ ، والدارس ١ :٣٦ ، والأعلام ١ / ٣٢٠) وغيرهم.

(١٠) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(١١) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(١٢) هو : عمر بن الحسن بن علي بن محمد ، أبو الخطاب ، ابن دحية الكلبي : أديب ، مؤرخ ، حافظ للحديث ، من أهل سبتة بالأندلس . ولي قضاء دانية ، ورحل إلى مراكش والشام والعراق وخراسان واستقر بمصر ، ولد سنة ٥٤٤هـ ، وتوفي سنة ٦٣٣هـ . (أنظر ترجمته في : وفيات الأعيان ١ :٣٨١ ، ونفح الطيب ١ :٣٦٨ ، وميزان الاعتدال ٢ :٢٥٢ ، ولسان الميزان ٤ :٢٩٢ ، وآداب اللغة ٣ :٥٧ ، وشذرات الذهب ٥ :١٦٠ ، والأعلام ٥ / ٤٤).

(١٣) في ا : مولد النبي.

(١٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(١٥) في ا : حاصر .

(١٦) في ا : عكاشة .

(١٧) في ط : سنة .

(١٨) في ا : السير .

(١٩) هو : يوسف بن قز أو غلي ـ أو قزغلي ـ ابن عبد الله ، أبو المظفر ، شمس الدين ، سبط أبي الفرج ابن الجوزي ، مؤرخ ، من الكتاب الوعاظ ، ولد ونشأ ببغداد سنة ٥٨١ هـ ، وتوفي في

دمشق سنة ٦٥٤ هـ، من مصنفاته، مرآة الزمان في تاريخ الأعيان، وتذكرة خواص الأمة بذكر خصائص الأئمة، وكنز الملوك في كيفية السلوك، ومنتهى السول في سيرة الرسول، وغيرها. (أخظر ترجمته في: مفتاح السعادة ١ :٢٠٨، والتبر المسبوك ١٧١، والسلوك ١ :٤٠١، والبداية والنهاية ١٣ :١٩٤، والجواهر المضية ٢ :٢٣٠، وذيل مرآة الزمان ١ :٣٩، والأعلام ٨ / ٢٤٦).

(٢٠) في ا: المواليد.

(٢١) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٢٢) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٢٣) في ا: ويطلبهم.

(٢٤) في ا: على مولده كل سنة.

(٢٥) في ا: ويفك.

(٢٦) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(٢٧) في ا: والمارة كل سنة.

(٢٨) في ا :ثلاثة آلاف دينار.

(٢٩) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٣٠) الكرباس هو الثوب الخشن.

(٣١) في ل: لا يسوى.

(٣٢) في ط: ثوباً.

(٣٣) في ا: وأورع.

(٣٤) هو: أحمد بن محمد بن ابراهيم بن أبي بكر ابن خلكان البرمكي الإربلي. أبو العباس، المؤرخ الحجة، الأديب الماهر، صاحب وفيات الأعيان، ولد سنة ٦٠٢، وتوفي سنة ٦٧٢ (أنظر ترجمته في: وفيات الأعيان ٢ :٤٢٠، ٤٢١، وفوات الوفيات ١ / ٥٥، والأعلام ١ / ٢٢٠).

(٣٥) في ا: بابل. وإربل بلد بالقرب من الموصل على شاطىء دجلة الشرقي.

(٣٦) في ا: نوجد.

(٣٧) في ا: النبي.

(٣٨) في ا: فعمل لي.

(٣٩) ما بين المعقوفتين سقطت من الأصل.

(٤٠) هو: عمر بن علي بن سالم بن صدقة اللخمي الإسكندري، تاج الدين الفاكهاني: عالم بالنحو، من أهل الاسكندرية، زار دمشق سنة٧٣١هـ واجتمع به ابن كثير صاحب البداية والنهاية، وقال: سمعنا عليه ومعه. وحج ورجع إلى الاسكندرية. وصلى عليه بدمشق لما وصل خبر وفاته. ولد سنة ٦٥٤هـ وتوفي سنة ٧٣٤هـ. له كتب منها: (الإشارة) في النحو، و (المنهج المبين) و(التحرير والتحبير) و (رياض الأفهام في شرح عمدة الأحكام) و (الفجر المنير في الصلاة على البشير النذير) و (الغاية القصوى في الكلام عن آيات التقوى). (أنظر ترجمته

في : البداية والنهاية ١٤ : ١٦٨ ، والدرر الكامنة ٣ / ١٧٨ ، (22) Brock 2:26 ، وشجرة النور ٢٠٤ ، والأعلام ٥ / ٥٦) .

(٤١) ما بين المعقوفتين سقطت من ط .

(٤٢) في ا : أثر .

(٤٣) في ا : بنور .

(٤٤) في ا : الشرائع .

(٤٥) في ا : المتاركين .

(٤٦) في ط : في كتاب ولا سنة .

(٤٧) في ا : علماء الأئمة .

(٤٨) في ا ، وفي ط : أدرنا .

(٤٩) في ا : ولا بقية .

(٥٠) في ا : ولا التابعين .

(٥١) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(٥٢) ما بين المعقوفتين سقطت من ا وأثبتت على هامش المخطوطة .
وفي ط : فلم يبق إلا أن يكون .

(٥٣) في ط : ولا يقربون .

(٥٤) في ا : وشائعة .

(٥٥) في ا : وفرح .

(٥٦) في ا : وزمن .

(٥٧) في ا : بالجاه .

(٥٨) في ا : الملأ .

(٥٩) في ا : الدف .

(٦٠) في ط : واجتماع الرجال مع الشباب المرد والنساء .

(٦١) في ا : بالشقا .

(٦٢) في ا : والاستغراق في الهوى .

(٦٣) في ط : بالتنهيك .

(٦٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(٦٥) في ط : وهذا الذي .

(٦٦) في ا : والمستغلين بالآثام والذنوب .

(٦٧) في ا : وأزيد .

(٦٨) في ا : بنفوس .

(٦٩) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(٧٠) سورة البقرة ، آية : ١٥٦ .

(٧١) الحديث أخرجه الامام أحمد بن حنبل عن عبد الرحمن بن سنة الأشجعي، وأورده الهيثمي في مجمع الزوائد ٧ / ٢٧٨ عن عبد الرحمن بن شيبة، وقال: رواه عبد الله، والطبراني وفيه اسحاق بن عبد الله بن أبي فروة وهو متروك. اهـ.

(٧٢) في ا: في رهدة.

(٧٣) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٧٤) هو: زبان بن عمار التميمي المازني البصري، أبو عمرو، ويلقب أبوه بالعلاء: من أئمة اللغة والأدب، وأحد القراء السبعة، ولد بمكة سنة ٧٠هـ، ونشأ بالبصرة، ومات بالكوفة سنة ١٥٤هـ (أنظر ترجمته في: غاية النهاية ١ :٢٨٨، وفوات الوفيات ١ :١٦٤، وابن خلكان ١ :٣٨٦، والذريعة ١ / ٣١٨، والشريشي ٢ / ٢٥٤، ونزهة الألباء ٣١، وطبقات النحويين للزبيدي، والأعلام للزركلي ٣ / ٤١).

(٧٥) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(٧٦) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٧٧) في ط: إمام الحفاظ.

(٧٨) هو: أحمد بن علي بن محمد الكناني العسقلاني، أبو الفضل، شهاب الدين، ابن حجر، من أئمة العلم والتاريخ، أصله من عسقلان بفلسطين، ومولده ووفاته بالقاهرة، ولد سنة ٧٧٣هـ، وتوفي سنة ٨٥٢هـ (أنظر ترجمته في: التبر المسبوك ٢٣٠، والضوء اللامع ٢ / ٣٦، والبدر الطالع ١ / ٨٧، وخطط مبارك ٦/ ٣٧، وآداب اللغة ٣ / ١٦٥، ولسان الميزان ٦ / خاتمة، والدر الكامنة ٤ / خاتمته للناشر، والاعلام للزريكلي ١ / ١٧٩).

(٧٩) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٨٠) في ا: حدثه.

(٨١) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٨٢) في ط: والصلحاء.

(٨٣) في ا: من.

(٨٤) في ا: النص.

(٨٥) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٨٦) هو: يحيى بن شرف بن مري بن حسن الحزامي الحوراني، النووي، الشافعي، أبو زكريا، محيي الدين، علامة بالفقه والحديث، مولده ووفاته في نوا، ولد سنة ٦٣١هـ، وتوفي سنة ٦٧٦هـ. (أنظر الأعلام للزريكلي ٨ / ١٤٩).

(٨٧) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٨٨) هو: عبد العزيز بن عبد السلام بن أبي القاسم بن الحسن السلمي الدمشقي، عز الدين الملقب بسلطان العلماء، فقيه شافعي بلغ رتبة الاجتهاد، ولد ونشأ في دمشق سنة ٥٧٧هـ، وزار دمشق سنة ٥٩٩هـ، وتوفي سنة ٦٦٠هـ. (أنظر: فوات الوفيات ١ :٢٨٧، وطبقات السبكي ٥ / ٨٠ - ١٠٧، والفهرس التمهيدي ٢٠٧، والنجوم الزاهرة ٧ :٢٠٨، وعلماء بغداد

١٠٤، وذيل الروضتين ٢١٦، والاعلام ٤ / ٢١).

(٨٩) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٩٠) في ط: الشريعة.

(٩١) في ا: التواريخ.

(٩٢) في ا: في الرقائق والتصوف.

(٩٣) هو: أحمد بن الحسين بن علي، أبو بكر، من أئمة الحديث، ولد في خسروجرد بنيسابور، نشأ في بيهق ورحل إلى بغداد ثم الكوفة ومكة وغيرهما، ولد سنة ٣٨٤هـ، وتوفي سنة ٤٥٨هـ، من كتبه السنن الكبرى، والسنن الصغرى (أنظر: شذرات الذهب ٣ / ٣٠٤، وطبقات الشافعية ٣ / ٣، ومعجم البلدان ٢ / ٣٤٦، والأعلام ١ / ١١٦).

(٩٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(٩٥) في ا: والثانية.

(٩٦) ما بين المعقوفتين سقطت من (ا) ركتبت على الهامش. وفي ط: من هذا.

(٩٧) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(٩٨) في ط: وهذه.

(٩٩) رواه البخاري عن عبد الله بن يوسف عن مالك. والبيهقي في السنن الكبرى ٢ / ٤٩٣، وغيرهما.

(١٠٠) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(١٠١) في ا: أخذت.

(١٠٢) في ا: الاجماع.

(١٠٣) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(١٠٤) في ط: فهل يتصور ذم الاجتماع.

(١٠٥) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٠٦) في ا: إجتماع شعار المولد.

(١٠٧) في ا، إليها.

(١٠٨) في ا: وقول.

(١٠٩) في ط: جوابه أن يقال أولاً إن ولادته.

(١١٠) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١١١) في ط: لنا.

(١١٢) في ط: الشرع.

(١١٣) العقيقة: عق عن ولده - من باب رد - إذا ذبح عنه يوم أسبوعه، وكذا إذا حلق عقيقته، وهي الشعر الذي يولد عليه كل مولود من الناس والبهائم، ومنه سميت الشاة التي تذبح عن المولود يوم اسبوعه عقيقة.

(١١٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(١١٥) في ا : وفرح بالمولد .

(١١٦) في ا : فلا .

(١١٧) في ط : الجزع.

(١١٨) في ا : هذه.

(١١٩) في ط : دون.

(١٢٠) هو : عبد الرحمن بن أحمد بن رجب السلامي البغدادي ثم الدمشقي، أبو الفرج، زين الدين، حافظ للحديث، من العلماء . ولد في بغداد ونشأ وتوفي في دمشق، ولد سنة ٧٣٦هـ، وتوفي سنة ٧٩٥هـ. من كتبه: شرح جامع الترمذي، وجامع العلوم والحكم، فضائل الشام وغيرهم (أنظر : ذيل طبقات الحفاظ للسيوطي، والمنهج الأحمد، وشذرات الذهب ٦ : ٣٣٩ ، والفهرس التمهيدي ٣٩٢ ، ٤٠٤ ، ٤١٤ ، ٥٤٩ ، والذيل على طبقات الحنابلة ، والدرر الكامنة ٢ / ٣٢١ ، والدارس ٢ / ٧٦ ، والأعلام ٣ / ٢٩٥) .

(١٢١) ما بين المعقوفتين سقطت من ط .

(١٢٢) ما بين المعقوفتين سقطت من ط .

(١٢٣) ما بين المعقوفتين سقطت من ط .

(١٢٤) هو : محمد بن محمد بن محمد بن الحاج، أبو عبد الله العبدري المالكي الفاسي، نزيل مصر، فاضل، تفقه في بلاده، وقدم مصر ، وحج، وكف بصره في آخر عمره وأقعد. وتوفي بالقاهرة سنة ٧٣٧هـ عن نحو ٨٠ عاماً ، له مدخل الشرع الشريف، وشموس الأنوار وكنوز الأسرار ، وبلوغ القصد والمنى في خواص أسما الله الحسنى (أنظر : الديباج المذهب ٣٢٧، والدرر الكامنة ٤ / ٢٣٧ ، وشجرة النور ٢١٨ ، والأعلام ٧ / ٣٥) .

(١٢٥) في ط : أسوق، وفي ا : أسرق.

(١٢٦) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٢٧) في ا : استعمال.

(١٢٨) في ط : يشتغلون في.

(١٢٩) ما بين المعقوفتين سقطت من ا .

(١٣٠) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٣١) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٣٢) في ط : بسيد الأولين والآخرين.

(١٣٣) في ا : وكان.

(١٣٤) في ط : العبادات.

(١٣٥) في ا : بشكر .

(١٣٦) ما بين المعقوفتين سقطت من ا وثبتت على هامش المخطوطة.

(١٣٧) أخرجه مسلم في صحيحه ٨ / ٥٢ عن أبي قتادة الأنصاري رضي الله عنه، أن رسول الله ﷺ سئل عن صوم الاثنين فقال: «فيه ولدت وفيه أنزل علي». وأخرجه الامام أحمد ٥ / ٢٩٧ ولفظه: «ذلك يوم ولدت فيه، وأنزل علي فيه». وأخرجه أبو داود في سننه، ابن حبان في صحيحه، والحاكم في المستدرك والطيالسي، وابن زنجويه، والبيهقي في شعب الإيمان، وأورده السيوطي في جمع الجوامع حديث رقم ١٤١١٠.

(١٣٨) أخرج الامام أحمد في مسنده والترمذي في سننه، وابن ماجة في سننه عن أبي سعيد الخدري، قال رسول الله ﷺ: «أنا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر، وبيدي لواء = الحمد ولا فخر، وما من نبي يومئذ ـ آدم فمن سواه ـ إلا تحت لوائي، وأنا أول من تنشق عنه الأرض ولا فخر، وأنا أول شافع، وأول مشفع ولا فخر». ورمز اليه السيوطي بالحسن في جمع الجوامع ١ / ٣٢٨.

(١٣٩) في ا: وللأمكنة.

(١٤٠) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(١٤١) في ا: ولا تشرف.

(١٤٢) أخرجه الامام البخاري في صحيحه، في كتاب بدء الخلق، باب ٦٢، وفي كتاب الصوم، باب ٧، وفي كتاب المناقب، وفي كتاب بدء الخلق، وفضائل القرآن، والأدب. ومسلم في الفضائل، والترمذي في الجهاد والنسائي في الصيام، وابن ماجة في الجهاد، والدارمي في المقدمة، وأحمد ١ / ٢٣١، ٢٨٨، ٣٢٦، ٣٦٣، ٣٦٧، ٣٧٣، ٦ / ١٣٠.

(١٤٣) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٤٤) في ا: غيرها.

(١٤٥) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٤٦) في ا: ولا شجرة الجزاء تخفيفاً عنهم.

(١٤٧) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٤٨) في ا: تعظم.

(١٤٩) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٥٠) في ا: لهذا الشهر واحتراماً.

(١٥١) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٥٢) في ا: الشريف.

(١٥٣) في ط: تسارعوا.

(١٥٤) في ا: غيرها.

(١٥٥) في ا: بل بعضهم يزعم أنه يثاب.

(١٥٦) في ا: المهيجت.

(١٥٧) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٥٨) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٥٩) في ا: الزوجات.

(١٦٠) في ا: النكه.

(١٦١) في ا: بنفس ذلك فقط.

(١٦٢) في ا: فيسعنا ما يسعهم.

(١٦٣) نقل السيوطي لكلام ابن الحاج جاء مضطرباً، فقد حذف منه الكثير مما أدى لاختلال المعنى.

(١٦٤) في ا: و.

(١٦٥) في ا: عمل.

(١٦٦) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٦٧) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٦٨) في ا: البدعة.

(١٦٩) في ط: في صدر الكتاب.

(١٧٠) في ا: فعل نية المولد.

(١٧١) في ا: جرى.

(١٧٢) في ا: إذ وجد.

(١٧٣) في ا: هذا هو.

(١٧٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٧٥) في ا: الموسم.

(١٧٦) في ا: بصفت.

(١٧٧) في ا: متغى.

(١٧٨) في ا: فيه.

(١٧٩) في ا: هذا يوم.

(١٨٠) أخرجه البخاري، في كتاب الصوم، باب ٦٩، وفي كتاب الأنبياء، باب ٢٤، وابن ماجة، في كتاب الصيام، باب ٤١. ومالك في الموطأ، في كتاب الصيام حديث ١٢٨. والإمام أحمد بن حنبل في المسند ١/ ٢٩١، ٣١٠، ٣٦٦؛ ٢/ ٣٥٩

(١٨١) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(١٨٢) في ا: كلمة غير مقروءة رسمت هكذا ٥أ أصول.

(١٨٣) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٨٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(١٨٥) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(١٨٦) في ا: ومن أن لم.

(١٨٧) في ا: لا يتمين للسرور.

(١٨٨) في السنن الكبرى ٩/ ٣٠٠. قال البيهقي: قال عبد الرزاق: إنما تركوا عبد الله بن محرر ـ وهو الذي روى عنه أنس عن قتادة عن عبد الله بن محرر ـ لحال هذا الحديث،

وفي مجمع الزوائد للهيثمي ٤ / ٥٩ : عن أنس رضي الله عنه أن النبي ﷺ عق عن نفسه بعدما بعث نبياً. قال الهيثمي: رواه البزار والطبراني في الأوسط، ورجال الطبراني رجال الصحيح خلا الهيثم بن جميل وهو ثقة، وشيخ الطبراني أحمد بن مسعود الخياط المقدسي ليس هو في الميزان. اهـ.

(١٨٩) في ط: تشريع.

(١٩٠) في ا: كذلك.

(١٩١) في ط: بالاجتماع وإطعام الطعام.

(١٩٢) هو: محمد بن عبد الله، شمس الدين الجزري الشافعي، متادب، متفقه، من أهل الجزيرة، رحل إلى عدن، وكتب بعض أعيانها إلى الملك المظفر (الرسولي) بتعز، مات بعد سنة ٦٦٠هـ، له (المختصر في الرد على أهل البدع (أنظر: تاريخ ثغر عدن ٢٢١، BROCKS.1:766، والإعلام للزركلي ٦ / ٢٣٣).

(١٩٣) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٩٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٩٥) ما بين المعقوفتين سقطت من (ا) وكتبت على الهامش.

(١٩٦) في ا: مولد الصاري.

(١٩٧) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(١٩٨) هو: جعفر بن تغلب بن جعفر الأدفوي، أبو الفضل، كمال الدين: مؤرخ، له علم بالأدب والفقه والفرائض والموسيقى. ولد في ادفو بصعيد مصر سنة ٦٨٥هـ، وتوفي في سنة ٧٤٨هـ. من كتبه: الطالع السعيد الجامع لأسماء نجباء الصعيد، والبدر الساخر وتحفة المسافر، والإمتاع بأحكام السماع وغيرهم. (أنظر: ديوان الإسلام، وآداب اللغة ٣ / ١٦٠، وشذرات الذهب ٦ / ١٥٣، والدرر الكامنة ١ / ٥٣٥، والبدر الطالع ١ / ١٨٢، والإعلام للزريكلي ٢ / ١٢٢، ١٢٣).

(١٩٩) سبقت ترجمته.

(٢٠٠) في (في ا: الشعبان).

(٢٠١) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(٢٠٢) في ا: تميز.

(٢٠٣) ما بين المعقوفتين سقطت من ط.

(٢٠٤) ما بين المعقوفتين سقطت من ا.

(٢٠٥) جاء في نهاية ط: تم الكتاب ولله الحمد والمنة.

٢۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق (١٠١٤ھ/١٦٠٦ء)

میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر صاحب شرح الشفا اور مشکوۃ ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب ''المورد الروی فی مولد النبی ﷺ'' میں انتہائی مدلل اور جامع گفتگو کی ہے۔ ہم افادۂ عام کے لئے اس کتاب کا ترجمہ مع عبارت دے رہے ہیں۔

أحمد الله الأزلي الأبدی ، علی ما أضاء النور الأحمدی ، وأشرف الضياء المحمدی المنعوت بالمحمود فی عالم الوجود ، وأفاء علی العرب والعجم بأنواع النعم وأصناف الجود ، وأهداه إلی الناس كافة إرسال هداية وهدية ، ورحمة ورأفة ، وهو الرحيم الودود ، بإبراء هذا المولود فی أحسن المورود ، وهو شهر ربيع الأول علی ما عليه المعول - ﷺ - وشرف وكرم وأحسن إليه ، وقربه واصطفاه لديه ، ولقد أحسن المقال من قال من بعض أرباب الخال :

هذا الشهر فی الإسلام فضل ومنقبة تفوق علی الشهور
فمولود به واسم ومعنی وآيات بهرن لدی الظهور[1]
ربيع فی ربيع فی ربيع ونور فوق نور فوق نور

بعثة النبی هدی للمؤمنين وحجة علی المشركين :

وقد قال تعالی فی القرآن العظيم والفرقان الحكيم : **﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رءوف رحيم ﴾[2]** وأظهر هذا الإخبار المتضمن لحصول الأنوار مُصَدَّرًا بالقسَم المقدر والمؤكد بحرف التحقيق -- إشارة إلی أن مجيئه - ﷺ - إليهم من علامات العناية وأمارات التوفيق ، والخطاب عام شامل للمؤمنين والكافرين ، ولكنه هدی للمتقين وحجة علی الآخرين ، كماء النيل ماء للمحبوبين ودماء للمحجوبين قائما إلی أن مجيئه موعود إليكم ، ومقصود لديكم بمقتضی قوله تعالی : **﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَاىَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ ٥ وَالَّذِينَ كَفَرُواْ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾[3]** وفی الإتيان بإن الشرطية المؤكدة بها المزيدة فی إتيان الرسول ، ومجيئه المقبول دلالة كاملة ، وعلامة شاملة إلی أن بعث الرسول

---

(١) وقع من الآيات والمعجزات فی يوم مولد الرسول - ﷺ - وهی كثيرة نذكر منها : خرور كثير من الأصنام ليلتئذ لوجوهها وسقوطها عن أماكنها ، وظهور النور فی المنزل الذی ولد فيه والنور الذی أضاء له قصور الشام حين ولد ، ودنو النجوم ، وسقوطه - ﷺ - جاثيا رافعا رأسه إلی السماء ، وارتجاس إيوان كسری وسقوط شرفاته وكما خمدت نار فارس ولم تخمد قبل ذلك بألف عام ، وغاضت بحيرة ساوة .

(٢) التوبة : ١٢٨ .

(٣) البقرة : ٣٨ ، ٣٩ .

ليس بواجب عليه سبحانه إلا بموجب وعده وفضله وكرمه على عباده ، وفيه إشعار بأنه لولا إرسالنا إياه بالمجيء إليكم لما انتزع عن مرتبته ، ولا نزل باختباره عليكم فإنه من المقربين إلينا ومن المعظمين لدينا ، وهو لا يحب الغيبة عن حضرة الحق بالإقبال والتوجه إلى الخلق ، أما ترى إلى « أبان الخاص » حيث كان من عبيد « الخوّاص »[1] كلما عرض عليه تسيُّده وسلطانه فى المناصب الجليلة لم يقبله وأقبل على إقبال الحضرة العلية لكنه - ﷺ - ترك ما يريد لما يختاره تعالى ويريد كما هو شأن المراد والمريد وقد قال قائلهم :

أريد وِصاله ويُريد هَجري ... فأترك ما أريدُ لما يُريد

فهذه مرتبة أهل الكمال من أرباب الأحوال الجامعين بين تجليات الجمال والجلال الفانين عما سواه فى الإدبار والإقبال .

وكذا لما قيل لأبى يزيد[2] ما تريد ؟ قال : أريد أن لا أريد[3]

وقد قال بعض أرباب التوفيق من أصحاب التحقيق والتدقيق : هذه أيضا إرادة عند الصوفية السادة إذ إرادة عدم الإرادة من باب الزيادة تلميحًا إلى مقام الفناء عن السوى ، وحالة التسليم والرضا فى قضاء القضا .

ثم التنوين فى ﴿ رسولٌ ﴾ للتعظيم المحتوى للتكريم فكأنه تعالى قال : لقد جاءكم رسول من أنفسكم كريم من رب كريم بكتاب كريم فيه دعاء إلى روح وريحان وجنات نعيم وزيادة بشارة إلى لقاء كريم ، وإنذار عن الحميم والجحيم كما قال عز وجل : ﴿ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴾[4].

---

(١) الخوأص : هو إبراهيم بن أحمد بن إسماعيل ، أبو إسحاق الخواص ، والخواص : بائع الخوص . كان صوفى من كبار المشايخ فى عصره . فهو من أقران الجنيد ، له كتب قاله الخطيب البغدادى ، وقال عنه أبو نعيم فى الحلية : إبراهيم الخواص من المتبتلين المتوكلين ، تبتل عن الخلق وتوكل على الحق ، له فى التوكل المشهور والذكر المنشور ، مات ٢٩١ هـ فى جامع الرى . انظر : الأعلام للزركلى (٢٨/١) وحلية الأولياء (١٠ ٣٢٥) ، تاريخ بغداد (٧/٦) .

(٢) أبو يزيد البسطامى ، اسمه طيفور بن عيسى البسطامى مولده ١٨٨ هـ ٨٠٤ م ، كان من كبار الزهاد المشهورين له أخبار كثيرة ، كان ابن عربى يسميه أبا يزيد الأكبر نسبته إلى بسطام ؛ بلدة بين العراق وخراسان ، توفى بها ومن المستشرقين من يرى أنه كان يقول بوحدة الوجود وأنه أول قائل بمذهب الفناء Nirvana . انظر : طبقات الصوفية (١٧ - ٧٤) ميزان الاعتدال (٤٨١/١) ، حلية الأولياء (٣٣/١٠) ، وفيات الأعيان (١ ٢٤٠) والأعلام (٢٣٥/٢) .

(٣) أورد نحوه أبو نعيم فى حلية الأولياء (١٠ ٣٩) .

(٤) الحجر : ٤٩ ، ٥٠ .

مقدمہ

میں ازلی ابدی اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ اس نے نورِ احمدی ﷺ کو چمکایا اور ضیاء محمدی ﷺ کو عالم وجود میں بلند تر کیا۔ جس کی تعریف عالم وجود میں محمود سے کی گئی اور عرب و عجم پر طرح طرح کی نعمتیں اور قسم قسم کی سخاوتیں نچھاور کیں۔ اور آپ ﷺ کو تمام لوگوں کیلئے موجب ہدایت و تحفہ، رحمت و رأفت بنا کر بھیجا، وہی رحم فرمانے والا محبت فرمانے والا جس نے اس مولود (پیدا ہونے والے) کو بہترین ٹھکانے میں پیدا فرمایا اور وہ ربیع الاوّل کا مہینہ ہے جیسا کہ اس پر اتفاق امت ہے اللہ پاک نے آپ ﷺ کو شرف و کرم بخشا اور آپ ﷺ پر احسان و انعام فرمایا، اپنی قربت عطا کی اور اپنا برگزیدہ کیا۔

ایک صاحبِ حال نے کیا خوب فرمایا ہے۔

''اسلام میں اس مہینے کو فضیلت اور شان حاصل ہے۔ جو دوسرے مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ سو اس میں پیدا ہونے والے کا نام بھی محمد (قابل تعریف) اور معنی (ستودہ ذات و صفات) بھی قابل تعریف اور آپ کے ظہور کے وقت کئی نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ بہار میں بہار، بہار میں بہار، اور نور پر نور، نور پر نور۔''

بعثت مصطفیٰ ﷺ مسلمانوں کے لیئے ہدایت اور مشرکوں پر حجت ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم اور فرقان حکیم میں فرمایا: ﴿بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے

ہیں۔﴾ (القرآن، التوبہ، ۹: ۱۲۸)

اور اس خبر سے ظاہر ہے جو کہ مخفی انواع کے ساتھ صادر ہوتے ہوئے حصول انوار پر مشتمل ہے اور حرفِ تحقیق کے ساتھ اس کو تاکیداً بیان کیا گیا ہے، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کا ان کے پاس آنا علاماتِ عنایت اور بلندیوں کی توفیق میں سے ہے۔ اور یہ خطاب عام ہے جو کہ مؤمنوں اور کافروں کو شامل ہے لیکن یہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور دوسروں کے لئے حجت ہے، جس طرح کہ نیل کا پانی محبوبوں کے لئے پانی ہے اور مجوبوں کے لئے خون ہے۔ یہاں تک کہ تمہارے پاس آپ ﷺ کی تشریف آوری کا وعدہ پورا ہوا اور اس کا مقصود تمہارے سامنے اس فرمان الٰہی میں مقتضی ہے:

﴿اور پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جن لوگوں نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ان پر نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے o اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے o﴾ (القرآن، البقرة، ۲: ۳۸، ۳۹)

إن شرطیہ موکدہ زائدہ کو رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے میں استعمال کرنا کامل دلالت اور شامل علامت ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں مگر اس کا وعدہ پورا کرنا اس کے فضل اور بندوں پر کرم کرنے کی بناء پر ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر ہم نبی پاک ﷺ کو تمہارے پاس نہ بھی بھیجتے تو آپ کے اپنے درجے میں کوئی کمی نہ آتی اور حضور ﷺ تمہاری خوبیوں کی وجہ سے تمہارے پاس تشریف نہیں لائے کیونکہ وہ تو ہماری بارگاہ میں مقرب اور ہمارے ہاں معظم ہیں اور وہ مخلوق کی طرف متوجہ ہوکر بارگاہِ خداوندی سے غائب ہونا پسند نہیں کرتے تم نے ''اُبان الخاص'' کو نہ دیکھا جو ابراہیم الخواصؒ کے غلاموں میں سے تھے ان پر جب بھی حکومت کے عہدے اور مناصبِ جلیلہ پیش کئے جاتے آپ انہیں قبول نہ کرتے اور بارگاہ ایزدی کی طرف متوجہ رہتے لیکن حضور ﷺ نے اپنے ارادے کو حق تعالیٰ کے منشاء و ارادہ کے سامنے ترک کر دیا جیسا کہ شان ہے مراد اور مرید کی کسی نے کیا خوب کہا۔

''میں تو دوست سے ملنا چاہتا ہوں اور وہ میری جدائی چاہتا ہے سو میں اپنے ارادے کو اس

کے ارادے پر قربان کر دیتا ہوں۔''

یہ ہے مرتبہ اربابِ احوال میں سے اہلِ کمال کا جو تجلیاتِ جمال وجلال کے جامع ہوتے ہیں اور محبوب حقیقی کے ماسوا کی طرف رخ کرنے یا پیٹھ کرنے سے فانی ہوتے ہیں۔

یونہی بایزید بسطامیؒ (ان کا نام طیفور بن عیسی بسطامی تھا اور پیدائش ۱۸۸ ھجری مطابق ۸۰۴ عیسوی ہے اور بسطام ایک شہر ہے عراق اور خراسان کے درمیان وہیں آپکی وفات ہوئی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ وحدت الوجود کے قائل تھے اور مذہب فنا کے بانی) ان سے جب پوچھا گیا کہ کیا چاہتے ہو انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی ارادہ نہ ہو۔

بعض اہلِ تحقیق وتدقیق نے ان دونوں باتوں میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ صوفیائے کرام کے ہاں یہ بھی ایک ارادہ ہے کیونکہ عدم ارادہ کا ارادہ کرنا بھی ماسوا سے نفی کی طرف اشارہ ہے اور یہ حالتِ تسلیم و رضا بالقضا کی طرف اشارہ ہے (یعنی اس کے فیصلوں کے سامنے ہمارا سرِ تسلیم خم ہے) پھر ''رَسُوْلٌ'' کی تنوین تعظیم وتکریم کیلئے ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یقیناً تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جو تمہیں میں سے ہیں۔ جو کریم ہے ربِ کریم کی طرف سے کتابِ کریم کے ساتھ۔ اس میں گویا دعا ہے راحت کی طرف، پھولوں کی طرف، نعمتوں بھرے باغات کی طرف اور اس سے بڑھ کر ربِ کریم کی ملاقات کی بشارت ہے اور اس کے اندر جہنم کی گرمی سے ڈرایا جا رہا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿(اے حبیب) آپ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں ہی بے شک بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہوں○ اور (اس بات سے بھی آگاہ کر دیجئے) کہ میرا ہی عذاب بڑا دردناک عذاب ہے۔﴾ (القرآن، الحجر، ۱۵: ۴۹، ۵۰)

● فضل النبي على سائر النبيين :

ومن عظمة هذا الرسول أنه أخذ الميثاق من الأنبياء الكرام والرسل العظام أن كل من أدرك وقت مجيئه بالرسالة – على جهة العظمة والجلالة – أمن به ، ونصره ، وأظهر كماله كما أشار إليه المفسرون فى قوله تعالى : ﴿ **وإذ أخذ الله ميثاق النبيين لما ءاتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه** ﴾[1] وقد هدى عليه السلام إلى هذا المقام العالى بقوله : « **لو كان موسى حيا لما وسعه إلا اتباعى** »[2] وأومأ إلى ذلك بل إلى أنه فوق ما هنالك فى المرتبة بقوله : « **آدم ومن دونه تحت لوائى يوم القيامة** »[3] ثم كأنه سبحانه يقول : اعلموا أنه – ﷺ – ما جاءكم إلى جانبكم إلا باعتبار القالب الصورى على وجه الظهور النورى ، ولكنه بإعتبار القلب الحضورى واقف عند بابها حاضر فى جنابنا لا يغيب من البين لمحة عين فهو مجمع البحرين ، لأنه غريب عندكم وقريب إلينا ، وبائن عنكم وكائن علينا ، وفُرَشِيّ معكم وعَرْشِيّ لدينا ، ومع هذا مرجعه إلى الحضرة وإن طالت الغيبة ، كما هو شأن الرسول بالنسبة إلى المرسل بعد حصول المقصد الموصل ففيه خرج الهنا بالعزاء على ما عليه جميع نعيم الدنيا بظهور البقاء وتعقيب الفناء .

ومن الغريب أنهما وقعا فى موسم واحد وربيع متحد على السواء كما وقع من عجائب التاريخ أن عرس « **ميمونة** » – رضى الله عنها – كان بسرف[4] حيث

---

(١) آل عمران : ٨١ .

(٢) أخرجه أحمد فى المسند (٣٨٧/٣) والبزار كما فى مجمع الزوائد للهيثمى (١٧٣/١) وقال الهيثمى : فيه مجالد بن سعيد ضعفه أحمد ويحيى بن سعيد وغيرهما ، وابو يعلى كما فى الدر المنثور للسيوطى (٤٨/٢) ، والحديث عن جابر قال : قال رسول الله – ﷺ – : « لا تسألوا أهل الكتاب عن شىء فإنهم لن يهدوكم وقد ضلوا إنكم إما أن تصدقوا بباطل ، وإما أن تكذبوا بحق وإنه والله لو كان موسى حيا بين أظهركم ما حل له إلا أن يتبعنى » .

(٣) أخرجه أحمد فى المسند (٢٨١/١ ، ٢٩٥) ، والترمذى فى سننه ، كتاب المناقب ، باب فضل النبى – ﷺ – (١٠٢/١٣ ، ١٠٣) وقال : حسن صحيح وقد روى بهذا الإسناد عن أبى نضرة عن ابن عباس عن النبى – ﷺ – : « أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وبيدى لواء الحمد ولا فخر وما من نبى يومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائى وأنا أول من تنشق عنه الأرض ولا فخر » .

(٤) سرف : موضع بالقرب من مكة ، تزوج به رسول الله – ﷺ – ميمونة بنت الحارث ، وقال عبيد الله بن قيس :

سرفٌ منزل لمسلمة فالظهر ... أن منا منازلٌ فالقصيمْ

نبی پاک ﷺ کی فضیلت باقی انبیاء پر

اور اس رسول پاک ﷺ کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ تمام معزز نبیوں اور بڑے بڑے رسولوں سے یہ پکا وعدہ لیا گیا کہ جو بھی آپ ﷺ کی رسالت کا زمانہ پائے آپ ﷺ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی مدد کرے۔ اور آپ ﷺ کے کمالات کو اس طرح ظاہر کیا جیسا کہ اس کی طرف مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت اشارہ کیا: ﴿اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کردوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانیوالا ہو جو تمہارے ساتھ ہونگی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔﴾ (القرآن، ال عمران، ۳: ۸۱)

اور آپ ﷺ اپنے اس فرمان سے مقامِ بلند کی راہنمائی فرمائی: ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو چارہ نہ ہوتا۔'' اور اسی کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ کیا بلکہ اس سے بھی اونچے مقام کی طرف اپنے اس فرمان سے: (آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام مخلوق قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوگی۔) پھر گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں معلوم ہو کہ حضور نبی اکرم ﷺ تمہاری طرف محض جسمانی پیکر کے اعتبار سے ظہورِ نوری کے طور پر تشریف لائے ہیں اور ہماری بارگاہ میں حاضر ہیں اور لمحہ بھر بھی اس اثناء میں درمیان سے غائب نہیں ہوتے۔ سو آپ ﷺ مجمع البحرین (دوسمندروں کے ملنے کی جگہ) ہیں کیونکہ تمہارے ہاں اجنبی اور ہمارے قریب ہیں۔ تم سے جدا اور ہماری طرف متوجہ ہیں تمہارے ساتھ فرشی (قریشی) اور ہمارے ہاں عرشی۔ اور اس کے باوجود انہوں نے حضرتِ الٰہیہ کی طرف لوٹنا ہے اگرچہ غیبت کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو جیسے کہ قاصد اور اس کے بھیجنے والے کا تعلق مقصد حاصل ہونے کے بعد۔ یہاں خوشی اور غم دونوں کا ظہور ہے جیسا کہ دنیا کی تمام نعمتیں جب باقی ہوں اور فناء ہونے کے بعد۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دونوں (میلاد اور وفات) ایک ہی موسم یعنی ربیع الاول میں واقع ہوئیں جیسے کہ عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ رسول اللہ سے ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کی شادی مقام سرف

بنى بها وهنّاها ووقع فيه موتها ودفنها وعزاها ، فسبحان الحى الذى لا يموت ، ولا يفوت ولا يحول ولا يحول والحمد لله الذى أحيانا بالإسلام ، وجعلنا من أمة محمد - عليه الصلاة والسلام - الذى هو متمنى الأنبياء الكرام فمجيئه - عليه الصلاة والسلام - من تمام النعمة وغاية الإكرام ، وجب الإقبال والاستقبال فى زمان الأشكال ومكان الإيصال ، وقد جمع الله تعالى من محض الأفضال بين حصول النعمتين العظيمتين لأهل البقعتين الكريمتين أعنى الحرمين الشريفين ، والمحلين المنيفين ، زادهما الله تشريفا وتكريما ومهابة وتعظيما حيث وقع المولد المكرم بمكة الأمينة ، والمدفن المعظم فى المدينة السكينة على ساكنها من الصلاة أوصلُها ، ومن التحيات أكملُها ، وقد قام أهل كل بما هو أهل له ، وفعل كل من الجميل ما هو ميسر ، وسهل له من زيارة المولد والمولود وحصل لهم غاية الفوز ونهاية المقصود .

● الاحتفال بالمولد النبوى لم ينقل عن أحد من السلف فى القرون الثلاثة الأولى :

قال شيخ مشايخنا الإمام العلامة الحبر البحر الفهامة شمس الدين محمد السخاوى[1]- بلغه الله المقام العالى - : وكنت ممن تشرف بإدراك المولد فى مكة المشرفة عنده سنين وتعرف ما اشتمل عليه من البركة المشار لبعضها بالتعيين ، وتكررت زيارتى فيه لمحل المولد المستفيض ، وتصورت[2] فكر فيما هنالك من الفخر الطويل العريض . قال[3]: وأصل عمل المولد الشريف لم ينقل عن أحد من السلف الصالح فى القرون الثلاثة الفاضلة" وإنما حدث بعدها بالمقاصد الحسنة ، والنية التى للإخلاص شاملة ، ثم لازال أهل الإسلام فى سائر الأقطار والمدن العظام يحتفلون فى شهر مولده - ﷺ - وشرف وكرم بعمل الولائم البديعة ، والمطاعم المشتملة

---

(١) محمد بن عبد الرحمن بن محمد ، شمس الدين السخاوى : مؤرخ ، عالم بالحديث والتفسير والأدب ، أصله من سخا - إحدى قرى مصر - مولده ٨٣١ هـ بالقاهرة ووفاته بالمدينة عام ٩٠٢ هـ . له مؤلفات كثيرة بلغت مئتين ، انظر : الأعلام للزركلى (١٩٤/٦) ، شذرات الذهب (١٥/٨) .

(٢) أى شاهدت ما هنا لك من احتفال بالمولد النبوى .

(٣) قال السخاوى هذا النص فى كتاب الفتاوى ، راجع كتاب الباعث على إنكار البدع والحوادث (ص/٣٦) .

مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ) پر ہوئی اور وہیں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور وہیں آپ رضی اللہ عنہا دفن ہوئیں تو پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ زندہ ہے جو کبھی مرے نہ فنا ہو نہ اپنے اصول سے ہٹے سو اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں اسلام کے ساتھ زندہ رکھا اور ہمیں محمد ﷺ کا امتی بنایا جن کی تمنا تمام نبیوں نے کی سو آپ ﷺ کا تشریف لانا نعمت کا کمال اور انتہائی عزت افزائی ہے لازم ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اور اس کا میلاد پاک کے موسم میں استقبال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے حرمین شریفین کے لوگوں کے لئے ان دونوں نعمتوں کو جمع فرمادیا کہ میلاد پاک کو مکہ معظمہ میں اور روضہ پاک ﷺ مدینہ طیبہ میں۔ یہاں رہنے والے آقا پر پہنچنے والے اور کامل ترین سلام اور ہر آدمی جس خدمت کا اہل تھا وہ اس کے لئے کوشاں ہوا اور ہر کام جو کر سکتا تھا اس نے کیا اور جو اچھی سے اچھی خدمت ممکن تھی وہ بجالایا اور لوگوں کیلئے آپ ﷺ کی جائے پیدائش اور روضۂ پاک کی زیارت آسان ہوگئی اور ان کو انتہائی کامیابی اور غایت مقصود حاصل ہوا۔

محفل میلاد ﷺ پہلی تین صدیوں میں کس سے منقول نہیں

ہمارے مشائخ کے شیخ امام علامہ سمندر جیسے علم کا عالم، صاحب فہم شمس الدین محمد السخاوی (اللہ ان کو مقامِ بلند تک پہنچائے) نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں کئی سال تک میں محفلِ میلاد کی شرکت سے مشرف ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ محفل پاک کتنی برکتوں پر مشتمل ہے اور بار بار میں نے مقامِ مولد کی زیارت کی اور میری سوچ کو بہت فخر حاصل ہوا۔ فرمایا مولد شریف کے عمل کی اصل تین فضیلت والے زمانوں میں کسی بزرگ سے منقول نہیں۔ اور یہ عمل بعد میں نیک مقاصد کے حصول کیلئے شروع ہوا اور اس میں خلوصِ نیت شامل ہے پھر ہمیشہ اہلِ اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں حضور ﷺ کے میلاد کے مہینے میں محفلیں برپا کرتے ہیں اور عجیب وغریب رونقوں اور نئے نئے عمدہ کھانوں کا اہتمام کرتے ہیں

على الأمور البهية والبديعة ، ويتصدقون فى لياليه بأنواع الصدقات ، ويظهرون المسرات ويزيدون فى المبرات ، بل يعتنون بقراءة مولده الكريم ، ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عظيم عميم ، بحيث كان مما جرب كما قال الإمام شمس الدين بن الجزرى المقرى[1]: أنه أمان تام فى ذلك العام وبشرى تعجل بنيل ما ينبغى ويرام .

● احتفال أهل مصر والشام بالمولد النبوى الشريف :

قال : فأكثرهم بذلك عناية أهل مصر والشام ، ولسلطان مصر فى تلك الليلة من العام أعظم مقام . قال : ولقد حضرت فى سنة خمس وثمانين وسبعمائة ليلة المولد عند الملك الظاهر برقوق[2]– رحمه الله – بقلعة الجبل العليَّة ، فرأيت ما هالنى وسرنى وما ساءنى ، وحرَّرْتُ ما أنفق فى تلك الليلة على القراء والحاضرين من الوعاظ والمنشدين وغيرهم من الأتباع والغلمان والخدام المترددين بنحو عشرة آلاف مثقال من الذهب ما بين خِلَع[3] ومطعوم ومشروب ومشموم وشموع وغيرها ما يستقيم به الضلوع ، وعددت فى ذلك خمسا وعشرين من القراء الصيتين[4] المرجو كونهم مثبتين ، ولا نزل واحد منهم إلا بنحو عشرين خِلعة من السلطان ومن الأمراء الأعيان .

قال السخاوى : قلت : ولم يزل ملوك مصر خدام الحرمين الشريفين ممن وفقهم الله لهدْم كثير من المناكير والشين[5] ونظروا فى أمر الرعية كالوالد لولده ، وشهروا أنفسهم بالعدل ، فأسعفهم الله بجنده ومدده كالملك السعيد الشهيد الظاهر المصدق

---

(١) ابن الجزرى : هو محمد بن محمد بن على بن يوسف ، ابو الخير ، شمس الدين العمرى الدمشقى الشافعى ، معروف بابن الجزرى ، كان شيخ القراء فى زمانه ، من حفاظ الحديث ، ولد ونشأ فى دمشق ، بنى بها مدرسة ، سماها : دار القرآن ، رحل إلى مصر وبلاد الروم . ترك مؤلفات جمة ، انظر : الأعلام للزركلى (٧/٤٥) .

(٢) برقوق بن أنص ويقال : ابن أنس العثمانى ، أبو سعيد ، أول من ملك مصر من الشراكسة ، لُقب بالملك الظاهر ، حكم مصر والشام ، وقام بأعمال من الإصلاح ، انتزع منه الملك ، ٧٩١ على يد الصالح ، ولكن هزم الصالح فى الشام ثم عاد إلى مصر سلطانا سنه ٧٩٢ هـ قال عنه السخاوى : كان طماعاً جداً لا يقدم على جمع المال شيئا . انظر : الاعلام (٢/٤٨) .

(٣) خلَع : جمع خِلْعة ، وهى ما يخلعه السطان على منْ يريد مكافأته من ملابس سلطانية .

(٤) أى القراء المعروفين المشهورين . ذوى الصِّيت والصوت الحسن .

(٥) الشين : العيوب ، فيقال : شانه أى عابه .

اور ان دنوں طرح طرح کے صدقات و خیرات کے ذریعے خوشیوں کا اظہار اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کے میلاد پاک کو کار ثواب سمجھتے ہیں اور ان پر اس کی برکتیں اور عام فضل و کرم ظاہر ہوتا ہے اس سب کا تجربہ ہو چکا ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن الجزری المقری نے فرمایا کہ محفل میلاد پورے سال کیلئے امن و امان اور مقاصد حاصل کرنے کیلئے مجرب نسخہ ہے۔

مصر اور شام کے لوگوں کا میلاد ﷺ منانا

اس طرف زیادہ توجہ مصر اور شام کے لوگوں نے دی ہے اور سال کی ان راتوں میں بادشاہِ مصر بلند مقام پر فائز ہوتا ہے۔ فرمایا ''میں سن ۷۸۵ھ میلاد کی رات بادشاہ الظاہر برقوق'' کی منعقد کردہ ایک محفلِ میلاد میں حاضر ہوا جو ایک اونچے پہاڑ کے اوپر واقع قلعہ میں منعقد ہوئی میں نے جو منظر دیکھا اس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا اور میں اس سے بڑا خوش ہوا اور مجھے اس میں کوئی برائی نظر نہیں آئی اور جو کچھ اس رات میں قراء، حاضرینِ مجلس، واعظین اور نعت خوانان دوسرے پیروکار لڑکے اور خدّام جو شریکِ محفل تھے ان پر اس رات جو کچھ خرچ کیا گیا وہ تقریباً دس ہزار مثقال سونا تھا جس میں ہر ایک کو خلعت، کھانے، مشروبات، خوشبوئیں اور شمعیں وغیرہ کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ اور میں نے پچیس خوش آواز قراء کو شمار کیا جو ان محافل میں ہمیشہ رہتے تھے۔ بادشاہ، امراء اور اعیان سلطنت کی طرف سے کسی کو بھی بیس خلعتوں سے کم نوازا نہیں گیا۔

علامہ سخاویؒ نے کہا مصر کے بادشاہ ہمیشہ حرمین شریفین کے حقیقی خادم رہے ہیں اور اللہ کی توفیق سے انہوں نے بہت ساری برائیوں اور خرابیوں کا خاتمہ کیا۔ بادشاہ رعایا کا ایسے خیال رکھتا ہے جیسے باپ اپنی اولاد کا خیال رکھتا ہے اور انہوں نے اپنے آپ کو عدل وانصاف کے لیے وقف کر رکھا تھا سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے لشکر اور مدد سے قوت دی جیسے کہ بادشاہ نیک بخت وشہید ظاہر المصدق ابُو سعید جقمق محفلِ میلاد کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور ہمیشہ اپنے نبی پاک ﷺ کے راستے کی طرف متوجہ رہتے تھے ان کے دورِ حکومت میں قراء کی جماعت یقیناً تیس سے

أبي سعيد جقمق[١] يعتنون به ويتوجهون لطريق نبيه بحيث ارتقت جوق[٢] القراء في أيامه بيقين للزيادة على الثلاثين فذكروا بكل جميل وكفوا من المهمات كل عريض وطويل .

● كيف كان ملوك الأندلس يحتفلون بالمولد ؟ :

وأما ملوك الأندلس والغرب فلهم فيه ليلة تسير بها الركبان يجتمع فيها أئمة العلماء الأعلام فمن يليهم من كل مكان وعلوا بين أهل الكفر كلمة الإيمان ، وأظن أهل الروم لا يتخلفون عن ذلك ، اقتفاء بغيرهم من الملوك فيما هنالك .

● الاحتفال في بلاد الهند :

وبلاد الهند تزيد على غيرها بكثير كما أعلمنيه بعض أولى النقد والتحرير .

● احتفال العجم :

قلت : وأما العجم فمن حيث دخل هذا الشهر المعظم والزمان المكرم لأهلها مجالس فخام من أنواع الطعام للقراء الكرام وللفقراء من الخاص والعام ، وقراءات الختمات والتلاوات المتواليات والإنشادات المتعاليات ، وأنواع السرور وأصناف الحبور[٣] حتى بعض العجائز - من غزلهن ونسجهن - يجمعن ما يقمن بجمعه الأكابر والأعيان وبضيافتهن ما يقدرن عليه في ذلك الزمان ، ومن تعظيم مشايخهم وعلمائهم هذا المولد المعظم والمجلس المكرم أنه لا يأباه أحد في حضوره ، رجاء إدراك نوره وسروره .

وقد وقع لشيخ مشايخنا مولانا زين الدين محمود الهمداني النقشبندي - قدس الله سره العلي - أنه أراد سلطان الزمان وخاقان الدوران هما يون باد شاه تغمده الله وأحسن مثواه أن يجتمع به ويحصل له المدد والمدد بسببه فأباه الشيخ ، وامتنع

---

(١) جقمق العلائي الظاهري سيف الدين ، أبو سعيد : من ملوك دولة الشراكسة بمصر والشام والحجاز ، ولى أعمالاً في دولتي الملك المؤيد ، ثم آلت له السلطة ، وانتظم له الأمر إلى أن توفى بالقاهرة ، عاش نيفا و ٨٠ سنة ، قال عنه ابن إياس : كان ملكاً عظيما جليلا متواضعا كريما ، كان فصيحاً بالعربية ، انظر : شذرات الذهب (٢٩١/٧) والأعلام (١٣٢/٢) .

(٢) الجوق : الجماعة من الناس .

(٣) الحبور : النعمة وسعة العيش ، وفي ذكر أهل الجنة ، فرأى ما فيها من الحبرة والسرور ، ويقال : حبرت الشيء تحبيرًا إذا حسنته .

اوپر تھی سو ہر خوبی کے ساتھ ان کو یاد کیا جاتا ہے اور ہر بری چوڑی پریشان کن باتوں سے ان کو بچایا جاتا ہے۔

اندلس (اسپین) کے بادشاہ محفل میلاد ﷺ کیسے مناتے تھے

اندلس اور مغرب (یورپ) کے بادشاہ اس رات کو شاہسواروں کے ساتھ محفلِ میلاد ﷺ میں شامل ہوتے اس محفل میں بڑے بڑے علماء ائمہ اور ان کے ساتھی ہر جگہ سے جمع ہوتے اور کافروں کے درمیان کلمۂ ایمان بلند کرتے میرے خیال میں رومی بھی اس سے پیچھے نہیں رہتے تھے اور باقی بادشاہوں کے ساتھ قدم بقدم چلتے۔

ہندوستان مین محفل میلاد ﷺ

ہندوستان کے لوگ جیسا کہ مجھے بعض نقدو جرح کرنے والے اور لکھنے والوں نے بتایا دوسروں سے بہت آگے تھے۔

عجم میں محافل میلاد ﷺ

رہ گیا عجم تو جب بھی یہ عظیم الشان مہینہ اور قابلِ احترام وقت آتا ہے یہاں کے لوگ بڑی بڑی محفلیں سجاتے ہیں قسم قسم کے کھانے قراء کرام اور خاص و عام فقراء کیلئے تیار کرتے ہیں۔ ختم، مسلسل تلاوتیں، اعلیٰ قسم کی نعتیں، طرح طرح کی خوشیاں اور قسم قسم کی نعمتوں کا اہتمام کرتے ہیں حتی کہ بعض بوڑھی عورتیں چرخہ کات کر اور کپڑا بن کر بڑے بڑے اجتماعات کا اہتمام کرتی ہیں جن میں بڑے بڑے بزرگ شامل ہوتے ہیں اور ایسی ضیافتیں اس موسم میں کرتی ہیں جو ان کے بس میں ہوں۔ یہاں کے مشائخ اور علماء اس قابلِ تعظیم محفلِ میلاد اور قابلِ تکریم مجلس کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا اور ہر ایک اس کا نور و سرور حاصل ہونے کا امیدوار ہوتا ہے۔

ہمارے شیخ المشائخ مولانا زین الدین محمود ہمدانی نقشبندیؒ کا واقعہ ہے کہ سلطان زمان، خاقان دورانِ ہمایوں بادشاہ (اللہ تعالیٰ اس پر رحم وکرم کرے اور اس کو اچھا ٹھکانہ دے) نے ارادہ کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہوجائے اور اس سلسلہ میں اس کو شیخ کی مالی امداد کا موقع مل جائے لیکن شیخ نے اس کا انکار کردیا اور یہ بات بھی رد کردی کہ

أيضا أن يأتيه السلطان استغناء بفضل الرحمن فألح السطان على وزيره بيرم خان بأنه لابد من تدبير للاجتماع فى المكان ولو فى قليل من الزمان ، فسمع الوزير أن الشيخ لا يحضر فى دعوة من هناء وعزاء إلا فى مولد النبى - عليه السلام - تعظيما لذلك المقام ، فأنهى إلى السلطان فأمره بتهيئة أسبابه الملوكانية فى أنواع الأطعمة والأشربة ومما يتمم به ويبخر فى المجالس العلمية ، ونادى الأكابر والأهالى ، وحضر الشيخ مع بعض الموالى. فأخذ السلطان الإبريق بيد الأدب ومعاونه التوفيق والوزير أخذ الطست من تحت أمره رجاء لطفه ونظره وغسلا يدا الشيخ المكرم وحصل لهما ببركة تواضعهما لله ولرسوله - ﷺ - المقام المعظم والجاه المفخم[1].

● احتفال أهل مكة بالمولد النبوى الشريف :

قال السخاوى : وأما أهل مكة معدن الخير والبركة فيتوجهون إلى المكان المتواتر بين الناس أنه محل مولده وهو فى « **سوق الليل** » رجاء بلوغ كل منهم بذلك المقصد ويزيد اهتمامهم به على يوم العيد حتى قلَّ أن يتخلف عنه أحد من صالح وطالح ، ومقل وسعيد سيما « **الشريف صاحب الحجاز** » بدون توارٍ وحجاز .

قلت : الآن سيماء الشريف لإتيان ذلك المكان ولا فى ذلك الزمان ، قال : وجود قاضيها وعالمها البرهانى الشافعى - رحمه الله تعالى - إطعام غالب الواردين وكثير من القاطنين المشاهدين فاخر الأطعمة والحلوى ، ويمد للجمهور فى منزله صبيحتها سماطا جامعًا رجاء لكشف البلوى ، وتبعهُ ولده الجمالى فى ذلك للقاطن والسالك . قلت : أما الآن فما بقى من تلك الأطعمة إلا الدخان ، ولا يظهر مما ذكر إلا بريح الريحان فالحال كما قال :

أما الخيام فإنها كخيامهم ... وأرى نساء الحى غير نسائهم

● احتفال أهل المدينة بالمولد النبوى الشريف :

ولأهل المدينة - كثرهم الله تعالى - به احتفال وعلى فعله إقبال وكان للملك المظفر صاحب « **أربك** » - رحمه الله - بذلك فيها أتم العناية واهتماما بشأنه جاوز الغاية فأثنى عليه به العلامة أبو شامة[2] أحد شيوخ النووى السابق فى الاستقامة

(١) البركة من الله وحده سبحانه وتعالى ، وروى أن الصحابة كان يتبركون بالنبى - ﷺ - ، أما التبرك بالصالحين والمشايخ فالله أعلم بذلك .

(٢) هو الإمام العلامة شيخ الإسلام شهاب الدين عبد الرحمن بن إسماعيل بن إبراهيم المقدسى الدمشقى =

بادشاہ خود ان کے پاس یہ مدد لے کر حاضر ہو اللہ رحمان کے فضل وکرم سے استغناء کا یہ عالم تھا۔ اب بادشاہ نے اپنے وزیر بیرم خان سے کہا کہ اس جگہ محفلِ میلاد کا اہتمام لازمی ہے اگرچہ تھوڑے وقت کیلئے ہی ہو وزیر نے سن رکھا تھا کہ شیخ محفلِ میلاد کے علاوہ خوشی اور غمی کی کسی محفل میں شریک نہیں ہوتے صرف محفلِ میلاد کی تعظیم کرتے ہیں۔ وزیر نے بادشاہ کو مشورہ دیا تو بادشاہ نے شاہانہ اسباب کے ساتھ تیاری کا فرمان جاری کیا کہ طرح طرح کے کھانے مشروبات اور دوسرے لوازمات کا اہتمام کیا جائے اور یہ کہ علمی مجلس میں خوشبو کا بندوبست کیا جائے، بڑے بڑے اکابر اور عوام میں اعلان کردیا گیا۔ شیخ بھی بعض دوستوں کے ہمراہ حاضر ہوئے بادشاہ نے دست ادب سے لوٹا پکڑا اور اس کے ساتھ معاون اور وزیر نے طشت پکڑی اس امید سے کہ شیخ کا لطف اور نظرِ عنایت حاصل ہو دونوں نے شیخ محترم کے ہاتھ دھلائے چونکہ دونوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے تواضع کی اس کی برکت سے ان کو عظیم مقام اور شان وشوکت حاصل ہوئی۔

اہلِ مکہ کا میلاد ﷺ منانا

امام سخاویؒ نے کہا کہ اہلِ مکہ خیرو برکت کی کان ہیں یہ سارے کے سارے لوگ ہمیشہ ''سوق اللیل'' میں واقع رسول اللہ ﷺ کے مقامِ ولادت پر تمام لوگوں کے ہمراہ جاتے ہیں اور ہر ایک اس مقصد کو حاصل کرتا ہے۔ عید کے دن اس کا خاص اہتمام ہوتا ہے یہاں تک کہ کوئی نیک یا بد اور کم نصیب یا سعادت مند پیچھے نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ حجاز مقدس کا گورنر بھی بلا ناغہ حاضر ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب شریفِ مکہ کی اس جگہ اور اس وقت پر تشریف آوری نہیں ہوتی اس نے کہا کہ قاضی مکہ وہاں کے عالم البرہانی الشافعیؒ کا وہاں پر آنا اور آنے والوں کی اکثریت کو کھانا کھلانا اور بہت سارے لوگ جو صرف زیارت کیلئے آتے ہیں ان کو اچھے اچھے کھانے اور مٹھائیاں دینا اور اس مقام پر میلاد کی صبح عوام کی مدد کرنا اس امید پر کہ اس سے مصیبتیں ٹلتی ہیں یہ جاری وساری ہے اس کے بیٹے الجمال نے اس سلسلہ میں اسکی پیروی کی ہے وہ غریب اور مسافر کی خبر گیری کرتا ہے۔ لیکن

فى كتابه الباعث على البدع والحوادث[1] وقال مثل هذا الحسن : يندب إليه ويشكر فاعله ويثنى عليه ، زاد ابن الجزرى : ولو لم يكن فى ذلك إلا إرغام الشيطان وسرور أهل الإيمان .

قال يعنى الجزرى : وإذا كان أهل الصليب اتخذوا ليلة مولد نبيهم عيدا أكبر فأهل الإسلام أولى بالتكريم وأجدر .

قلت : لكن يرد عليه أنا مأمورون بمخالفة أهل الكتاب ، و لم يظهر من الشيخ لهذا السؤال جواب .

قال السخاوى : على سبيل الاضراب بل خرج شيخ مشايخ الإسلام ، خاتمة الأئمة الأعلام أبو الفضل ابن حجر[2] الأستاذ المعتبر – تغمده الله برحمته وأسكنه فسيح جنته – فعلمه على أصل ثابت ، إمام يميل إلى الاستناد إليه كل حبر[3] همام ، وهو ما ثبت فى الصحيحين من أن النبى – ﷺ – قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فسألهم فقالوا : هو يوم أغرق الله سبحانه فيه فرعون ، ونجى موسى – عليه السلام – فنحن نصومه شكراً لله – عز وجل – فقال – ﷺ – : « **فأنا أحق بموسى – عليه السلام – منكم** » فصامه وأمر بصيامه ، وقال : « **إن عشنا إلى قابل** »[4] الحديث . قلت : وافقهم أولا للألفه ثم خالفهم آخرا تحقيقا لصورة

• المعروف بأبى شامة ولد ٥٩٩ هـ بدمشق ، وهبه الله عقلا ذكيا وقريحة نقية ، حفظ القرآن كله قبل أن يكمل له من العمر سبع سنين ، تفوق أبو شامة حتى صار محدثا وفقيها ومؤرخا ، انظر : تذكرة الحفاظ (١٤٦٠/٤) طبقات الشافعية (١٦٥/٨) للسبكى .

(١) انظر : كتاب الباعث (ص/٣٧ ، ٣٨) ، أن الاحتفال بالمولد الشريف من الأمور المستحدثة الحسنة ، والاحتفال فيه إشعار بمحبة النبى – ﷺ – وتعظيمه وشكراً لله تعالى على ما منّ به من إيجاد رسوله الذى أرسله رحمة للعالمين .

(٢) ابن حجر العسقلانى [٧٧٣ – ٨٥٢ هـ = ١٣٧٢ – ١٤٤٩] اسمه أحمد بن على بن محمد الكنانى العسقلانى ، أبو الفضل ، شهاب الدين : من أئمة العلم والتاريخ ، أصله من عسقلان (بفلسطين) مولده ووفاته بالقاهرة ، ولع بالأدب والشعر ، ثم أقبل على الحديث ، فعلت شهرته ومكانته بين العلماء ، فقصده الناس للأخذ عنه ، وانتشرت مصنفاته فى حياته وتهادتها الملوك ، وهى كثيرة جداً ، أشهرها : فتح البارى بشرح صحيح البخارى وسبل السلام ، ولمزيد عن حياته راجع ما يلى : الأعلام للزركلى (١٧٩/٢) والبدر الطالع (٨٧/١) ، معجم المؤلفين (٢٠/٢ – ٢١) ، شذرات الذهب (٧/ ٢٧ – ٢٧٣) ، كشف الظنون (٧/١ ، ٨ ، ١٢ ، ٢١ ، ٢٤) .

(٣) الحبْرُ : العالم ، والأحبارُ هم العلماء ، وكان يقال لابن عباس حَبْرُ الأمة وذلك لسعة علمه .

(٤) أخرجه البخارى فى صحيحه ، كتاب الصوم ، باب صيام يوم عاشوراء ، ومسلم فى صحيحه ، كتاب الصيام ، باب صوم يوم عاشوراء ، حديث (١٢٧) ، (١٢٨) ، وانظر : اللؤلؤ والمرجان ، كتاب الصيام ، باب صوم يوم عاشوراء ، حديث (٦٩١) .

میں کہتا ہوں کہ اب ان کھانوں کا صرف دھواں رہ گیا ہے اور مذکورہ چیزوں میں سے پھولوں کی خوشبو رہ گئی ہے اب تو حالت یہ ہے جیسے کسی نے کہا:

''یہ خیمے تو ان خیموں کی طرح ہیں لیکن میرے خیال میں قبیلے کی عورتیں ان کی عورتیں نہیں رہیں''

اہلِ مدینہ کے ہاں محفلِ میلاد

اہلِ مدینہ (اللہ انہیں خیر کثیر عطا فرمائے) محفلِ میلاد منعقد کرتے ہوئے اس پر پوری توجہ دیتے ہیں۔ ریاست (اربل) کے بادشاہ مظفرؒ نے اس سلسلہ میں ہمیشہ کامل تر شایانِ شان اور حد سے بڑھ کر اہتمام کیا۔ جس کی بناء پر امام نووی (شارح صحیح مسلم) کے شیخ علامہ ابو شامہ (جو صاحبِ استقامت تھے) نے اپنی کتاب (الباعث علی البدع و الحوادث) میں اس بادشاہ کی تعریف کی۔ حسن نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔ ''محفلِ میلاد مستحب ہے، اس کا اہتمام کرنیوالے کی قدر اور تعریف کیجائے گی'' ابن الجزریؒ نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے: ''اگرچہ محفل میلاد منانے سے صرف شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کا اظہارِ مسرت ہی حاصل ہو''

الجزریؒ مزید فرماتے ہیں: ''جب اہل صلیب (عیسائیوں) نے اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو بڑی عید بنا رکھا ہے تو اہل اسلام اپنے نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کے زیادہ حقدار ہیں۔''

(میں کہتا ہوں) لیکن اس پر یہ سوال وارد ہوگا کہ ہمیں تو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے شیخ نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

توضیح از مترجم

ہمیں اہلِ ایمان کی ہر بات میں مخالفت کا کوئی حکم نہیں صرف ان کی بدعات اور خرافات میں مخالفت کا حکم ہے پہلے انبیاء کے میلاد کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے اور ہماری شریعت میں اس کا کوئی انکار وارد نہیں ہوا۔ سو اہل کتاب اپنے انبیاء کا میلاد منائیں یا نہ منائیں ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، ہم تو قرآن و سنت کے پابند ہیں۔ جہاں متعدد انبیاء کرام کے میلاد کو اہتمام سے بیان کیا گیا ہے ہمارے لئے میلاد کی اہمیت واضح کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا سند ہو سکتی ہے؟ ''ماذا بعد الحق الا الضلال'' عبد القیوم عفی عنہ

المخالفة ، قال أى الشيخ : فيستفاد منه فعل الشكر لله على مامَنّ به فى يوم معين من إسداء نعمة أو دفع نقمة ويعاد ذلك فى نظير ذلك اليوم فى كل سنة ، والشكر لله تعالى يحصل بأنواع العبادة كالصلاة والصيام والتلاوة ، وأى نعمة أعظم من نعمة بروز هذا النبى نبى الرحمة - ﷺ - .

قلت : وفى قوله تعالى : ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ ﴾[1] إشعار بذلك وإيماء إلى تعظيم وقت مجيئه إلى هنالك . قال : وعلى هذا فينبغى أن يقتصر فيه على ما يفهم الشكر لله تعالى من نحو ماذكر ، وأما ما يتبعه من السماع واللهو وغيرهما فينبغى أن يقال ما كان من ذلك مباحا بحيث يعين على السرور بذلك اليوم فلا بأس بإلحاقه ، وما كان حراما أو مكروها فيمنع ، وكذا ما كان فيه خلاف ، بل نحسن فى أيام الشهر كلها ولياليه يعنى كما جاء عن ابن جماعة تمنيه فقد اتصل بنا أن الزاهد القدوة المعمر أبا إسحاق إبراهيم بن عبد الرحيم بن إبراهيم بن جماعة[2] لما كان بالمدينة النبوية على ساكنها أفضل الصلاة وأكمل التحية كان يعمل طعاماً فى المولد النبوى ، ويطعم الناس ويقول : لو تمكنت عملت بطول الشهر كل يوم مَولدًا . قلت : وأنا لما عجزت عن الضيافة الصورية كتبتُ هذه الأوراق لتصير ضيافة معنوية نورية مستمرة على صفحات الدهر غير مختصة بالسنة والشهر وسميته : بالمورد الروى فى مولد النبى . »

● **قراءة المولد :**

قال : وأما قراءة المولد فينبغى أن يقتصر منه على ما أورده أئمة الحديث فى تصانيفهم المختصة بذلك « **كالمورد الهنى** »[3] وغير مختصة به بل ذكر ضمنا « **كدلائل النبوة للبيهقى** » ، ولا بأس « **بلطائف المعارف** »[4] لابن رجب[5] فى

---

(١) التوبة : ١٢٨ .

(٢) ابن جماعة : هو إبراهيم بن عبد الرحيم بن محمد بن جماعة الكنانى أبو إسحاق ، برهان الدين ، الحموى الأصل المقدسى الشافعي : مفسر من القضاة عرّفه صاحب الأنس الجليل بقاضى مصر والشام وخطيب الخطباء وشيخ الشيوخ وكبير طائفة الفقهاء ، وبقية رؤساء الزمان ولد عام ٧٢٥ بمصر ونشأ بدمشق ، وولى قضاء الديار المصرية وكان محبا إلى الناس ، كثير البذل ، وتوفى عام ٧٩٠ هـ ودفن بدمشق انظر : الأعلام (٤٦/١ ، ٤٧) .

(٣) انظر كشف الظنون (١٩٠١/٢) .

(٤) انظر كشف الظنون (١٩٠١/٢) .

(٥) ابن رجب [٧٣٦ - ٧٩٥ هـ = ١٣٣٥ - ١٣٩٣ م] اسمه عبد الرحمن بن أحمد بن رجب السلامى البغدادى ثم الدمشقى ، أبو الفرج زين الدين : حافظ للحديث من كبار العلماء ، ولد فى بغداد وتوفى =

امام سخاویؒ کا فرمان

امام سخاویؒ نے اس بحث سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کہا ''بلکہ مشائخ الاسلام کے شیخ بلند مرتبت ائمہ کے خاتم ابوالفضل ابن حجر الاستاذ ،المعتبر اللہ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور ان کو جنت کے باغ میں سکونت بخشے۔ ایسا امام جس کی طرف سے ہر بڑے عالم اورامام کوسہارا ملتا ہے سو ان کا علم اصل ثابت پر ہے اور وہ صحیحین کی روایت پر مروی ہے۔
کہ نبی پاک ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود یوم عاشوراء کا (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ سبحانہ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی سو ہم اللہ عزوجل کے شکر کے طور پر اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''میں تم سے بڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کا حق دار ہوں' سو آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس روزے کا امت کو حکم دیا۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے تو علماء سے اتفاق کیا اور پھر تحقیقی صورت میں ان کی مخالفت کی۔ شیخ نے فرمایا اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس معین دن میں کوئی احسان کیا اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور وہ احسان عام ہو کہ عطائے نعمت ہو یا دفعِ عذاب ہو۔
اور اللہ تعالیٰ کا شکر طرح طرح کی عبادات کے ذریعے کیا جاسکتا ہے مثلاً نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ۔ اس نبی ﷺ کے ظہور سے بڑھ کر کونسی نعمت ہوگی۔ (جس کا شکر بجا لانا ہم پر واجب ہے) میں کہتا ہوں کہ فرمانِ باری تعالیٰ (لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ) میں یہی خبر اشارہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے وقت کی تعظیم بجا لائی جائے اور اس لئے ضروری ہے کہ اظہارِ تشکر میں مذکورہ صورتوں پر اکتفا کیا جائے۔
جہاں تک سماع اور کھیل کود کا تعلق ہے تو کہنا چاہیے کہ اس میں سے جو مباح اور جائز ہے اور اس دن کی خوشی میں ممدومعاون ہے تو اس کو میلاد کا حصہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور جو حرام اور مکروہ ہے اس سے منع کیا جائے۔ یونہی جس میں اختلاف ہے بلکہ ہم تو اس مہینے میں تمام شب وروز میں یہ عمل جاری رکھتے ہیں جیسا کہ ابن جماعہ نے فرمایا، ہمیں یہ بات

ذلك . لأن أكثر ما بأيدى الوعاظ منه كذب واختلاق بل لم يزالوا يروون ماهو أقبح وأسمج مما لا تحل روايته ولا سماعه بل يجب على من علم بطلانه إنكاره والأمر بترك قراءته ، على أنه لا ضرورة إلى سياق ذكر المولد بل يكتفى بالتلاوة والإطعام والصدقة وإنشاد شيء من المدائح النبوية والزهدية المحركة للقلوب إلى فعل الخير وعمل الآخرة - والصلاة والسلام على صاحب المولد -.

● **متى خُلِقَ النبى - ﷺ ؟**

واعلم أن فى قوله تعالى : ﴿ **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ من أَنْفُسِكُمْ** ﴾[1] أى رجلٌ موصوفٌ بوصف النبوة والرسالة ، ومنعوت بنعت العظمة والجلالة ، إما إشارة إلى ماله حين بلوغ زمان كماله وظهور أوان جماله ، أو إيماء إلى ما ورد فى قوله - ﷺ - : « **كنت نبيا وآدم بين الماء والطين** »[2] وهو وإن قال بعض الحفاظ : لم نقف عليه بهذا اللفظ ، لكن جاء معناه فى طرق صحيحة منها ما رواه أحمد والبيهقى والحاكم وقال : صحيح الإسناد عن العِرْباض بن سارية عن النبى - ﷺ - قال : « **إنى مكتوب عند الله خاتم النبيين وإن آدم لمنجدل فى طينته** »[3] أى لطريح ملقى على الأرض قبل نفخ الروح فيه ، ومنها ما رواه أحمد والبخارى فى تاريخه ، وأبو نعيم فى الحلية ، وصححه الحاكم عن ميسرة الضبى قال قلت : يا رسول الله متى كنت نبيا ؟ فقال : « **وآدم بين الروح والجسد** »[4] ويروى « **كتبت** » من الكتابة ، ومنها خبر الترمذى وحسنه عن أبى هريرة قالوا : يا رسول الله متى وجبت

= فى دمشق ، من كتبه : شرح جامع الترمذى ، وجامع العلوم والحكم ، وفضائل الشام ، ولطائف المعارف وهو الكتاب المشار إليه وذيل طبقات الحنابلة ، وأهوال القبور ، ولمزيد عن حياة ابن رجب الحنبلى راجع ما يلى : شذرات الذهب (٣٣٩/٦) و الذيل على طبقات الحنابلة : مقدمة الجزء الأول ، والأعلام للزركلى (٢٩٥/٣) .

(١) التوبة : ١٢٨ .

(٢) أخرجه الترمذى فى سننه ، كتاب المناقب ، باب فضل النبى - ﷺ - برقم (٣٦٠٩) وقال : حسن صحيح غريب ، وأخرجه ابن سعد فى الطبقات الكبرى (٦٠/٦) .

(٣) أخرجه الحاكم فى المستدرك (٦٠٠/٢) ، وقال : حديث صحيح الإسناد ، وأحمد فى المسند (١٢٧/٤) و(١٢٨/٤) .

(٤) أخرجه أحمد فى المسند (٥٩/٥) ، أبو نعيم فى حلية الأولياء (٥٣/٩) .

پہنچی ہے کہ زاہد، قدوۃ، معمر ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحیم بن ابراہیم بن جماعۃ جب مدینۃ النبی ﷺ میں تھے تو میلادِ نبوی کے موقع پر کھانا تیار کر کے لوگوں کو کھلاتے اور فرماتے اگر میرے بس میں ہوتا تو پورے مہینے کے ہر دن محفلِ میلاد کا اہتمام کرتا۔

میں کہتا ہوں کہ جب میں ظاہری دعوت و ضیافت سے عاجز ہوں تو یہ اوراق میں نے لکھ دیے تاکہ یہ معنوی نوری ضیافت ہو جائے اور زمانہ کے صفحات پر ہمیشہ رہے سال کے کسی مہینے سے مختص نہ ہو اور میں نے اس کتاب کا نام ''المورد الروی فی مولدالنبی'' رکھا ہے۔

مولود پڑھنا۔

جہاں تک مولود شریف پڑھنے کا تعلق ہے تو اس میں انہی باتوں پر اکتفا کرنا چاہیے جنہیں ائمہ حدیث اپنی اس موضوع پر لکھی گئی کتب میں لائے ہیں جیسا کہ ''المورد الھنی'' یا ایسی کتب جو اس موضوع کیلئے مختص تو نہیں لیکن ان میں میلاد کا ذکر ضمناً آیا ہے جیسا کہ امام بیہقی کی ''دلائل النبوۃ'' اور عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب السلامی البغدادی کی ''لطائف المعارف'' کیونکہ اکثر واعظین کی زبانوں پر نہ صرف جھوٹ اور من گھڑت باتیں آجاتی ہیں بلکہ وہ ہمیشہ قوی تر اور بدتر باتیں بیان کرتے رہتے ہیں جن کو بیان کرنا اور سننا جائز نہیں۔ بلکہ جن لوگوں کو ان کے باطل ہونے کا علم ہے ان پر لازم ہے کہ ان کی ایسی باتوں کا انکار کریں اور ان کو نہ پڑھنے کا حکم دیں۔ علاوہ ازیں میلاد کے سیاق و سباق کو بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں بلکہ اس میں قرآن پاک تلاوت کھانا کھلانا صدقہ دینا اور رسول پاک ﷺ کی تعریف میں لکھی گئی نعتیں پڑھنا کافی ہے جو کہ نیکی اور عمل آخرت کی طرف دلوں کو راغب کریں صاحب میلاد پر درود و سلام ہو۔

حضور ﷺ کب پیدا ہوئے؟

جان کہ اللہ کے اس فرمان (لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ) یعنی شخصیت جو وصف رسالت و نبوت سے موصوف ہے اور عظمت و جلالت کی صفت سے متصف ہے یا تو یہ اشارہ ہے آپ ﷺ کے زمانہ کمال اور ظہور جمال کی طرف۔ یا یہ اشارہ ہے اس فرمان کی طرف (کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین) اگرچہ اس روایت کے بارے میں بعض

لك النبوة ؟ قال : « وآدم بين الروح والجسد »[1] وورد : « أنا أول الأنبياء خلقا وآخرهم بعثا » وفي صحيح مسلم من حديث عمرو بن العاص أنه - ﷺ - قال : « إن الله كتب مقادير الخلق قبل أن يخلق السموات والأرض بخمسين ألف سنة ﴿ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ﴾[2] »[3] ومن جملة ما كتب في الذكر - وهو أم الكتاب - « أن محمداً خاتم النبيين » ، والمراد : ظهور نبوته للملائكة المقربين ، وعلو روحه في أعلا مقام عليين إعلاما بعظيم شرفه ، وتميزه على سائر الأنبياء والمرسلين ، ثم خصص الإظهار بحالة كون آدم - ﷺ - بين الروح والجسد لأنه أوان دخول الأرواح إلى عالم الأجساد وتمييز الذرية والأولاد من الآباء والأجداد .

● الإمام الغزالي يتحدث عن خلق النبي - ﷺ - :

وأجاب الإمام حجة الإسلام[4] في كتاب « النفخ والتسوية » عن وصفه نفسه بالنُّبوة قبل وجود ذاته ، وتحقق كمالات صفاته بأن المراد بالخلق هنا التقدير لا الإيجاد فإنه قبل أن تحمل به أمه لم يكن مخلوقا موجودا ولكن الغايات والكمالات سابقة في التقدير لاحقة في الوجود . قال : وهو معنى قولهم : أول الفكر آخر العمل ، وآخر العمل أول الفكرة ، فقوله : « كنت نبيا » أي في التقدير قبل تمام خلق آدم إذ لم ينشأ إلا لينتزع في ذريته محمد - ﷺ - وتحقيقه أن للدار في ذهن المهندس وجودا ذهنيا سببا للوجود الخارجي وسابقا عليه ، والله تعالى يقدر ثم يوجد على وفق التقدير ثانيا ، انتهى ملخصاً .

● الإمام السبكي يتحدث عن خلق روح النبي - ﷺ - :

وذهب السبكي إلى ماهو أحسن ، وللمقصود أبين وهو أنه جاء : أن الأرواح خلقت قبل الأجساد[5]. فالإشارة : بكنت نبيا ، إلى روحه الشريفة أو حقيقة من

---

(١) أخرجه الترمذي في سننه ، كتاب المناقب ، باب مناقب النبي - ﷺ - (٩٩،١٣) وقال : حسن صحيح غريب من حديث أبي هريرة لا نعرفه إلا من هذا الوجه . وفي الباب عن ميسرة .

(٢) هود : ٧ .

(٣) أورده السيوطي في الدر المنثور (٣٢٢،٣) .

(٤) هو أبو حامد الغزالي اسمه محمد بن محمد بن محمد الغزالي ، وهو علم من أعلام الفكر الإسلامي ، ولد في مدينة طوس عام ٤٥٠ هـ ، وهب حياته للتعليم وللتعلم والعبادة حتى توفي عام ٥٠٥ هـ . وقد ترك العديد من المؤلفات ، أشهرها إحياءعلوم الدين و تهافت الفلاسفة ، والاقتصاد في الاعتقاد ، والمنقذ من الضلال ، و ميزان العمل ، والقسطاس المستقيم ، ومعيار العلم ، وغيرها .

(٥) في هذه المسألة قولان معروفان ، الأول تقدم الروح على الجسد والثاني تقدم الجسد على الروح -

راویوں نے یہ کہا کہ ہمیں یہ الفاظ نہیں ملے لیکن یہ مفہوم صحیح روایات میں موجود ہے ان میں سے ایک وہ روایت ہے جسے امام احمد، بیہقی اور الحاکم نے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ عرباض بن ساریہ کی روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی کے گارے کی حالت میں تھے یعنی روح پھونکے جانے سے پہلے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔''

ایک روایت میں ہے جسے امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابونعیم نے حلیۃ میں اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

میسرہ الضبی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ کب سے نبی تھے؟ فرمایا ''جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔'' اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ''میں اللہ کے ہاں لکھا ہوا تھا''۔ اور ترمذی میں حدیث پاک ہے جس کو انہوں نے حسن قرار دیا ہے اور وہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپکو نبوت کب ملی؟ فرمایا (جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔) یہ بھی آیا ہے کہ (پیدائش کے لحاظ سے میں پہلا نبی ہوں اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہوں) صحیح مسلم میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقادیر لکھیں'' اور ''اس وقت اللہ کا تخت (حکومت) پانی پر تھا''۔ اور جہاں جہاں آپ ﷺ کا ذکر لکھا ہوا ہے ان میں سے ایک ام الکتاب قرآن پاک ہے کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کا ظہور ملائکہ مقربین کے سامنے اور اعلیٰ علیین کے مقام پر ہوا تاکہ آپ ﷺ کی روح کی بلندی بیان کی جائے، آپ ﷺ کی عزت وعظمت کا اعلان ہوجائے اور سارے نبیوں اور رسولوں سے آپ ﷺ کی تمیز ہوجائے۔

پھر آپ ﷺ کی نبوت کا اظہار کیا گیا کہ جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے تو آپ ﷺ نبی تھے کیونکہ یہی وقت تھا کہ جب ارواحِ عالم اجساد میں داخل ہوئیں اور اولاد آباؤ اجداد سے ممتاز ہوئی۔

حقائقها ولا يعلمها إلا الله ومن حباه بالإطلاع عليها ، ثم إنه تعالى يؤتى بكل حقيقة منها ما شاء فى أى وقت شاء فحقيقته - ﷺ - قد يكون من حين خلق آدم أتاها الله ذلك الوصف بأن خلقها مهيئة له وأفاض عليها من ذلك الوقت فصار نبياً ، وكتب اسمه على العرش ليعلم ملائكته وغيرهم كرامته الزئدة عنده ، فحقيقته موجودة من ذلك الوقت ، وإن تأخر جسده الشريف المتصف بها فحينئذ [تم](*) إيتاؤه النبوة والحكمة وسائر أوصاف حقيقته ، وكمالاته معجل لا تأخير فيه ، وإنما المتأخر تكوّنه وتنقله فى الأصلاب والأرحام الطاهرة إلى أن ظهر على الوجه الأتم - ﷺ - قال : ومن فسر ذلك بعلم الله بأنه سيصير نبيًا لم يصل لهذا المعنى لأن علمه تعالى محيط بجميع الأشياء ، فالوصف بالنبوة فى ذلك الوقت ينبغى أن يفهم منه أنه أمر ثابت له فيه وإلا لم يختص بأنه نبى ، إذ الأنبياء كلهم كذلك بالنسبة لعلمه سبحانه وتعالى .

● *الإمام القسطلانى يتحدث عن الحقيقة المحمدية :*

قال القسطلانى[1]: لما تعلقت إرادة الحق تعالى بإيجاد خلقه وتقدير رزقه أبرز الحقيقة المحمدية من الأنوار الصمدية فى الحضرة الأحدية ، ثم سلخ منها العوالم كلها علوها وسفلها على صورة حكمه كما سبق فى سابق إرادته وعلمه ، ثم أعلمه تعالى بنبوته وبشره برسالته ، وهذا ولم يكن آدم إلا كما قال : بين الروح والجسد ، ثم انبجست[2] منه - ﷺ - عيون الأرواح ، وظهر بالملأ الأعلى ، وهو بالمنظر الأجلى فكان لهم المورد الأحلى ، فهو - ﷺ - الجنس الغالى على جميع الأجناس ، والأب الأكبر لجميع الموجودات والناس ، ولما انتهى الزمان بالاسم الباطن فى حقه -

---

• وممن ذهب إلى تقدم الأرواح على الجسد ، محمد بن نصر المروزى وأبو محمد بن حزم ، والدليل على الأرواح خلقت قبل البدن ، قوله تعالى : ﴿ ولقد خلقناكم ثم صورناكم ﴾ [الأعراف : ١١] ، وقوله تعالى : ﴿ وإذ أخذ ربك من بنى آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم قالوا بلى ﴾ . [الأعراف : ١٧٢] ، وهذا الإشهاد إنما كان لأرواحنا ، إذ لم تكن الأبدان حينئذ موجودة ، وهذا دليل على تقدم الأرواح على الأبدان وفى تفسير هذه الآية قال أبى بن كعب : جمعهم له يومئذ جميعا ما هو كائن إلى يوم القيامة فجعلهم أرواحاً ، ثم صورهم واستنطقهم فتكلموا ، وأخذ عليهم العهد والميثاق .

(*) فى الأصل : سمى .

(١) الإمام القسطلانى [٨٥١ - ٩٢٣ هـ] اسمه أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلانى المصرى . أبو العباس ، شهاب الدين ، من علماء الحديث ، مولوده ووفاته فى القاهرة ، له مصنفات كثيرة ، انظر : الأعلام للزركلى (٢٣٢/١) والبدر الطالع (١٠٢/١) .

(٢) انبجست : أى خرجت .

امام غزالیؒ کی طرف سے حضور ﷺ کی پیدائش کا ذکر

حجۃ السلام امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "النفخ و التسویۃ" میں اس سوال کا جواب دیا کہ نبی پاک ﷺ اپنے ذاتی وجود سے پہلے وصف نبوت سے کس طرح متصف ہوگئے اور آپ ﷺ کے کمالات صفاتیہ کیسے پائے گئے؟ کہا گیا کہ خلق سے مراد یہاں پر تقدیر اور اندازہ ہے نہ کہ ایجاد اور تخلیق ہے۔ کیونکہ جب تک آپ ﷺ کی والدہ محترمہ حاملہ نہ ہوں آپ موجود اور ظہور پذیر نہیں ہوسکتے تھے لیکن درجات اور کمالاتِ تقدیر میں پہلے اور وجود میں ساتھ تھے۔ فرمایا کہ علماء کے اس قول کا یہی معنی ہے پہلے سوچ اور آخر میں عمل۔ اور یہ فرمان (میں نبی تھا) یعنی تقدیر (علم الٰہی) میں آدم کی تخلیق سے پہلے کیونکہ ان کو صرف اس لئے پیدا کیا گیا کہ ان کی اولاد میں سے محمد ﷺ کو پیدا کیا جائے۔

تحقیق اسکی یہ ہے کہ انجنیئر کے ذہن مین مکان سے پہلے اس کا نقشہ ہوتا ہے جو اس کے وجود خارجی کا سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ تقدیر بناتا ہے (اندازہ کرتا ہے) پھر اس کے مطابق تخلیق کرتا ہے۔

امام سبکیؒ نبی پاک ﷺ کی روح کی تخلیق کے بارے میں بیان کرتے ہیں

امام سبکیؒ بہت اچھی بات کی طرف گئے جو مقصود کو خوب واضح کرنے والی ہے اور وہ یہ کہ روایت میں آتا ہے کہ" روحیں جسموں سے پہلے پیدا ہوئیں تو (کنت نبیًا) اشارہ ہے آپ ﷺ کی روح پاک کی طرف یا حقائق میں سے ایک حقیقت کی طرف

جسکو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور وہ جس کو اللہ اس پر مطلع کرنا چاہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر حقیقت کو جو چاہتا ہے جب چاہتا ہے وجود دیتا ہے۔ سو حضور اکرم ﷺ کی حقیقت کو تخلیقِ آدم کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ وصف دیا کہ اس کی ماہیت پیدا کی اور اس پر اپنا فیض ڈالا تو آپ ﷺ نبی ہوگئے پھر آپ کا نام عرش کے اوپر لکھا تاکہ ملائکہ اور دوسری مخلوق کو اللہ کے حضور نبی پاک ﷺ کی عزت وعظمت کا پتہ چل جائے۔ تو آپ ﷺ کی حقیقت اسی وقت موجود تھی اگرچہ آپ ﷺ کا جسم پاک جو اس حقیقت کے ساتھ متصف تھا بعد میں ظہور پذیر ہوا تو اب آپ ﷺ کو نبوت وحکمت اور تمام اوصاف حقیقیہ اور کمالات کا

ﷺ - إلى وجود جسمه وارتباط الروح به انتقل حكم الزمان إلى اسمه الظاهر فظهر محمد - ﷺ - وإن تأخرت طينته فقد عرفت قيمته فهو خزانة السر وموضع نفوذ الأمر ، فلا ينفذ أمر إلا منه ولا ينقل خير إلا عنه :

ألا يأبى من كان ملكا وسيدا ... وآدم بين الماء والطين واقف
فذاك الرسول الأبطحي محمد ... له في العلا مجد تليد وطارف
أتى بزمان السعد في آخر المدى ... فكان له في كل عصر مواقف
إذا رام أمرا لا يكون خلافه ... وليس لذاك الأمر في الكون صارف

● ***لماذا تقدم النبي - ﷺ - على سائر الأنبياء ؟ :***

قال : وروينا في جزء من « **أمالي أبي سهل القطان** »عن سهل بن صالح الهمداني قال : سألت أبا جعفر محمد بن علي كيف صار محمد - ﷺ - يتقدم الأنبياء ، وهو آخر من بعث ؟ قال : إن الله تعالى لما أخذ من بني آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم كان محمد - ﷺ - أول من قال : « **بلى** »[1] .

وأخرج ابن سعد عن الشعبي : « **متى كنت نبيا يارسول الله ؟** » قال : « **وآدم بين الروح والجسد حين أخذ من الميثاق** »[2]. وهو يدل على آدم لما صور طينا استخرج منه محمد - ﷺ - ونبيء وأخذ منه الميثاق ثم أعيد إلى ظهره ليخرج أوان وجوده فهو أولهم خلقا ، وخلق آدم السابق كان موتا لاروح فيه ، وهو - ﷺ - كان حيا حين استخرج ، ونبيء وأخذ منه ميثاقه ، فهو أول النبيين خلقا وآخرهم بعثا ، ولا يناف هذا أن استخراج ذرية آدم إنما كان بعد نفخ الروح فيه لأنه - ﷺ - خص من بين بني آدم بذلك الاستخراج الأول ، وفي تفسير العماد ابن كثير عن علي وابن عباس - رضي الله عنه - في قوله تعالى : ﴿ **وإذْ أخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ** ﴾[3] أن الله لم يبعث نبيا إلا أخذ العهد عليه في محمد - ﷺ - لئن بعث وهو حي ليؤمنن به ولينصرنه ويأخذ العهد بذلك على قومه[4].

وأخذ السبكي من الآية أنه - ﷺ - على تقدير مجيئه في زمانه مرسل إليهم

---

(١) أخرج أبو نعيم في دلائل النبوة ، قال قال رسول الله - ﷺ - : « كنت أول النبيين في الخلق وآخرهم في البعث » وذلك في قوله تعالى : ﴿ وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم ﴾ (الأحزاب : ٧) .

(٢) أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (٥٩/٧) .

(٣) آل عمران : ٨١ . (٤) انظر : تفسير ابن كثير ، سورة آل عمران الآية (٨٠) (١ ٣٧٦) .

ملنا فوری طور پر ہوا جس میں کوئی تاخیر نہیں ہوئی۔ تاخیر جس چیز میں ہوئی وہ آپ ﷺ کے وجود پاکیزہ پشتوں اور رحموں میں کا منتقل ہونا تھا یہاں تک آپ ﷺ مکمل طور پر ظہور پذیر ہوگئے۔ اور جس آدمی نے ان روایات کی یہ تفسیر کی ہے کہ حضور ﷺ کا نبی ہونا اللہ کے علم میں تھا اور کوئی اس مفہوم تک نہیں پہنچ پایا کیونکہ اللہ کا علم تو تمام چیزوں پر محیط ہے اس وقت آپ ﷺ کو نبوت کے ساتھ متصف کرنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ آپ ﷺ وصف نبوت سے موصوف تھے۔ ورنہ اس میں کوئی خصوصیت نہ رہے گی کہ حضور نبی اکرم ﷺ تھے کیونکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے علم میں تو سارے انبیاء ایسے ہی تھے۔

امام قسطلانی اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ

امام قسطلانی نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کے پیدا کرنے اور اس کے رزق مقرر کرنے کا ہوا تو اس نے بارگاہِ احدیت کے انوارِ صمدیہ سے حقیقت محمدیہ ﷺ کو ظاہر فرمایا پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے تمام عالمِ بالا و پست اپنے علم و ارادہ کے مطابق اپنے امر ''کن'' سے پیدا فرمائے پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو آپ ﷺ کی نبوت کا علم دیا اور آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی رسالت کی خوشخبری سنائی اس وقت آدم علیہ السلام کی وہی صورت تھی جو حدیث پاک میں مذکور ہے۔ یعنی ''روح اور جسم کے درمیان'' پھر حضور نبی اکرم ﷺ سے ارواح کے چشمے پھوٹ پڑے اور ملاءِ اعلیٰ (جہان بالا) میں ظاہر ہوئے یہ منظر بڑا ہی خوشگوار تھا سو تمام ارواح کو میٹھا گھاٹ مل گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ تمام اجناس میں سے گراں ترین جنس ہیں اور تمام موجودات اور تمام مخلوق کیلئے بمنزلہ بڑے باپ کے ہیں۔ جب زمانہ آپ ﷺ کے حق میں اسم باطن کے سبب اس انتہاء کو پہنچ گیا کہ آپ ﷺ کی روح کا تعلق جسم کے ساتھ جڑ گیا تو زمانے کا حکم آپ ﷺ کے اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوا تو محمد ﷺ ظاہر ہوگئے۔ اگرچہ آپ ﷺ کا گارا بعد میں بنا لیکن اس کی قیمت تو معلوم ہوگئی حضور ﷺ راز کا خزانہ اور نفوذ امر کا مقام ہیں۔ ہر حکم آپ ﷺ کی طرف سے نافذ ہوتا ہے اور ہر خیر آپ ﷺ کی طرف سے منتقل ہوتی ہے:

'' کیا وہ ذات (گناہ کا) انکار نہ کرے جو بادشاہ اور سردار تھا جبکہ آدم مٹی اور گارے کے

درمیان کھڑے تھے۔ پس وہ رسول ابطحی محمد ہیں ان کو بلندیوں میں بزرگی حاصل ہے پیدائش سے لے کر جوانی تک۔ وہ آخری زمانے میں بابرکت وقت میں تشریف لائے سو آپ کے ہر زمانے کے اندر نشانات ہیں۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلیں تو اسکے خلاف نہیں ہوتا اور اس معاملہ کو کائنات میں کوئی ٹالنے والا نہیں۔''

حضور ﷺ کی دیگر انبیاء پر سبقت کیسے؟

ہم نے ''امالی ابوسھل قطان'' کے ایک جزو میں سھل بن صالح ہمدانی سے روایت ذکر کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ محمد ﷺ سب سے پہلے نبی کیسے ہوئے جبکہ آپ ﷺ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی؟

انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو لیا اور ان کو انہی پر گواہ بنایا۔ألست بربکم ؟کیا میں تمہارے رب نہیں؟ تو محمد ﷺ پہلے تھے جنہوں نے بَلٰی (ہاں کیوں نہیں؟) فرمایا۔ ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے یارسول اللہ آپ کب سے نبی ہیں؟ فرمایا ''جب سے آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ جب وعدہ لیا گیا۔'' یہ دلیل اس بات کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی گارے سے تشکیل بنائی گئی اس میں سے محمد ﷺ کو نکالا گیا اور آپ ﷺ کو نبی بنایا گیا۔ اور آپ ﷺ سے میثاق (وعدہ) لیا گیا پھر دوبارہ ان کی پشت میں لوٹا دیا گیا تاکہ اپنے ظہور کے وقت ظاہر ہوں۔ سو آپ ﷺ پیدائش میں سب سے پہلے ہیں اور آدم علیہ السلام کی پہلی تخلیق بغیر روح کے تھی اور آپ ﷺ میت تھے۔ جب حضور ﷺ نکلے تو اس وقت زندہ تھے۔ آپ ﷺ کو نبی بنایا گیا اور آپ ﷺ سے میثاق لیا گیا تو پیدائش میں آپ ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں اور بعثت میں سب سے آخری نبی ہیں۔ اور یہ بات اس اصول کے خلاف نہیں کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان میں روح پھونکنے کے بعد نکالا گیا کیونکہ رسول پاک ﷺ کو روح پھونکنے سے پہلے نکالنے کیلئے مخصوص کیا گیا۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿اور (اے محبوب وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا۔﴾ (القرآن، عمران، ۳: ۸۱) کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی معبوث کیا اس سے محمد ﷺ پر ایمان لانے اور

فتكون نبوته ورسالته عامة لجميع الخلق من آدم إلى يوم القيامة وتكون الأنبياء وأممهم من أمته يعنى فى الجملة فقوله : « **بعثت إلى الناس كافة** »[١] يتناول من قبل زمانه أيضا وبه يتبين معنى : « **كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد** »[٢] وحكمة كون الأنبياء فى الآخرة تحت لوائه ، وصلواته بهم ليلة الإسراء .

قلت : ويؤيد ما ذكره الإمام فخر الدين الرازى فى قوله تعالى : ﴿ **تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيراً** ﴾[٣] يشمل الملائكة وغيرهم[٤].

● أول المخلوقات النور المحمدى :

قال : وروى عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصارى قال : قلت : يارسول الله بأبى أنت وأمى أخبرنى عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء ، قال : « **ياجابر إن الله خلق قبل خلق الأشياء نور نبيك من نوره فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله ، ولم يكن فى ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا أرض ولا شمس ولا قمر ولا جنى ولا إنسى ، فلما أراد الله أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول القلم ، ومن الثانى اللوح ، ومن الثالث العرش ، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول حملة العرش ، ومن الثانى الكرسى ، ومن الثالث بقية الملائكة ثم قسم الرابع أربعة أجزاء فخلق من الأول السموات ، ومن الثانى الأرضين ، ومن الثالث الجنة والنار ثم قسم الرابع أربعة أجزاء فخلق من الأول نور أبصار المؤمنين ، ومن الثانى نور قلوبهم وهى المعرفة بالله ومن الثالث نور ألسنتهم وهو التوحيد : لا إله إلا الله محمد رسول الله** »[٥].

قلت : ويشير إلى هذا المعنى قوله تعالى : ﴿ **الله نور السموات والأرض مثل نوره** ﴾[٦] أى نور محمد - ﷺ - (**كمشكاة فيها مصباح**)[٧] .

---

(١) أخرجه البخارى فى صحيحه ، كتاب التيمم ، باب (١) قوله تعالى : ﴿ فلم تجدوا ماء فتيمموا ﴾ عن ، حديث (٣٣٥) .

(٢) تقدم تخريجه .

(٣) الفرقان : ١ .

(٤) انظر : تفسير الفخر الرازى (١٢/٤٥ - ٤٦) وقال : إن لفظ ﴿ للعالمين ﴾ فى الآية يتناول جميع المخلوقات ، فدلت الآية على أنه - ﷺ - رسول للخلق إلى يوم القيامة ، ولكن ذهب فى موضع آخر أنه - ﷺ - لم يكن رسولاً إلى الملائكة فوجب أن يكون رسولاً إلى الجن والإنس جميعا .

(٥) لم أقف عليه .

(٦) النور : ٣٥ .

(٧) انظر : تفسير الدر المنثور للسيوطى (٥/٤٩) ، وتفسير ابن كثير (٣/٣٠١) .

آپ ﷺ کی نصرت کرنے کا وعدہ لیا اور ہر نبی نے یہی وعدہ اپنی امت سے لیا۔
اور امام سبکیؒ نے آیت کریمہ سے یہ مفہوم نکالا ہے کہ ہم فرض بھی کرلیں کہ حضور ﷺ اپنے زمانے میں آئے ہیں پھر بھی آپ ﷺ ان کی طرف رسول تھے لہٰذا آپ ﷺ کی نبوت و رسالت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک ساری مخلوق کیلئے عام ہیں سارے انبیاء اور ان کی امتیں فی الجملہ حضور کے امتی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان: بُعثت الی الناس کافةً آپ ﷺ کے زمانہ ظہور سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے اور اس سے اس اشارہ کا معنی ظاہر ہوگا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اور اس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوگئی ہے کہ سارے انبیاء قیامت کے دن حضور ﷺ کے جھنڈے تلے ہونگے اس سے یہ حکمت بھی سمجھ آگئی کہ آپ ﷺ نے سارے انبیاء کو شبِ معراج نماز پڑھائی۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید وہ بات کررہی ہے جو امام فخرالدین رازیؒ نے فرمانِ الٰہی: ﴿(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنیوالا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرسنانے والا ہو جائے۔﴾ (القرآن، الفرقان، ۲۵:۱)
کے تحت لکھی ہے۔ کہ یہ فرشتوں اور دیگر مخلوق سب کو شامل ہے۔

نور محمدی ﷺ سب سے پہلی مخلوق

امام عبدالرزاق نے اس قول کو اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان مجھے بتائیں کہ تمام چیزوں میں سب سے پہلی کونسی چیز ہے جسے اللہ نے پیدا کیا؟
فرمایا جابر! اللہ نے تمام چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا اور وہ نور اللہ کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا پھرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت نہ جہنم، نہ فرشتے نہ آسمان نہ زمین، نہ سورج نہ چاند، نہ کوئی جن نہ انسان جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو نور کو چار حصوں میں تقسیم کردیا پہلے حصے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے سے

● اختلاف العلماء فى أول المخلوقات بعد النور المحمدى :

واختلفوا فى أول المخلوقات بعد النور المحمدى فقيل : العرش ؛ لما صح من قوله - ﷺ - : « **قدر الله مقادير الخلق قبل أن يخلق السموات والأرض بخمسين ألف سنة وكان عرشه على الماء** »[1] فهذا صريح فى أن التقدير وقع بعد خلق العرش ، والتقدير وقع عند أول خلق القلم لحديث عبادة بن الصامت مرفوعا : « **أول ما خلق الله القلم ، وقال له : أكتب ، قال : رب وما أكتب قال : أكتب مقادير الخلق كل شيء** »[2] رواه أحمد والترمذى وصححه لكن صح فى حديث مرفوع من حديث أبى رزين العقيلى رواه أحمد والترمذى : « **إن الماء خلق قبل العرش** »[3] وفى قوله تعالى : ﴿ **وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الماءِ** ﴾[4] إشارة إليه ودلالة عليه ، وروى السدى بأسانيد متعددة : « **إن الله لم يخلق شيئا مما خلق قبل الماء** »[5] نعلم أنا أول الأشياء قَبْلُ على الإطلاق النور المحمدى ، ثم الماء ، ثم العرش ، ثم القلم ، فذكر الأولية فى غير النور المحمدى - ﷺ - إضافية .

● النور المحمدى يلمع فى جبين آدم :

وورد : « **لما خلق الله آدم جعل ذلك النور فى ظهره فكان يلمع فى جبينه ، ثم رفعه الله تعالى على سرير مملكته ، وحمله على أكتاف ملائكته وأمرهم فطافوا به فى السموات ليرى عجائب ملكوته** » قال جعفر بن محمد : مكثت الروح فى رأس آدم مائة عام ، ثم علمه الله تعالى أسماء جميع المخلوقات ، ثم أمر الملائكة بالسجود له سجود تعظيم وتحية ، لا سجود عبادة كسجود إخوة يوسف له ، فالسجود له بالحقيقة هو ، لله تعالى ، وآدم كالقبلة .

(١) أخرجه أحمد فى المسند (١٦٩/٢) ، والترمذى فى سننه ، كتاب القدر ، (٣٢٠/٨ ، ٣٢١) . قال : حسن صحيح غريب .

(٢) أخرجه أبو داود فى سننه ، كتاب السنة ، باب فى القدر ، حديث (٤٧٠٠) ، والترمذى فى سننه : كتاب القدر (٣٢٠/٨) وقال : غريب من هذا الوجه وأحمد فى المسند (٣١٧/٥) ، وابن عدى فى الكامل (٢٦٩/٦) .

(٣) أخرجه الترمذى فى سننه ، كتاب التفسير ، تفسير سوة هود (٢٧٣/١١) وقال : حديث حسن

(٤) هود : ٧ .

(٥) انظر : تفسير ابن كثير (٤٥٣/٢) .

عرش اٹھانے والے فرشتے، دوسرے سے کرسی اور تیسرے حصے سے باقی فرشتے بنائے۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت جہنم۔ پھر چوتھے کو چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے سے اہل ایمان کی آنکھوں کا نور، دوسرے سے ان کے دلوں کا نور یعنی معرفت الٰہی اور تیسرے سے ان کی زبانوں کا نور یعنی توحید" لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ " میں کہتا ہوں یہ اس معنیٰ کی طرف اشارہ ہے (اللہ نور السموت والارض مثل نورہٖ (النور، ۲۴: ۳۵) (ای نور محمد) یعنی نور محمدی کی مثال (کمشکوٰۃ فیھا مصباح (لنور، ۲۴: ۳۵) جیسے طاق جس میں ہو چراغ۔

نور محمدی ﷺ کے بعد پہلی مخلوق کونسی ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے

علماء نے اختلاف کیا ہے کہ نور محمدی ﷺ کے بعد سب سے پہلی مخلوق کونسی ہے سو کہا گیا کہ عرش کیونکہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مقرر کردی تھیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا تخت (سلطنت) پانی پر تھا۔"

یہ صریح ہے اس بات میں کہ تقدیر عرش کی پیدائش کے بعد وجود میں آئی اور تقدیر قلم کی پیدائش کے وقت وجود میں آئی کیونکہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں آتا ہے:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا۔ اس سے کہا لکھ، اس نے کہا: اے رب میں کیا لکھوں؟ "فرمایا: ساری مخلوق کی تقدیریں لکھ"

اس کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا۔ لیکن صحیح مرفوع حدیث ابو رزین عقیلی کی جس کو امام احمد اور ترمذی نے بیان کیا۔ وہ یہ ہے کہ پانی عرش سے پہلے پیدا ہوا اور فرمان باری تعالیٰ: وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ (القرآن، ھود، ۱۱: ۷) اس کی طرف اشارہ او راس پر دلیل ہے۔ السدی نے متعدد سندوں سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کی پیدائش سے پہلے کوئی شے پیدا نہیں کی۔ ہم جانتے ہیں کہ تمام چیزوں سے پہلے مطلقاً نورِ محمدی ﷺ پیدا ہوا پھر پانی، پھر عرش پھر قلم۔ سو نور محمدی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اوّلیت کا ذکر اضافی ہوگا۔

● **كيف كان مهر حواء ؟**

وعن ابن عباس « **كان يوم الجمعة من وقت الزوال إلى العصر ثم خلق الله تعالى له حواء**[1] **زوجته من ضلع من أضلاعه اليسرى ، وهو نائم ، وسميت حواء لأنها خلقت من حي فلما استيقظ ورآها سكن إليها ، ومد يده لها ، فقالت الملائكة : مَهْ ياآدم ، قال : ولِمَ وقد خلقها الله لى ؟ فقالوا : حتى تؤدى مهرها ، قال : وما مهرها ؟ قالوا : تصلى على محمد ثلاث مرات** »[2].

وذكر ابن الجوزى فى « **كتاب سلوة الإخوان** » : أنه لما رام القرب منها ، طلبت المهر منه ، فقال : يا رب ! ، وماذا أعطيها ؟ قال : يا أدم صَلِّ على حبيبى محمد بن عبد الله عشرين ، ففعل . قلت :ولعل الثلاث كان مهرا معجلا والعشرين صداقا مؤجلا .

آدم يتوسل بالنبى – ﷺ – :

وعن عمر بن الخطاب – رضى الله عنه – قال : قال رسول الله – ﷺ – : « **لما اقترف آدم الخطيئة قال : يارب أسألك بحق محمد – ﷺ – إلا غفرت لى ؟ فقال الله تعالى : ياآدم وكيف عرفت محمداً ولم أخلقه ؟ قال : لأنك يارب لما خلقتنى بيدك ونفخت فىّ من روحك ، رفعت رأسى فرأيت على قوائم العرش مكتوبا : لا إله إلا الله محمد رسول الله ، فعلمت أنك لم تُضف إلى اسمك إلا أحبَّ الخلق إليك ، فقال الله تعالى : صدقت ياآدم ، لأنه أحب الخلق إلىَّ ، وإذا سألتنى بحقه فقد غفرتُ لك ، ولولا محمد ما خلقتك** »[3] رواه البيهقى فى دلائله من حديث عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ، وقال : تفرد به عبد الرحمن ، ورواه

---

(١) يؤخذ من الآية الكريمة : ﴿ ويا آدم اسكن أنت وزوجك الجنة ﴾ أن خلق حواء كان قبل دخول آدم الجنة .

(٢) انظر : البداية والنهاية لابن كثير (٧٤/١) .

(٣) أخرجه الحاكم فى المستدرك (٦١٥/٢) ، وقال : حديث صحيح الإسناد وهو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم فى هذا الكتاب . ا هـ .

قلت : عبد الرحمن بن زيد ، ضعيف ، قال يحيى بن معين : بنو زيد بن أسلم ليسوا بشيء ، وضعفه ابن حجر ، انظر : الضعفاء الصغير للبخارى (ص/٧١) والمجروحين (٥٧/٢) ، الجرح والتعديل (٢٣٣/٥) وميزان الإعتدال (٥٦٤/٢) والتقريب (٤٨٠/١) والضعفاء والمتروكين للنسائى (٣٧٧) ، والحديث أخرجه سعيد بن منصور والبيهقى كما فى كنز العمال ، حديث رقم (٣٢١٣٨) .

الحاكم وصححه ، وذكره الطبرانى وزاد فيه : وهو آخر الأنبياء من ذريتك .

وفى حديث سلمان عن ابن عساكر قال : هبط جبريل على النبى - ﷺ - فقال : « إن ربك يقول : إن كنتُ اتخذتُ إبراهيم خليلاً فقد اتخذتك حبيباً ، وما خلقت خلقا أكرم على منك ولقد خلقت الدنيا وأهلها لأعرفهم كرامتك ومنزلتك عندى ، ولولاك ما خلقت الدنيا »[(١)] ولله در العارف الولى سيدى على :

سكن الفؤاد فعش هنيئا ياجسد ... هذا النعيم هو المقيم إلى الأبد
عش فى أمان الله تحت لوائه ... لاخوف فى ذاك الجناب ولا نكد
روح الوجود طلعة من هو واحد ... لولاه ماتم الوجود لمن وجد
عيسى وآدم والصدور جميعهم ... هم أعين هو نورها لما ورد
لوْ أبصر الشيطانُ طلعةَ نورِه ... فى وجه آدم كان أولَ من سجد
لو ذاق النمروذ نور جماله ... عَبَد الجليلَ معَ الخليلِ وما عَنَد
لكنِ جمال الله جل فلا يرى ... إلا بتخصيص من الله الصمد

وإنما خلق الله تعالى حواء لتسكن إلى آدم ، ويسكن إليها فحين صار لديها أفاض بركاته عليها فولدت له فى تلك الأيام الحسنى أربعين ولدا فى عشرين بطنا ، ووضعت شيئًا[(٢)] وحده كرامة لمن أطلع الله بالنبوة سعده ، ولما توفى آدم عليه السلام كان شيث عليه السلام وصيا على ولده ، ثم أوصى شيث ولده بوصية آدم ألا يضع هذا النور إلا فى المطهرات من النساء ، ولم تزل هذه الوصية جارية تنقل من قرن إلى قرن إلى أن أدى الله النور إلى عبد المطلب وولده عبد الله .

طهارة نسبه الشريف - ﷺ - :

وطهر الله تعالى هذا النسب الشريف من سفاح الجاهلية كما ورد عنه - ﷺ - فى الأحاديث المرضية قال ابن عباس فيما رواه البيهقى فى سننه قال رسول الله - ﷺ - : « **ما ولدنى من سفاح أهل الجاهلية شىء ، ما ولدنى إلا نكاح الإسلام** »[(٣)]

---

(١) أخرجه البيهقى كما فى كنز العمال ، حديث (٣١٨٩٣) .

(٢) سمى شيثا أى هبة الله وسماه آدم بذلك لأنه رزقه الله إياه بعد أن قتل هابيل ، وقال ابن كثير : يقال : إن انتساب بنى آدم اليوم كلها تنتهى إلى شيث ، وسائر أولاد آدم غيره انقرضوا وبادوا ، والله أعلم .

(٣) أخرجه البيهقى فى السنن الكبرى (١٩٠/٧) ، وأورده ابن كثير فى البداية (٢٥٦/٢) وقال : غريب =

نورِ محمدی ﷺ پیشانیٔ آدم میں چمک رہا ہے

روایت میں آیا ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور انکی پشت میں نورِ محمدی ﷺ رکھا تو وہ آپ ﷺ کی پیشانی سے چمکتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کو مملکت کے تخت پر بلند کیا اور فرشتوں کے کندھوں پر اسے اٹھوایا۔اور ان کو آسمانوں میں اس کے طواف کرنے کا حکم دیا تا کہ اس کے ملکوت کے عجائب نظر آئیں۔''

امام جعفر بن محمد ﷺ نے کہا کہ وہ روح (نور محمدی) آدم علیہ السلام کے سر میں ایک سال رہی۔ پھر اللہ نے ان کو تمام مخلوق کے نام سکھائے پھر فرشتوں کو ان کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا جو تعظیم اور سلامی کا سجدہ تھا عبادت کا سجدہ نہ تھا۔ جیسے یوسف کے سامنے ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا، سو حقیقت میں تو مسجود لہ تو اللہ تھا اور آدم علیہ السلام کی حیثیت قبلہ جیسی تھی۔

امّاں حوّاء کا حق مہر

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کا دن تھا زوال سے عصر تک پھر اللہ تعالیٰ نے انکے لئے انکی بیوی حواء کو انکی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے ان کا نام حواء اس لئے رکھا گیا کہ ان کو ایک زندہ انسان سے پیدا کیا گیا جب جاگے اور بی بی حوا کو دیکھا سکون آ گیا اور ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ فرشتوں نے کہا آدم ذرا ٹھہریے بولے کیوں؟ اللہ نے اسے میرے لئے ہی تو پیدا کیا ہے انہوں نے کہا ان کا حق مہر ادا کیجئے بولے ان کا حق مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا محمد ﷺ پر تین بار درود (وسلام) بھیجو۔

ابن جوزی نے کتاب "سلوۃ الاخوان" میں ذکر کیا کہ جب آپ نے اس بی بی سے قربت کا ارادہ کیا تو اس نے آپ سے حق مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار! میں اس کو کیا دوں؟ فرمایا میرے حبیب محمد بن عبداللہ پر بیس مرتبہ درود بھیجو انہوں ایسے ہی کیا۔ میں کہتا ہوں شاید تین بار مہر معجّل تھا اور بیس بار مہر موجل (میعادی) تھا۔

آدم علیہ السلام کا نبی پاک ﷺ سے توسل

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''جب آدم علیہ السلام

قال القسطلانى : والسِّفاح بكسر السين المهملة : الزنا ، والمراد به هنا أن المرأة تسافح الرجل مدة ثم يتزوجها بعد ذلك .

وروى ابن سعد وابن عساكر عن هشام بن محمد بن السائب الكلبى عن أبيه قال : كتبت للنبى – ﷺ – خمسمائة أم فما وجدت فيهن سفاحا ولا شيئا مما كان عليه من أمهر الجاهلية(١).

وعن على بن أبى طالب – رضى الله عنه – أن النبى – ﷺ – قال : « **خرجت من نكاح ولم أخرج من سفاح من لدن آدم إلى أن ولدنى أبى وأمى ولم يصبنى من سفاح أهل الجاهلية شىء** »(٢) رواه الطبرانى فى الأوسط وأبو نعيم وابن عساكر .

وروى أبو نعيم عن ابن عباس مرفوعا : « **لم يلتق أبواى قط على سفاح ، لم يزل الله ينقلنى من الأصلاب الطيبة إلى الأرحام الطاهرة مصفى مهذبا لا تتشعب شعبتان إلا كنت فى خيرهما** »(٣) وعنه فى قوله تعالى : ﴿ **وتقلبك فى الساجدين** ﴾(٤) قال : « **من نبى إلى نبى حتى صرت نبياً** »(٥) رواه البزار ورواه أبو نعيم نحوه وفيه (تنبيه) على أنه – عليه السلام – انتقل من أصلاب الأنبياء الكرام وليس معناه : أن آباءه كلهم من الأنبياء ، فإنه خلاف ما عليه إجماع العلماء ولا أن آباءه جميعهم من أهل الإسلام فإن فيهم من أجمع على كفره الفقهاء الأعلام ، كأبى طالب(٦) وأبى إبراهيم عليه السلام – وأبويه كما بينت فى هذا المقام مما ألفت فى تحقيق هذه المسألة برسالة مستقلة ، وأتيت بالأدلة القاطعة القامعة فى رد ما ألفه السيوطى من الرسائل الثلاثة فى هذه المادة اللامعة .

= أورده الحافظ ابن عساكر ثم أسنده من حديث أبى هريرة وفى إسناده ضعف والله أعلم ، وأخرجه الطبرانى كما فى مجمع الزوائد (٨/٢١٤) .

(١) أورده ابن كثير فى البداية والنهاية (٢/٢٥٦) .

(٢) أخرجه الطبرانى فى الأوسط ، كما فى المجمع (٨/٢١٤) وقال الهيثمى : فيه محمد بن جعفر بن محمد ابن على صحح له الحاكم فى المستدرك ، وقد تكلم فيه ، وبقية رجاله ثقات .

(٣) أخرجه أبو نعيم كما فى الدر المنثور للسيوطى (٣/٢٩٤) .

(٤) الشعراء : ٢١٩ .

(٥) أخرجه البزار فى سننه كما فى مجمع الزوائد (٨/٢١٤) فقال الهيثمى : رواه البزار ورجاله ثقات .

(٦) أبو طالب ، اسمه عبد مناف بن عبد المطلب [٨٥ ق هـ – ٣ ق هـ] هو والد على – رضى الله عنه – وعم النبى – ﷺ – وكافله ومربيه وناصره . كان من أبطال بنى هاشم ، من الخطباء العقلاء ، وسترد =

سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا اے رب! میں تم سے محمد ﷺ کے حق ہونے کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو مجھے بخشش دے۔ اللہ نے فرمایا آدم! تو نے محمد کو کیسے پہچان لیا کہ ابھی تو میں نے اس کو پیدا بھی نہیں کیا عرض کیا اے رب اس لئے کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں پھونکی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کی سیڑھیوں پر لکھا ہوا تھا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کو ملایا ہے جو تیری مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا آدم! تو نے سچ کہا ہے۔ کیونکہ وہی مجھے ساری مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ جب تو نے اس کے وسیلہ سے مجھ سے بخشش کا سوال کیا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا اور اگر محمد ﷺ پیدا نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔" اس کو بیہقی نے "**دلائل النبوۃ**" میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ طبرانی نے اس کو ذکر کیا اور اس میں یہ اضافہ کیا: "وہ تیری اولاد میں سب سے آخری نبی ہوگا" اور سلمان کی حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ "آپ کا رب فرماتا ہے اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو تجھے اپنا حبیب بنایا اور میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ معزز نہیں بنائی اور میں نے دنیا اور دنیا والوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ لوگوں کو تیری عزت اور میری بارگاہ میں تیری قدر و منزلت کا پتہ چل سکے اور تو نے نہ ہونا ہوتا تو میں دنیا ہی پیدا نہ کرتا۔"

اور اللہ بھلا کرے عارف ولی سیدی علیؒ کا جنہوں نے یہ اشعار لکھے: "دل کو سکون آ گیا اے جسم تو بھی خوشی منا یہی وہ نعمت ہے جو ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کی امان اور اسکے جھنڈے تلے زندہ رہ کہ اس بارگاہ میں نہ خوف ہے اور نہ خطرہ۔ روح وجود اسی (چراغ) یکتا سے روشن ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو موجودات کا وجود مکمل نہ ہوتا۔

عیسٰی علیہ السلام اور آدم علیہ السلام اور تمام سردار (الانبیاء) سب آنکھیں ہیں جن کا نور وہی ہے۔

اگر شیطان آدم علیہ السلام کے چہرے میں ان کے نور کی جھلک دیکھ لیتا تو سب سے پہلے سجدہ کرنے والا ہوتا۔ اگر نمرود ان کے نورِ جمال کو چکھ لیتا تو خلیل کے ہمراہ ربِ جلیل کی عبادت کرتا اور ضد چھوڑ دیتا۔ لیکن اللہ کا جمال بہت بزرگ ہے سو وہ نظر نہیں آتا مگر

ثم قوله تعالى : ﴿ مِنْ أَنْفُسِكُم ﴾(١) أي من جنسكم ، وهو بشر مثلكم لكنه رسول منا مبلغ عنا كما قال تعالى : ﴿ قُلْ إِنَّما أَنَا بشرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّما إِلَهُكُمْ إِلَهٌ واحِدٌ ﴾(٢) والحكمة فيه أن الجنسية علة الإنضمام وبها يحصل الالتئام وكمال النظام ، وأيضًا يسهل الإقتداء به على وجه التمام إذ لو أرسِل مَلَك لقيل له القوة الملكية ، ونحن عاجزون عن متابعته لضعف البشرية ، بخلاف ما إذا كان الرسول بشراً فإنه يقتدى به قولاً وفعلاً وحالاً وأثراً ، فإنه - ﷺ - واسطة بين المرسِل والمرسَل إليه يأخذ الفيض من الحق وأيضا له إلى الخلق ولم يفهم هذا المعنى ، وغفل عن هذا المعنى جمع من الكفار حيث قالوا بطريق الإنكار : ﴿ أَبَعَثَ اللهُ بَشَرًا رسُولاً ﴾(٣) وهذا يدل على أن سخافة عقولهم ؛ حيث رضوا أن الإله حجرًا واستبعدوا أن يكون الرسول بشرًا !!! .

●● خلاصة :

والحاصل أن مجيء الرسول نعمة جسيمة ، وكونه من جنس البشر منحة عظيمة . وقال بعضهم قوله : ﴿ من أنفسكم ﴾(٤) أي جنس القرب وهو لا ينافى ما سبق ويؤيده قوله تعالى : ﴿ وَمَا أرسَلْنا مِن رسُولٍ إلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ ﴾(٥).

وقد صح عن ابن عباس بأسانيد متعددة أنه قال : ليس من العرب قبيلة إلا وقد ولدت النبي - ﷺ - مضريها وربيعها ويمانيها ، ويؤيده قوله تعالى : ﴿ قُل لا أسألُكمْ عَلَيْهِ أجراً إلَّا المَوَدَّةَ فِي القُرْبَى ﴾(٦).

وروى الإمام أحمد عن ابن عباس أنه قال : لم يكن بطن من قريش إلا ولرسول الله - ﷺ - فيهم قرابة ، فنزلت : ﴿ قُل لا أسألُكمْ عَلَيهْ أَجْرًا إلاَّ المَوَدَّة في القُرْبَى ﴾(٧)وروى الإمام أحمد عن ابن عباس أنه قال : لم تصلوا ما بيني

= خطبته في زواج النبي - ﷺ - . لما أظهر النبي الدعوة إلى الإسلام هم أقرباؤه بقتله . فحماه أبو طالب وصدهم عنه . دعاه النبي - ﷺ - إلى الإسلام ، فامتنع خوفا من أن تعيره العرب بتركه دين آبائه . نزل فيه : ﴿ إنك لا تهدى من أحببت ﴾ واستمر على ذلك إلى أن توفى . وقد ذهبت الشيعة الإمامية بإسلام أبي طالب وبأنه ستر ذلك عن قريش لمصلحة الإسلام ، انظر الأعلام للزركلي (٤/ ١٦٦) ، والطبقات الكبرى لابن سعد (٧٥/١) .

(١) التوبة : ١٢٨ . (٢) الكهف : ١١٠ .

(٣) الإسراء : ٩٤ . (٤) التوبة : ١٢٨ . (٥) ابراهيم : ٤ .

(٦) الشورى : ٢٣ . والحديث أخرجه ابن مردويه وابن عساكر كما في الدر المنثور للسيوطي (٢٩٤/٣) .

(٧) أخرجه البخاري في صحيحه ، كتاب المناقب ، باب (١) قوله الله تعالى الحجرات : ١٣ ، حديث (٣٤٩٧) ، وأحمد في المسند (٢٢٩/١ ، ٢٨٦) .

خدائے بے نیاز کے خاص بندوں کو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے حوا کو صرف آدم علیہ السلام کی تسکین کے لئے پیدا کیا تا کہ آپ اس کے پاس سکون حاصل کریں تو جب آدم علیہ السلام حوا کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی برکتوں کا حوا پر فیضان کیا اور ان بابرکت دِنوں میں حوا کے بیس بطنوں سے چالیس بچے پیدا ہوئے اور حوا نے ایک آدم سے اتنے بچوں کو جنم دیا یہ عزت تھی اس آدمی کی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی خوش بختی سے مطلع کیا۔اور جب آدم علیہ السلام کا وصال ہوا تو شیث علیہ السلام کو اولاد آدم علیہ السلام کا وصی بنایا گیا۔ پھر شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وہی وصیت کی جو آدم علیہ السلام نے ان کو کی تھی کہ یہ نورِ (مصطفےٰ ﷺ) صرف پاکیزہ عورتوں میں رکھا جائے اور یہ وصیت ایک دور سے دوسرے دور کی طرف برابر منتقل ہوتی رہی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو عبدالمطلب اور ان کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے اس نسبِ پاک کو جاہلیت کی تمام کدورتوں سے پاک صاف رکھا جیسا کہ حضور ﷺ کی صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے امام بیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔’’میری پیدائش میں دور جاہلیت کی کسی غلط کاری کا کوئی دخل نہیں مجھے تو اسلامی نکاح نے جنم دیا ہے۔‘‘

قسطلانیؒ کہتے ہیں کہ ’’سفاح‘‘ کا معنی زنا ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ عورت کسی آدمی سے ایک مدت تک بدکاری کرواتی ہے پھر کہیں وہ اس سے نکاح کرتا ہے۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی پانچ سو ماؤں کے نام لکھے ہیں مجھے ان میں سے ایک بھی بدکار نظر نہیں آئی اور نہ ہی ان میں دور جاہلیت کی کوئی خرابی پائی گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’آدم علیہ السلام سے لیکر میرے ماں باپ کے مجھے جنم دینے تک میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں بدکاری سے نہیں اور مجھے دور جاہلیت کی کوئی خرابی نہیں پہنچی۔‘‘

اس کو طبرانی نے الاوسط میں اور ابونعیم اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث نقل کی ہے۔

وبينكم[١]. وقرىء : ﴿ من أنفسَكِم ﴾ بفتح الفاء أى من أعظمكم قدرًا[٢]. نقله الحاكم عن ابن عباس .

وأخرج ابن مردويه عن أنس قال : قرأ رسول الله – ﷺ – : ﴿ **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ** ﴾ فقال على بن أبى طالب : يارسول الله مامعنى أنفسكم ؟ فقال رسول الله – ﷺ – : « **أنا أنفسكم نسبًا وصهرًا وحسباً ، ليس فِىَّ ولا فى أبائى من لدن آدم سفاحٌ كلها نكاح** »[٣].

وأخرج البيهقى فى الدلائل عن أنس قال خطب النبى – ﷺ – فقال : « **أنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد المناف بن قصى بن كلاب بن مُرَّة بن كعب بن لؤىّ بن غالب بن فِهْر بن مالك بن النضر بن كِنانة بن خُزَيمة ابن مُدرِكَة بن إلياسِ بن مضر بن نِذَار ، وما افترق الناس فرقتين إلا جعلنى الله فى خيرهما فأُخرجْتُ من بين أبوين ، فلم يصبنى شىءٌ من عُهْد الجاهلية ، وخرجت من نكاح ، ولم أخرج من سفاح ، من لدن آدم حتى انتهيت إلى أبى وأمى ، فأنا خيركم نفساً وخيركم أباً** »[٤] وأخرج أحمد والترمذى وحسّنه عن العباس بن عبد المطلب قال : قال رسول الله – ﷺ – : « **إن الله حين خلق الخلق جعلنى فى خير خلقه ثم حين فرقهم جعلنى فى خير الفريقين ، ثم حين خلق القبائل جعلنى من خيرهم قبيلة ، وحين خلق الأنفس جعلنى من خير أنفسهم ، ثم حين خلق البيوت جعلنى من خير بيوتهم فأنا خيرهم بيتاً وخيرهم نفسا** »[٥] أى خيرهم أصلا ونسبا وخيرهم ذاتاً وحسباً .

وأخرج الحكيم الترمذى والطبرانى وأبو نعيم والبيهقى وابن مردويه عن ابن عمر قال : قال رسول الله – ﷺ – : « **إن الله خلق الخلق فاختار من الخلق بنى آدم ، واختار من بنى آدم العرب واختار من العرب مضر ، واختار من مضر قريشا ،**

---

(١) أخرجه أحمد فى المسند (٢٢٩/١) . (٢) ذكره السيوطى فى الدر المنثور (٢٩٤/٣) .

(٣) أخرجه ابن مردويه ، كما فى الدر المنثور للسيوطى (٢٩٤/٣) .

(٤) أخرجه البيهقى فى دلائل النبوة (١٧٤/١ ، ١٧٥) ، وابن حبان فى المجروحين (٣٩/٢) ، وأورده ابن كثير (٢٥٥/٢) فى البداية ، وقال : حديث غريب جدا من حديث مالك ، تفرد به القدامى وهو ضعيف ، ولكن له شواهد من وجوه أخر .

(٥) أخرجه الترمذى فى كتاب المناقب (٦٥٣/٥) ، وقال : حديث حسن صحيح ، وابن ماجه فى سننه ، المقدمة حديث (١٤٠) ، والبيهقى فى دلائل النبوة (١٦٨/١) .

''میرے والدین نے کبھی بھی گناہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف صاف ستھرا اور مہذب بنا کر منتقل کرتا رہا۔ جب بھی دو گروہ ہوئے تو مجھے اللہ نے اس میں سے بہتر گروہ میں رکھا۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اور سجدہ گزاروں میں (بھی) آپ کا پلٹنا دیکھتا (رہتا) ہے۔'' (الشعراء، ۲۶: ۲۱۹)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں ایک سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میں بحیثیت نبی ظہور پذیر ہوا۔'' اس حدیث کو بزار اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے۔

تنبیہ:

تنبیہ اس بات پر کہ نبی پاک ﷺ انبیائے کرام کے اصلاب سے منتقل ہوئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپکے سارے احباب انبیاء ہی تھے کیونکہ یہ تو اجماع علماء کے ہی خلاف ہے اور یہ مطلب بھی نہیں کہ آپکے تمام آباء مسلمان تھے ان میں وہ بھی تھے جن کے کفر پر بڑے بڑے فقہاء نے اتفاق کیا جیسے ابو طالب اور ابراہیم علیہ السلام کے والد اور حضور ﷺ کے والدین جیسا کہ میں نے اس مقام پر بیان کیا ہے اور میں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور میں نے اس میں قطعی دلائل پیش کردیئے ہیں۔ امام سیوطی کے اس موضوع پر لکھے گئے تین رسالوں کے رد میں۔(۱)

پھر اللہ کا فرمان ''من انفسکم'' کہ یہ رسول پاک ﷺ تمہاری جنس میں سے ہیں اور دیکھنے میں تمہاری طرح بشر ہیں لیکن وہ ہمارے رسول ہیں اور ہمارا پیغام پہنچانے والے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فرما دیجئے میں تو صرف (بخلقتِ ظاہری) بشر ہونے میں تمہاری مثل ہوں (اس کے سوا اور تمہاری مجھ سے کیا مناسبت ہے ذرا غور کرو) میری

(۱) عرض مترجم

ہم مصنف کی اس وضاحت کے مکمل طور پر مخالف ہیں ہمیں علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق پر پورا اعتماد ہے اور ہم قطعی دلائل کی روشنی میں امام سیوطی کے ساتھ ہیں اور ہمارا مؤقف اس سلسلہ میں قطعی اور فیصلہ کن ہے۔ ایمانِ ابوین کریمین پر مصنف کی تحقیق سیرۃ الرسول جلد دوم میں ملاحظہ کریں۔

طرف وحی کی جاتی ہے (بھلا تم میں یہ نوری استعداد کہاں ہے کہ تم پر کلامِ الٰہی اتر سکے) وہ یہ کہ تمہارا معبود، معبود یکتا ہی ہے۔" (القرآن، الکھف، ۱۸: ۱۱۰)

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ہم جنس ہونا میل کا سبب ہے اور اسی سے موافقت حاصل ہوتی ہے اور تعلق مضبوط ہوتا ہے اور کسی کی کامل اقتدا کرنے میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ اگر فرشتے کو رسول بنایا جاتا تو کہا جاتا کہ اس کے پاس تو فرشتوں کی طاقت ہے اور ہم کمزور انسان اس کی مطابقت کرنے سے عاجز ہیں۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب نبی انسان ہے تو اس کے قول، فعل حال اور اثر کی پیروی کی جاسکتی ہے۔

بے شک رسول پاک ﷺ بھیجنے والے رب اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں کہ حق تعالیٰ سے فیض لے کر مخلوق تک پہنچاتے ہیں تمام کفار یہ مفہوم سمجھنے سے قاصر اور غافل رہے۔ جبکہ انہوں نے بطور انکار یہ کہا: "کیا اللہ نے (ایک) انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟" (الاسراء، ۱۷: ۹۴)

اور یہ دلیل ان کی بے عقلی دلیل ہے کہ وہ پتھر کو معبود بنانے پر تو راضی ہوگئے اور آدمی کے رسول ہونے کو بعید سمجھا۔

خلاصہ

حاصل یہ ہوا کہ رسول پاک ﷺ کی تشریف آوری بہت بڑی نعمت ہے اور آپ ﷺ کی جنسِ بشریت سے ہونا بہت بڑا احسان ہے۔ بعض نے کہا کہ "من انفسکم" کا مطلب ہے کہ تمہاری جنس قریب سے ہیں۔ اور یہ بات گزشتہ تحقیق کے خلاف نہیں اسکی تائید اللہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

"اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ ان کے لئے (پیغامِ حق) خوب واضح کر سکے۔" (القرآن، ابرہیم، ۱۴: ۴)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ عرب کا کوئی ایسا قبیلہ نہیں جس نے حضور ﷺ کو جنم نہ دیا ہو مضر، ربیع، یمنی وغیرہ اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کرتا ہے: "فرما دیجئے اس (تبلیغ رسالت) پر میں تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا قرابت کی محبت کے سوا۔" (القرآن، الشوریٰ، ۴۲: ۲۳)

امام احمد نے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "قریش کا کوئی بطن ایسا نہیں جس کو

رسول پاک ﷺ سے قرابت نہ ہو۔"
اس کی تائید میں مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ امام احمد نے ابن عباس سے یہ بھی روایت کیا ہے۔ "کہ اپنے ساتھ میری رشتہ داری نہ جوڑو۔ اور یہ آیت پڑھی "من اَنفَسِکُمْ" فاء پر زبر کے ساتھ یعنی کہ تم میں جلیل القدر ہے۔ اس کو حاکم نے ابن عباس ﷺ سے نقل کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "لقد جاء کم رسول من اَنفُسِکُمْ" پڑھی تو حضرت علی بن ابی طالب نے پوچھا یارسول اللہ "من انفُسکم" کا کیا مطلب ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا "میں تم سے نسب کے لحاظ سے سسرال کے لحاظ سے اور خاندان کے لحاظ سے نفیس تر ہوں۔ آدم سے لے کر آج تک مجھ میں اور میرے آباء میں سبھی نکاح سے پیدا ہوئے کوئی بدکار نہیں ہوا۔"

بیہقی نے دلائل میں حضرت انس ﷺ سے یہ راویت کیا کہ حضور ﷺ نے دوران خطبہ فرمایا کہ "میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نذار ہوں۔ جب بھی لوگوں کے دو گروہ ہوئے تو اللہ نے مجھے بہتر میں رکھا میں دونوں ماں باپ سے پیدا ہوا اور مجھے دورِ جاہلیت کی کوئی خرابی نہیں پہنچی۔ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں بدکاری سے نہیں آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے ماں باپ تک۔ میں ذات کے لحاظ سے تم سب سے بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے تم سب سے بہتر ہوں۔"

امام احمد اور ترمذی نے یہ روایت حضرت عباس بن عبدالمطلب ﷺ سے روایت کی اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے جب مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوق میں رکھا، پھر اللہ نے گروہ بنائے تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا پھر قبائل پیدا کیے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا۔ اور جب اللہ نے نفوس پیدا کئے تو مجھے سب سے بہترین میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے گھر بنائے تو مجھے سب سے بہتر گھر دیا میں مکان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں اور ذات کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہوں۔" یعنی اصل اور نسب کے لحاظ سے اور ذات اور حسب کے لحاظ سے بھی سب سے سے بہتر ہوں۔

واختار من قريش بنى هاشم ، وأختارنى من بنى هاشم ، فأنا خيار من خيار »(١)
وأخرج ابن سعد عن قتادة قال : ذكر لنا أن نبى الله - ﷺ - قال : « **إذا أراد الله أن يبعث نبياً نظر إلى خير أهل الأرض قبيلة ، فيبعث فى خيرها رجلا** »(٢).

ويروى عن زين العابدين على بن الحسين عن جده على بن أبى طالب - رضى الله عنه -رفعه : كنت نورًا بين يدى الله - عز وجل - قبل أن يخلق آدم بأربعة عشر ألف عام فلما خلق الله آدم جعل ذلك النور فى صلبه ، فلم يزل ينقله من صلب إلى صلب حتى استقر فى صلب عبد المطلب » .

وكذا عند القاضى عياض(٣) فى الشفا - بلا سند - عن ابن عباس : أن قريشا كان نوراً بين يدى الله تعالى قبل أن يخلق آدم بألفى عام يسبح ذلك النور وتسبح الملائكة بتسبيحه فلما خلق الله آدم ألقى ذلك النور فى صلبه فقال رسول الله - ﷺ - : « **فأهبطنى الله إلى الأرض فى صلب آدم ، وجعلنى فى صلب نوح ، وقذف بى فى صلب إبراهيم ، ثم لم يزل الله ينقلنى من الأصلاب الكريمة الطاهرة حتى أخرجنى بين أبوى لم يلتقيا على سفاح قط** »(٤) ولبعضهم :

حفظ الإله - كرامة لمحمد - آباءه الأمجاد صونا لاسمه
تركوا السفاح فلم يصبهم عارُه من آدم وإلى أبيه وأمه .

وفى البخارى عن أبى هريرة عنه - ﷺ - : « **بعثتُ من خير قرون بنى آدم قرنا فقرنا حتى كنتُ من القرن الذى كنت فيه** »(٥).

منزلته - ﷺ - :

قال السخاوى فالرسول - ﷺ - سيد الأولين والآخرين والملائكة المقربين

(١) أخرجه البيهقى فى دلائل النبوة (١٦٧/١) وأورده ابن كثير (٢٥٧/٢) فى البداية وابن مردويه كما فى الدر المنثور (٢٩٤/٣) .

(٢) أخرجه ابن سعد ، كما فى الدر المنثور للسيوطى (٢٩٥/٣) .

(٣) القاضى عياض [٤٧٦ - ٥٤٤ هـ = ١٠٨٣ - ١١٤٩ م]هو عياض بن موسى بن عمرون السبتى ، أبو الفضل : عالم المغرب وإمام أهل الحديث فى وقته ، كان من أعلم الناس بكلام العرب وأنسابهم وأيامهم ، ولى قضاء غرناطة وسبتة وتوفى بمراكش ، من تصانيفه : الشفا بتعريف حقوق المصطفى وشرح صحيح مسلم ، ومشارق الأنوار ، ولمزيد عن حياة القاضى عياض راجع : الأعلام للزركلى (٩٩/٤) ، وفيات الأعيان (٣٩٢/١) وقضاة الأندلس (١٠١) .

(٤) أخرجه ابن أبى عمر العدنى كما فى الدر المنثور (٢٩٥/٣) للسيوطى .

(٥) أخرجه البخارى فى صحيحه ، كتاب المناقب ، باب صفة النبى - ﷺ - حديث (٣٥٥٧) ، وأحمد فى المسند (٣٧٣/٢ ، ٤١٧) .

حکیم ترمذی، طبرانی، ابو نعیم، بیہقی اور ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر مخلوق میں سے بنی آدم کو چنا، اور بنی آدم میں سے عربوں کو چنا، اور عربوں میں سے مضر کو چنا، اور مضر سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے چن لیا تو میں بہتر لوگوں میں سے بہترین ہوں۔''

ابن سعد نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے ہمارے سامنے ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی نبی کو معبوث کرتا تو روئے زمین پر بہترین قبیلے کو دیکھتا پھر اس قبیلے میں سے کسی کو نبی بناتا۔''

زین العابدین علی بن حسین اپنے دادا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ ''میں اللہ کے حضور تخلیقِ آدم علیہ السلام سے بارہ ہزار سال پہلے نور تھا۔ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھا پھر وہ ہمیشہ ایک صلب سے دوسری صلب کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب کی پشت میں آ کر ٹھہرا۔''

اسی طرح قاضی عیاض نے ''الشفا'' میں ابن عباس سے بغیر سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ: ''قبیلہ قریش آدم سے دو ہزار سال قبل اللہ کے حضور نور تھا۔ وہ نور تسبیح پڑھتا تھا اور اس کی تسبیح سے ملائکہ بھی تسبیح کرتے تھے جب آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے پھر مجھے ابراہیم علیہ السلام کے صلب میں رکھا پھر برابر اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور معزز پشتوں سے منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا اور وہ کبھی بھی بدکاری کے مرتکب نہ ہوئے۔''

اور بعض نے کہا: ''اللہ نے محمد ﷺ کی عزت افزائی کیلئے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کو محفوظ کیا آپ ﷺ کے نام کی حفاظت کیلئے۔ انہوں نے بدکاری نہیں کی اور ان کو کبھی کسی کی عار نہیں پہنچی آدم علیہ السلام سے لیکر آپکے ماں باپ تک۔ اور صحیح بخاری میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں بنی نوع انسان کے بہترین دور میں معبوث ہوا ''میں عہد بہ عہد منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میرے ظہور کا زمانہ آ گیا۔''

آپ ﷺ کا درجہ

امام سخاوی نے کہا کہ رسول پاک ﷺ پہلوں، پچھلوں اور مقرب فرشتوں

سيد الخلائق أجمعين ، وحبيب رب العالمين المخصوص بالشفاعة العظمى يوم الدين مولانا أبو القاسم أبو إبراهيم محمد بن عبد الله بن عبد المطلب واسمه شيبة الحمد .

قيل وإنما قيل له عبد المطلب[1] لأن أباه هاشما قال لأخيه المطلب وهو بمكة حين حضرته الوفاة : أدرك عبدك بيثرب ، وقيل : إن عمه المطلب جاء به إلى مكة رديفه وهو بهيئة بذة فكان يسأل عنه ، فيقول أهو عبدى حياء أن يقول : ابن أخى فلما أدخله وأظهر من حاله أظهر أنه ابن أخيه ، وهو أول من خضب بالسواد من العرب وعاش مائة وأربعين سنة[2].

ابن **هاشم** واسمه عمرو وإنما قيل له : هاشم لأنه كان يهشم الثريد لقومه حين الجدب .

ابن **مناف** بن قُصىّ تصغير قَصىّ بعيد لأنه بعد عن عشيرته فى بلاد قضاعة حين احتملت أمه فاطمة[3].

ابن **كلاب** وهو منقول إما من المصدر الذى فى معنى المكالبة نحو كالبت العدو مكالبة أى مشارة ومضايقة ، وإما من الكلاب جمع كلب لأنهم يريدون الكثرة كأنهم تسموا بسباع ، وسئل أعرابى لم سموا أبناءكم شر الأسماء نحو كلب وذئب وعبيدكم بأحسن الأسماء نحو مرزوق ورباح ؟ فقال : إنما نسمى أبناءنا لأعدائنا ، وعبيدنا لأنفسنا يريدون أن الأبناء عدة للأعداء ، وسهام فى نحورهم ، فاختاروا لهم هذه الأسماء .

---

(١) عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف ، أبو الحارث : زعيم قريش فى الجاهلية وأحد سادات العرب ، مولده فى المدينة ومنشأه فى مكة ، كان فصيح اللسان ، حاضر القلب ، أحبه قومه ورفعوا من شأنه ، كانت له السقاية والرفادة ، وهو جدُّ رسول الله - ﷺ - قيل : اسمه شيبة ، وعبد المطلب لقب غلب عليه ، انظر : تاريخ الطبرى (١٧٦/٢) والسيرة لابن هشام (٥٧/١) ، والبداية والنهاية (٢٤٨/٢) .

(٢) انظر : الأعلام للزركلى (١٥٤/٤ ، ١٥٥) .

(٣) قصى بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤى : سيد قريش فى عصره ورئيسهم ، قيل هو أول من كان له مُلك من بنى كنانة وهو الأب الخامس فى سلسلة النسب النبوى ، مات أبوه وهو طفل فتزوجت أمه برجل من بنى عذرة ، فانتقل بها إلى أطراف الشام ، وسمى « قصيا » لبعده عن دار قومه ، وأكثر المؤرخين على أن اسمه : زيد أو يزيد ، ولما كبر عاد إلى الحجاز ، جدّد بناء الكعبة ، حاربته القبائل فجمع قومه وأسكنهم مكة لتقوى بهم عصبيته فلقبوه : « مجمّعاً » وكانت له الحجابة والسقاية والرفادة والندوة واللواء ، وفى درر الفوائد : اتخذ لنفسه دار الندوة وجعل بابها إلى مسجد الكعبة . انظر : طبقات ابن سعد (٣٦/١ - ٤٢) تاريخ الطبرى (١٨١/٢) والسيرة لابن هشام (٤٢/١) والأعلام (١٩٨/٥ ، ١٩٩) .

اور تمام مخلوق کے سردار ہیں اور رب العالمین کے محبوب ہیں، قیامت کے دن شفاعتِ عظمیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ہمارے سردار ابوالقاسم ابو ابرہیم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ﷺ عبدالمطلب کا اصل نام شیبة الحمد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالمطلب کا یہ نام اس لئے پڑھا کہ ان کے والد ہاشم نے اپنے بھائی مطلب کو مکہ میں اپنی وفات کے وقت کہا کہ یثرب میں اپنے غلام کو سنبھالو یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے چچا مطلب آپ کو اپنے پیچھے بٹھا کر مکہ میں آئے اس وقت وہ بڑے خستہ حال تھے۔

جب ان سے پوچھا جاتا تو کہتے کہ یہ میرا غلام ہے بھتیجا کہنے سے شرماتے تھے۔ جب مکہ میں داخل ہوئے اور اپنے حال کو ظاہر کیا تو پھر ان کے بھتیجے ہونے کا اظہار کیا۔ عرب میں پہلا آدمی ہے جس نے خضاب کیا اور ایک سو چالیس سال تک زندہ رہا۔

ہاشم کا اصل نام عمرو تھا اور ان کو ہاشم اس لئے کہتے تھے کہ یہ قحط کے زمانے میں اپنی قوم کیلئے کھانا تیار کرتے تھے۔ ہاشم ابن مناف بن قصی یہ تصغیر ہے قصی کی اور اس کا معنی بعید دور ہونا ہے کیونکہ یہ اپنے خاندان سے بہت دور قضاعۃ قبیلے کے علاقے میں تھے جبکہ ان کی ماں فاطمہ ان سے حاملہ تھیں۔

ابن کلاب یا تو منقول مصدر ''مکالبہ'' سے جیسے کہتے ہیں ''کالبت العدو مکالبة'' کہ ''میں نے دشمن کو مشکل میں ڈال دیا'' یا یہ ''کلاب'' سے ہے جو جمع ہے کلب کی بمعنی ''کتے'' کیونکہ یہ ہمیشہ تعداد بڑھاتے رہتے تھے گویا ان کو درندے قرار دیا گیا۔

ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہ تم لوگوں نے اپنے بیٹوں کے برے برے نام کیوں رکھے ہیں جیسے کلب (کتا) ذئب (بھیڑیا) اور اپنے غلاموں کے اچھے نام رکھتے ہو جیسے مرزوق (جس کو رزق ملے) رباح (نفع، فائدہ) تو اس نے کہا کہ ہم اپنے بیٹوں کے نام اپنے دشمنوں کے لئے رکھتے ہیں اور اپنے غلاموں کے اپنے لئے رکھتے ہیں۔ مراد یہ کہ بیٹے دشمنوں کے لئے ڈھال ہیں اور ان کے سینے میں پیوست ہونیوالے تیر اس لئے انہوں نے یہ نام اختیار کئے۔

ابن **مُرّة** بضم الميم وتشديد الراء(١).

ابن **كعب**(٢) وهو أول من سَمّى يوم الجمعة ، وكان اسمه أولاً يوم العروبة ، وكان يخطب فيه ، وتجتمع قريش لسماعه ، وهو أول من قال : أما بعد ، وربما أنذر فى خطبته بخروج النبى - ﷺ - ويعلمهم بأنه من ولده ويأمرهم باتباعه ويقول .

ياليتني شاهد فحواء دعوتـه حين العشيرة تنفى الحق خذلانا

ابن لؤى تصغير اللأى .

ابن **غالب** بن فِهر بكسر الفاء ، واسمه قريش أو لقبه وفهر اسمه وإليه ينتهى نسب قريش فمن لم يكن من ولده فليس بقرشى بل كنانى وهذا هو الأصح وعليه تنسب قريش .

ابن **مالك** بن النضر ، وقيل : إنه لقب به لنضارة وجهه ، واسمه قيس ، وعند كثيرين أنه جامع قريش .

ابن **كنانة**(٣) بكسر الكاف أبو قبيلة بن خزيمة تصغير خزمة بالخاء والزاى المعجمتين .

ابن **مُدْرِكة**(٤) على صيغة الفاعل .

ابن **إلياس**(٥) بكسر الهمزة قطعا فى قول ابن الأنبارى ،وقيل بفتحها وصلا

---

(١) مرة بن كعب بن لؤى ، من عدنان : جدّ جاهلى من سلسلة النسب النبوى ، يكنى أبا يقظة ، وبنو مخزوم وبنو تيم ، انظر : الكامل لابن الأثير (٩/٢) وتاريخ الطبرى (١٨٥/٢) وجمهرة الانساب (١٢) والاعلام (٢٠٦/٥) .

(٢) كعب بن لؤى بن غالب ، أبو هُصيص : جدّ جاهلى ، خطيب ، من سلسلة النسب النبوى ، كان عظيم القدر عند العرب ، من نسله بنو سعد وبنو سهل وبنو العاص وبنو نضيل انظر : تاريخ الطبرى (١٨٥/٢) والأعلام (٢٢٨/٥) .

(٣) كنانة بن خزيمة بن مدركة : جدّ جاهلى ، من سلسلة النسب النبوى ، كنيته أبو النضر ، انظر : تاريخ الطبرى (١٨٨/٢) والكامل لابن الأثير (١٠/٢) والأعلام (٢٣٤/٥) .

(٤) مدركة بن إلياس بن مضر : جدّ جاهلى ، من سلسلة النسب النبوى الشريف ، كنيته أبو هذيل .كان اسمه عمراً ، ولقبه مدركة تفرع نسله وهو خلائق كثيرة ، اشتهر من نسله هذيل فى الجاهلية وصدر الإسلام منهم أكثر من سبعين شاعرًا ، انظر : الكامل لابن الأثير (١٠/٢) وتاريخ الطبرى (١٨٩/٢) والأعلام (١٩٧/٧) .

(٥) إلياس بن مضر بن نزار ، أبو عمرو ، جاهلى من سلسلة النسب النبوى ، قيل : هو أول من أهدى البدن إلى البيت الحرام ، ويذكر أن النبى - ﷺ - أنه قال : « لا تسبوا إلياس فإنه كان مؤمنا » انظر : الكامل لابن الأثير (١٠/٢) ، وتاريخ الطبرى (١٨٩/٢) .

ابن مُرّہ، ابن کعب یہ پہلا آدمی ہے جس نے جمعہ کا نام جمعہ رکھا ہے پہلے اس کو یوم العروبہ کہتے تھے اس دن یہ خطبہ دیا کرتے تھے اور قریش سننے کیلئے جمع ہوتے تھے یہ پہلا شخص ہے جس نے أمابعد کا لفظ استعمال کیا۔

نبی پاک ﷺ کے ظہور سے آگاہ کرتا اور لوگوں کو بتاتا کہ یہ میری اولاد میں سے ہونگے تمہیں انکی پیروی کرنی ہے اور اکثر یہ شعر گنگناتا: ''اے کاش میں حاضر ہوتا انکی دعوت کے وقت جب یہ خاندان (قریش) حق کو رسوا کر کے نکال دے گا۔''

ابن لوی، اللّائی کی تصغیر ہے۔

ابن غالب بن فِہر ان کا نام قریش ہے یا لقب ہے اور فِہر نام ہے اگر قریش لقب ہے تو فہر نام ہے اور اگر فہر لقب ہے تو قریش نام ہے۔ اور قریش کا نسب انہی تک پہنچتا ہے جو ان کی اولاد میں سے نہیں وہ قریش نہیں بلکہ کنانی ہے اور یہی بات صحیح تر ہے اور قریش انہی کی طرف منسوب ہیں۔ ابن مالک بن نضر، ان کا یہ لقب ان کے چہرے کی بشاشت کی وجہ سے ہے اور ان کا نام قیس تھا اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قریش کو جمع کرنیوالے ہیں۔

ابنِ کنانہ ابوقبیلہ بن خزیمہ یہ خزمۃ کی تصغیر ہے۔ ابن مدرکۃ صیغہ فاعل ہے۔ ابن الیاس مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''الیاس کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ مومن تھے یہ بات امام سہیلیؒ نے روضۃ الأنف میں ذکر کی ہے۔ الزبیر نے بیان کیا کہ یہ بنی اسرائیل پر اعتراض کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے باپ دادے کے طور طریقے بدل دیئے ان میں کھڑے ہو کر وعظ نصیحت کرتے تھے یہاں تک کہ ان کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور وہ ان پر راضی ہوگئے اور ایسے راضی ہوئے کہ ان کے بعد کسی اور پر اتنے راضی نہ ہوئے۔ اور یہ پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کیلئے ھَدی کے جانور بھیجے۔ عرب ہمیشہ ان کی اسطرح تعظیم کرتے تھے جیسے دانشمندوں کی تعظیم کی جاتی ہے۔

ابن مضر اس کا وزن ''فُعَلُ'' ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو مضر اس لئے کہا جاتا ہے کہ جو ان کے حسن و جمال کو دیکھتا انکی طرف مائل ہوجاتا اور انکی آواز بھی بڑی خوبصورت تھی اتفاقاً

وهو قول قاسم بن ثابت ، ضد الرجا ، باسم النبي المشهور واللام فيه للتعريف ، وقال السهيلي : وهذا أصح ويذكر أنه كان يسمع في صلبة تلبية النبي - ﷺ - بالحج ، ويذكر أنه - ﷺ - قال : « **لا تسبوا إلياس فإنه كان مؤمنا** »[(١)] ذكر ذلك السهيلي في روضته ، وحكى الزبير أنه كان ينكر على بني إسماعيل ما غيروا من سنن آبائهم وكان يقوم فيهم ويعظهم حتى جمعهم على رأيه ورضوا به رضا لم يرضوا من أحد بعد أدد[(٢)] وهو أول من أهدى البُدن إلى البيت ، ولم تبرح العرب تعظمه تعظيم أهل الحكمة .

ابن **مضر**[(٣)] على وزن [**فُعَل**] قيل : لأنه كان يضير قلب من رآه لحسنه وجماله ، وكان حسن الصوت ، فأتفق أنه سقط عن بعيره فأصيبت يده وهو يقول : وايداه وايداه ، فنشطت الإبل لسماع صوته ذلك بحيث كان ذلك أصل الحداء في العرب ، وصدق قول القائل : إنه أول من حدا ومن كلماته : من يزرع شرًا يحصد ندامة ، وخيراً بخير أعجله . ويروى عن ابن عباس : لا تسبوا مضر وربيعة ، يعني أخاه ، فإنما كانا مسلمين على ملة إبراهيم[(٤)]، بل يروى عن ابن عباس : معهما أيضا خزيمة الماضي ومعد ، وعدنان وأدد ، وقيس وتميم ، وأسد وضبة وإنهم ماتوا على ملة إبراهيم . بل يروى عن ابن عباس : فلا نذكرهم إلا بما يذكر به المسلمون . **ابن نزار**[(٥)] بكسر النون وتخفيف الزاى مأخوذ من النزر وهو القليل لأنه كان فريد عصره ، وقيل : لأنه لما ولد فنظر أبوه نور محمد - ﷺ - بين عينيه فرح فرحا شديداً ، وأطعم طعاماً كثيراً ، وقال : إن هذا كله نزر أى : قليل لحق هذا المولود .

ابن **مَعَدّ**[(٦)] بفتح الميم والعين المهملة وتشديد الدال ويروى أن بختنصر لما غزا

---

(١) أخرجه السهيلي كما في الأعلام (١٠/٢) .

(٢) أدد بن زيد بن يشجب بن عريب الكهلاني ، من قحطان : جدّ جاهلي لا يعرف مولده ولا وفاته ، انظر ، الأعلام (٢٧٨/١) .

(٣) مضر بن نزار بن معد بن عدنان : من سلسلة النسب النبوى ، من أهل الحجاز ، كان من أحسن الناس صوتا ، انظر : تاريخ الطبرى (١٨٩/٢) والكامل لابن الأثير (١٠/٢) والأعلام (١٤٩/٧) .

(٤) انظر : البداية والنهاية (١٩٩/٢) .

(٥) نزار بن معد بن عدنان : جدّ جاهلي ، يتصل به النسب النبوى كنيته أبو إياد أو أبو ربيعة ، كانت له سيادة وثروة كبيرة ، انظر : الكامل لابن الأثير (١١/٢) وتاريخ الطبرى (١٩٠/٢) والأعلام (١٦/٨) .

(٦) معد بن عدنان بن أد بن أدد بن الهميسع ، من أحفاد إسماعيل من سلسلة النسب النبوى ، انظر : تاريخ الطبرى (١٩١/٢) الكامل لابن الأثير (١١/٢) والأعلام (٢٦٦/٧) .

یہ اونٹ سے گرے اور ان کے ہاتھ پر ضرب لگی اور انکے منہ سے وایداہ وایداہ کی آواز نکلنے لگی انکی آواز سن کر اونٹ مست ہوگیا اور عرب میں یہی بات حدی خوانی کا سبب بنی۔

اور کہنے والے کی یہ بات سچی ہے کہ یہ شخص پہلا حدی خوان ہے اور اس کے اقوال میں سے یہ بھی ہے۔ ''جس نے برائی کا بیج ڈالا وہ پشیمانی کی فصل کاٹے گا جس نے خیر کا بیج ڈالا تو وہ بہت جلد خیر کی فصل کاٹے گا''

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''مضر اور ربیعہ (جو اس کا بھائی تھا) کو برا بھلا مت کہو کیونکہ یہ دونوں ملت ابراہیمی کے پیروکار مسلمان تھے'' بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تو یہ بھی روایت ہے کہ خزیمہ، معد، عدنان، ادد، قیس، تمیم، اسد اور ضبۃ یہ تمام دین ابراہیمی پر فوت ہوئے۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ہم تو ان کا ذکر ان الفاظ میں کریں گے جن سے مسلمانوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابن نزار یہ نزر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے ''کم'' کیونکہ یہ اپنے زمانے کا یکتا تھا کہا گیا ہے کہ جب یہ پیدا ہوئے تو انکے والد نے نورِ محمد ﷺ ان کی آنکھوں کے درمیان چمکتا ہوا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور مخلوق خدا کو بہت کھانا کھلایا اور کہنے لگے یہ نذر ہے جبکہ اس نومولود بچے کے حق کے مقابلے میں یہ کھانا بہت قلیل ہے۔ ابن مَعَدّ روایت کیا جاتا ہے کہ جب بخت نصر نے عرب علاقوں پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نبی ارمیا علیہ السلام کو اس وقت وحی فرمائی کہ معد کے پاس آؤ اور اسے اس علاقے سے نکال کر شام لے جاؤ اور اسکی حفاظت کرو کہ ان کی اولاد سے خاتم النبیین محمد ﷺ پیدا ہونگے لہذا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ روایت ہے کہ ان کی اولاد میں سے جب بیس یا چالیس کی تعداد ہوگئی تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کردیا اور لوٹ مار کی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ ان کو بددعا نہ دینا دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے تین بار بددعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی عرض کی اے رب میں نے تجھ سے اس قوم کیلئے بددعا کی جنہوں نے ہم پر حملہ کیا لیکن تو نے میری بددعا قبول نہیں کی۔ فرمایا موسیٰ ان میں ایک صاحبِ خیر آخری زمانے میں آئے گا۔ یہاں تک نسب کا اختلاف نہیں۔

بلاد العرب أوحى الله إلى أرميا نبي بني إسرائيل إذ ذاك أن : أئت معدًا فأخرجه عن بلاده ، وأحمله إلى الشام ، وتول أمره ، فإنه يخرج من ولده محمد - ﷺ - خاتم النبيين ففعل به ذلك[١].

ويروى أن أولاده لما بلغوا عشرين أو أربعين أغاروا على عسكر موسى ، فانتهبوا فعلوا موسى عليهم فأوحى الله إليه : لا تدع عليهم ، وفي لفظ : أنه دعا فلم يُجَبْ حتى فعلوا ذلك ثلاثًا ، فقال : يا رب دعوتك على قوم أغاروا علينا فلم تجبني فيهم ، فقال : يا موسى فيهم خيرتي في آخر الزمان . **ابن عدنان**[٢] بفتح العين وإلى هنا من النسب الشريف لا خلاف فيه .

● اختلاف العلماء في نسبه الشريف بعد عدنان :

وإنما الخلاف فيمن فوق عدنان على أقوال كثيرة متباينة جدًا ، ولذا يروى أن النبي - ﷺ - : « كان إذا بلغ في النسب إلى عدنان أمسك ، وقال : **كذب النسابون** »[٣]. قال الله تعالى : ﴿ **وقرونا بين ذلك كثيرا** ﴾[٤] قال ابن عباس : **ولو شاء الله أن يعلمه لأعلمه** .

قال ابن دحية : أجمع العلماء - والإجماع حجة - على أن رسول الله - ﷺ - إنما انتسب إلى عدنان ولم يجاوزه . وفي مسند الفردوس عن ابن عباس أنه - ﷺ - : « كان إذا انتسب لم يجاوز معد بن عدنان ثم يمسك ويقول : **كذب النسابون** »[٥] قال السهيلي : لا يصح في هذا الحديث أنه من قول ابن مسعود ، وقال غيره : كان ابن مسعود إذا قرأ قوله تعالى : ﴿ **أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ** ﴾[٦] قال : كذب

---

(١) انظر : البداية والنهاية لابن كثير (٢/١٩٤) .

(٢) عدنان بن أد ، اتفق المؤرخون على أنه من أبناء اسماعيل بن إبراهيم عليهما الصلاة والسلام ، وإلى عدنان ينتسب معظم أهل الحجاز ، وكان رسول الله - ﷺ - إذا انتسب فبلغ عدنان يمسك ويقول : كذب النسابون انظر : تاريخ الطبري (٢/١٩١) والأعلام (٤/٢١٨) والبداية (٢/١٩٣ ، ١٩٤) .

(٣) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/١٩٤) الأعلام (٤/٢١٨) والسيوطي في الدر المنثور (٥/٧٢) .

(٤) الفرقان : ٣٨ .

(٥) تقدم تخريجه .

(٦) إبراهيم : ٩ .

عدنان کے بعد نسب پاک میں اختلاف علماء

اختلاف صرف عدنان سے اوپر ہے اور یہ بہت زیادہ ہے اس لئے روایات میں آتا ہے کہ نبی پاک ﷺ اپنا نسب بیان کرتے کرتے عدنان پر آکر رک جاتے اور فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے اس سے آگے جھوٹ بولا ہے۔

اللہ فرماتا ہے: ''کہ اس عرصہ میں بہت قومیں گزریں۔'' (القرآن، الفرقان: ۳۸)

ابن عباس ؓ نے کہا اللہ کسی کو بتانا چاہے تو بتا دے۔

ابنِ دحیۃ نے کہا کہ علماء کا اجماع حجت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معد بن عدنان سے آگے اپنا نسب بیان نہیں کیا اور فرماتے تھے کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا ہے۔ امام سھیلیؒ نے کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں۔

یہ ابن مسعود ؓ کا قول ہے، بعض علماء نے کہا کہ جب ابن مسعود یہ آیت پڑھتے:

''کیا تمہارے پاس تم سے پہلوں کی خبر نہیں آتی قوم نوح قوم عاد اور قوم ثمود اور انکے بعد آنے والے جنکو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (فرمایا نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا ہے۔)'' (القرآن، ابراھیم،۱۴: ۹)

یعنی وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نسب کا اور اللہ نے اپنی کتاب میں انکے علم کی نفی کردی۔ اور ابن عمر ؓ نے فرمایا ''ہم عدنان تک نسب بیان کرتے ہیں اور اس سے اوپر کا ہمیں کچھ پتہ نہیں۔''

ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ عدنان اور اسماعیل ؑ کے درمیان تیس آباء کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو معد ابن عدنان کے بعد کسی کو جانتا ہو اور امام مالک سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنا نسب آدم ؑ تک بیان کرے تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اسے کس نے بتایا۔

ایسا ہی باقی انبیاء کے نسب کے بارے میں آیا ہے۔

نسابون[1]. يعنى أنهم يدعون على الأنساب ، ونفى الله علمهم فى الكتاب . وروى عن ابن عمر أنه قال : أنا انتسب إلى عدنان ومافوق ذلك لا ندرى ما هو[2]. وعن ابن عباس : بين عدنان وإسماعيل ثلاثون أبًا لا يعرفون[3]. وقال عروة ابن الزبير : ما وجدنا أحداً يعرف بعد معد بن عدنان[4]. وسئل مالك عن الرجل يرفع نسبه إلى آدم فكره ذلك وقال : من أخبره بذلك[5]، وكذا روى عنه فى رفع نسب الأنبياء .

● عبد المطلب وأصحاب الفيل :

قال ابن شهاب : إن أول ما ذكر من فضائل عبد المطلب أن قريشا خرجت من الحرم لما قدم عليهم أصحاب الفيل وقال هو : والله لا أخرج من حرم الله أبغى العز فى غيره ، ولا أبغى سواه بديلاً ، وأقام عند البيت المحرّم حتى كان من أمره مع صاحب الحبشة حين خرج إليه مطلوبا ما عظم به عنده وعند قومه أولى الوجاهة والكرم ، وأهلك الله سبحانه الحبشة وردهم عن بيته ، وأزال عن أهله تلك الوحشة[6].

وكانت السقاية والرفادة لعبد المطلب بعد عمه المطلب فإنه أقام لقومه ما كان أباؤه يقيمونه لهم من قبله ، فشرف بذلك شرفا لم يبلغه آباؤه ، ولا وصل أحد منهم إلى مثله ، وأحبه قومه وعظّم خطره فيهم ، واعتمدوا فى إرشادهم وتنبيهم .

والرفادة : شيء كانت قريش فى الجاهلية تتخارجه من بينهم على قدر طاقتهم بحيث يجتمع من ذلك شيء كثير ، ثم يشترون به طعاما وزبيبا للنبيذ ، ويطعمون الناس ويسقونهم أيام موسم الحج حتى ينقضى[*].

---

(١) أورده ابن كثير فى تفسيره (٥٤٣/٢) . (٢) أورده ابن كثير فى البداية والنهاية (١٩٤/٢) .

(٣) انظر : الموضع السابق (١٩٤/٢) . (٤) انظر : الموضع السابق (١٩٤/٢) .

(٥) انظر : الموضع السابق (١٩٤/٢) .

(٦) وقد أورد الله تعالى قصة أصحاب الفيل ، فى محاولة هدم الكعبة الشريفة وكيف انتقم الله منهم حيث أرسل عليهم طيراً أبابيل فأهلكهم ، وصدق الله تعالى إذ يقول : ﴿ ألم تر كيف فعل ربك بأصحاب الفيل ۝ ألم يجعل كيدهم فى تضليل ۝ وأرسل عليهم طيراً أبابيل ۝ ترميهم بحجارة من سجيل ۝ فجعلهم كعصف مأكول ﴾ .

(*) راجع النهاية لابن الأثير (٢٤٢/٢) و(٣٨١/٢) .

حضرت عبدالمطلب اور اصحاب فیل

ابن شہاب نے کہا کہ عبدالمطلب کی اولین فضیلت یہ بیان کیجاتی ہے کہ ہاتھی والے جب خانہ کعبہ پر حملہ آور ہوئے تو قریش حرم سے باہر چلے گئے لیکن آپ نے فرمایا کہ بخدا اللہ کے حرم سے نکل کر میں کسی اور جگہ عزت طلب نہیں کرونگا۔

اور اس کے سواء مجھے کچھ نہیں چاہیے اور آپ بیت الحرام کے اندر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ کا معاملہ حبشیوں سے پڑا اور آپ اپنا مطلوب مانگنے کیلئے ان کے پاس آئے آپکی وجاہت اور عظمت کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ اللہ نے حبشیوں کو ہلاک کیا اور ان کو اپنے گھر سے بھگا دیا اور اہل مکہ سے وحشت کو دور کر دیا۔

سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) اور رفادہ (اللہ کے گھر کی خدمت کا منصب) کا منصب آپکے چچا مطلب کے بعد عبدالمطلب کے پاس آ گیا تو آپ نے اپنی قوم کی اسی طرح قیادت کی جس طرح کہ آپ کے آباؤ اجداد پہلے قیادت کرتے رہے اس وجہ سے آپ عزت اور عظمت کے اس بلند مقام پر فائز ہوئے جس پر آپ سے پہلے کوئی نہ پہنچ سکا قوم نے آپ سے بہت محبت کی اور آپ کو بہت عزت دی اور آپ کی راہنمائی اور خبر داری پر پورا اعتماد کیا۔

الرفادة

دور جاہلیت میں قریش حسب توفیق اپنے عطیات جمع کر کے اس سے غلہ وغیرہ خرید کر نبیذ تیار کرتے اور موسم حج میں آخر وقت تک لوگوں کو کھلاتے پلاتے۔

عبدالمطلب کی نذر اور بیٹے کو ذبح کرنا

نبی پاک ﷺ نے فرمایا میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ مراد اسماعیل علیہ السلام اور آپ ﷺ کے والد عبداللہ، یہ واقعہ طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی کہ ان کے دس بیٹے ہوئے ان میں سے ایک کو قربان کردیں گے جب دس بیٹے پورے ہوئے تو آپ نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا جو عبدالمطلب کو سب سے زیادہ پیارے تھے۔ تو آپ نے دعا مانگی

● **نذر عبد المطلب ذبح ولده :**

ويروى عنه - ﷺ - أنه قال : « **أنا ابن الذبيحين** »[1] يعنى بها جده إسماعيل وأباه عبد الله والقصة أخرجها الطبرانى من طريق ابن وهب عن أسامة ابن زيد عن الزهرى عن قبيصة بن دؤيب أن عبد الله بن عباس قال : كان عبد المطلب نذر إن كمل له عشرة من الولد أن ينحر أحدهم فلما كمل عشرة[2] أقرع بينهم أيهم ينحر ؟ فطارت القرعة على عبد الله وكان أحب الناس إلى عبد المطلب ، فقال : اللهم هو أو مائة من الإبل ، ثم أقرع فطارت القرعة على المائة من الإبل[3]، وذكر الزبير بن بكار أنه نحرها وتركها للناس فأخذوها .

● **مشروعية الدية :**

قال السخاوى : وصارت الدية مشروعة بتعيين مائة من الإبل بين المسلمين بعد أن كانت فى الجاهلية عشرة ولهذا اقتصر على هذا العدد فى القرعة المتكررة حيث كان عبد المطلب يزيد عشرة ثم عشرة إلى أن صارت مائة فجاءت عليها القرعة .

● **سبب نذره :**

قال القسطلانى : وكان سبب نذره حفر أبيه عبد المطلب « زمزم » لأن الجرهمى عمرو بن الحارث لما أحدث قومه بحرم الله الحوادث ، وقيض الله لهم من أخرجهم من مكة ، فعمد عمرو إلى نفائس فجعلها فى زمزم ، وبالغ فى طمسها وفر إلى اليمن بقومه ، فلم تزل زمزم من ذلك العهد مجهولة إلى أن رفعت عنها الحجب برؤيا منام رآها عبد المطلب ، دلته على حفرها بأمارات عليها ، فمنعته قريش من ذلك ، ثم آذاه من السفهاء من آذاه واشتد بذلك بلاؤه ومعه ولده الحارث ، ولم يكن له ولد سواه فنذر لئن جاءه عشرة بنين وصاروا له أعوانا ليذبحن أحدهم قربانا ، ثم احتفر عبد المطلب زمزم فكانت له فخراً وعزّا[4].

---

(١) أخرجه ابن مردويه والآمدى ، عن عبد الله بن سعيد الصنابحى كما فى الدر المنثور للسيوطى (٢٨١/٥) .

(٢) أولاده العشرة هم الحارث والزبير وحجل وضرار والمقوم وأبو لهب والعباس وحمزة وأبو طالب وعبد الله ، وقد جمعهم عبد المطلب ثم أخبرهم بنذره ودعاهم إلى الوفاء لله عز وجل بذلك النذر ، فأطاعوه ثم أقرع بينهم ، ووقعت القرعة على ابنه عبد الله وكان أصغر ولده وأحبهم إليه .

(٣) أورد القصة ابن كثير (٢٤٨/٢) فى البداية والنهاية .

(٤) انظر : البداية والنهاية (٢٤٤/٢ ، ٢٤٨) لابن كثير .

یااللہ یہ بیٹا قربان کروں یا سواونٹ پھر قرعہ اندازی کی تو سواونٹ نکل آئے زبیر نے بن بکار نے یہ بات ذکر کی کہ آپ نے ان کو ذبح کر کے لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور وہ حسب ضرورت لے گئے۔

دیت کی مشروعیت

سخاوی نے کہا کہ مسلمانوں کے درمیان دیت کی مقدار سواونٹ مقرر ہے جبکہ دورِ جاہلیت میں دس اونٹ ہوتی تھی۔

نذر کا سبب

امام قسطلانی نے کہا کہ اس نذر کا سبب یہ تھا کہ عبدالمطلب زم زم کا چشمہ کھودنا چاہتے تھے جب بنو جرھم قبیلے کے عمرو بن حارث اور انکی قوم نے اللہ کے حرم میں فسادات کی آگ بھڑکائی اور اللہ نے ان پر ایسے لوگ مسلط کیے جنہوں نے ان کو مکہ سے نکال باہر کیا تو عمرو نے خانہ کعبہ کے نفیس اور قیمتی نذرانوں کو بچانے کے لئے زم زم کے چشمے میں دفنا دیا اور اس کا نام ونشان مٹا کر خود اپنی قوم کے ہمراہ یمن کی طرف بھاگ گیا اس کے بعد زم زم لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب کو خواب آیا اور انہوں نے ان نشانیوں کے مطابق اس چشمے کے اوپر سے پتھر ہٹا کر اسے ظاہر کیا قریش نے ان کو منع کیا اور ان کے بے وقوف لوگوں نے ان کو اور انکے بیٹے حارث کو بہت اذیت دی اس وقت ان کا ایک ہی بیٹا حارث تھا تو آپ نے نذر مانی کہ اگر دس بیٹے میری مدد کے لئے پیدا ہوئے تو میں ان میں سے ایک کو اللہ کے راستے میں قربان کردوں گا پھر عبدالمطلب نے زم زم کا چشمہ کھودا اور یہ ان کے لئے باعث عزت وعظمت ہوا۔

عبدالمطلب کا اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کا البرقی نے ذکر کیا ہے۔ حضور ﷺ کے دادا یمن تشریف لاتے اور وہاں کے کسی سردار کے ہاں ٹھہرتے ایک بار جو تشریف لائے تو میزبان سردار کے پاس اہل کتاب کا ایک عالم تھا اس نے کہا مجھے اجازت ہو تو آپکی تجارت کی تحقیق کروں آپ نے فرمایا غور کریں۔ اس عالم نے کہا کہ میرے

● **تزويج عبد المطلب ابنه عبد الله من آمنة بنت وهب :**

وذكر البرقي في سبب تزويج عبد الله بآمنة أن جده كان يأتي « اليمن » فينزل عند عظيم من عظمائهم فنزل عنده مرة فإذا عنده رجل ممن قرأ الكتب ، فقال : ائذن لي أفتش متجرك . فقال : دونك فانظر ، فقال : أرى نبوة وملكاً وإنما هي في المَنَافِيَيْن يعني عبد مناف بن قصي وعبد مناف بن زهرة فلما انصرف عبد المطلب انطلق بابنه عبد الله فزوجه بآمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة بن حمزة[1]. قال كعب الأحبار : وأعطى الله آمنة عند ذلك من النور والبهاء والوقار والجمال والكمال ما كانت تدعى به سيدة قومها ، وبقي عبد الله والنور بين عينيه لا يخرج حتى أذن الله للنور أن يخرج إلى بطن أمه . وأخرج البيهقي في الدلائل من طريق معمر عن الزهري قال : كان عبد الله من أحسن فتى في قريش ، فمر نسوة مجتمعات ، فقالت امرأة منهن : يا نساء قريش أيتكن تتزوج هذا الفتى فتصطاد النور الذي بين عينيه ؟! . قال : فتزوج آمنة فحملت برسول الله - ﷺ -[2].

[أخرج] ابن عبد البر : لما تزوج عبد الله آمنة كان ابن ثلاثين سنة وقيل : ابن خمس وعشرين ، وقال غيره : ثمانية عشر . قال السخاوي : وهو الراجح .

● **حمل آمنة برسول الله - ﷺ - :**

وقال سهل بن عبد الله التستري[3] فيما رواه الخطيب البغدادي الحافظ : لما أراد الله خلق محمد - ﷺ - في بطن أمه ، وذلك في ليلة الجمعة من رجب أمر الله في تلك الليلة « رضوان » خازن الجنان أن يفتح أبواب الفردوس وينادي منادٍ في السموات والأرضين : ألا إن النور المخزون المكنون الذي يكون منه النبي - ﷺ - الهادي في هذه الليلة يستقر في بطن أمه الذي فيه يتم خلقه ويخرج إلى الناس نذيراً . وذكر الزبير بن بكار : أنه كان في أيام التشريق في شعب أبي طالب عند الجمرة الوسطى[4].

وللواقدي من جهة وهب بن زمعة عن عمته قالت : كنا نسمع أن رسول

---

(١) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٧١) والبداية (٢/٢٥١) .
(٢) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٧٥) .
(٣) سهل بن عبد الله التستري ، أبو محمد ، أحد أئمة الصوفية وعلمائهم والمتكلمين في علوم الإخلاص ، له كتاب في تفسير القرآن ، وكتاب رقائق المحبين ، انظر : حلية الأولياء (١٠/١٨٩) والأعلام (٣/١٤٣) .
(٤) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٦١) .

خیال میں نبوت اور حکومت دومنافوں میں آئے گی یعنی عبدمناف بن قصی اور عبدمناف بن زہرہ جب عبدالمطلب واپس آئے اور اپنے بیٹے کی شادی سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وھب بن عبدمناف بن زھرہ بن حمزہ سے کردی۔

کعب احبار نے کہا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسا عظیم نور، چمک، وقار، جمال اور کمال عطا کیا جس کی وجہ سے ان کو قوم کی سیدہ کہا جانے لگا۔

حضرت عبداللہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور کی شعاعیں اس وقت تک نکلتی رہیں جب تک اللہ کے حکم سے وہ نور سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اطہر میں منتقل نہیں ہوگیا۔

بیہقی نے الدلائل میں امام زھری سے یہ روایت بیان کی ہے کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش کے حسین ترین نوجوانوں میں سے تھے عورتوں کی ایک جماعت کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو ان میں ایک بی بی نے کہا اے قریش کی عورتو! تم میں سے کون ہے جو اس جوان سے شادی کرکے اس کے نور کا شکار کرلے جو اسکی آنکھوں کے درمیان چمک رہا ہے؟ سو بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے شادی کرلی اور حضور ﷺ کا حمل آپ کے بطن مبارک میں ٹھہر گیا ابن عبدالبر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کی تو آپ کی عمر تیس یا پچیس سال اور بعض نے کہا کہ اٹھارہ سال تھی۔ السخاوی نے کہا کہ یہی زیادہ راجح قول ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نورِ مصطفیٰ ﷺ سے حاملہ ہونا

خطیب بغدادی نے سھل بن عبداللہ تستری سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو آپ کی والدہ کے بطن مبارک میں پیدا کرنا چاہا تو یہ ماہ رجب کی جمعہ کی رات تھی اللہ تعالیٰ نے اس رات کو جنت کے خازن رضوان کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کے سارے دروازے کھول دیے جائیں اور زمین و آسمان میں ایک منادی یہ اعلان کردے کہ ''سن لو وہ نور جو کہ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جس سے ہدایت دینے والے نبی پاک ﷺ نے ہونا تھا اس رات کو اپنی ماں کے پیٹ میں منتقل ہوئے جہاں آپ کی تخلیق مکمل ہوگی اور آپ ﷺ لوگوں کو ڈرسنانے کے لئے ظہور پذیر ہوں گے۔ الزبیر بن بکار نے کہا کہ میں ایام تشریق میں

الله - ﷺ - لما حملت به آمنة كانت تقول : ما شعرت أني حملت به ، ولا وجدت ثقلا كما تجد النساء إلا أني أنكرت رفع حيضتي ، وربما كانت تقول أمه : آتاني آت وأنا بين النائم واليقظان ؛ فقال : هل شعرت أنك حملت ؟ فكأني أقول : ما أدرى ، فقال : إنك حملت ، بسيد هذه الأمة ونبيها وسميه محمدًا وذلك يوم الإثنين[1].

ولابن حبان في صحيحه من حديث عبد الله بن جعفر عن حليمة السعدية مرضعته أن آمنة قالت لها : إن لابني هذا شأنا ، إني حملت حملا فلم أحمل حملا قط كان أخف علي ، ولا أعظم بركة منه ثم رأيت نورًا كأنه شهاب خرج مني حين وضعته أضاءت له أعناق الإبل ببصرى من أرض الشام ثم وضعته فما وقع كما يقع الصبيان ، وقع واضعا رجليه بالأرض رافعا رأسه إلى السماء[2].

● خروج النور المحمدي - ﷺ - :

وفي صحيح ابن حبان والحاكم ومسند أحمد وغيرهم عن العرباض بن سارية السلمي قال : قال رسول الله - ﷺ - : « **إني عند الله في أم الكتاب لخاتم النبيين ، وإن آدم لمنجدل في طينته وسأنبئكم بأول ذلك دعوة إبراهيم وبشرى أخي عيسى قومه ورؤيا أمي التي رأت أنه خرج منها حين وضعت نور أضاءت له قصور الشام** »[3] قال السخاوي : قوله بِبُصْرَى . قال شيخنا : يحتمل أن يقرأ بضم الموحدة وسكون المهملة مقصوراً ويحتمل أن يُقرأ ببصرِى بفتح الباء والصاد أي أنها رأت رؤيا عين بِبَصِرها ، قال : وبُصْرَى على الأول : بلدة معروفة بطرف الشرق بطرف دمشق ممايلي حُوران وهي قصبة من جهة الحجاز بينها وبين الشام نحو مرحلتين ، و(**النكتة**) في تخصيصها بالذكر مع أنه في رواية : « **أضاء ما بين المشرق والمغرب** »[4] وفي لفظ : « **الأرض** » ، وهما أشمل : كونه - ﷺ - وصل بنفسه الشريفة إليها وما جاوزها . وقال بعضهم : الإشارة إلى ما خص الشام به من نور نبوءته ، فإنها دار ملكه كما ذكر أن في الكتب السالفة : محمد رسول الله مولده بمكة ، ومُهَاجَره بيثرب ، وملكه بالشام فمن مكة بدأت نبوءة محمد - ﷺ - وإلى الشام تنتهي ، ولهذا أسرى بالنبي - ﷺ - إلى بيت المقدس وهو

(١) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٧٨) .
(٢) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٦٤) ، ونحوه أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (٧٩) .
(٣) أخرجه ابن حبان في صحيحه (٨/١٠٦) ، والحاكم في المستدرك (٢/٦٠٠) وقال : صحيح الاسناد .
(٤) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٦٤) .

شعب ابی طالب میں (جو کہ جمرہ کے وسط کے قریب ہے) موجود تھا۔امام واقد کے مطابق وھب بن زمعۃ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے حمل سے آپکی والدہ حاملہ ہوئیں تو فرماتی ہیں کہ مجھے حمل کا کوئی پتہ نہیں چلا اور نہ ہی دیگر عورتوں کی طرح مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا ہاں مجھے یہ چیز عجیب لگی کہ حیض نہیں آرہا۔کبھی آپکی والدہ ماجدہ یہ فرماتیں کہ میرے پاس آنیوالا آیا تو میں سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھی اس نے کہا تجھے معلوم ہو کہ تو حاملہ ہے گویا میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں۔ کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں اس امت کا سردار اور نبی ہے اس کا نام محمد ﷺ رکھنا یہ پیر کا دن تھا۔

ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں عبداللہ بن جعفر اور انہوں نے سیدہ حلیمہ سعدیہ سے روایت کیا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''بے شک میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے میں نے کوئی حمل اس سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا پھر میں نے ستارے کی مانند نور دیکھا جو میرے جسم سے نکلا ہے جسکی روشنی اور نورانیت میں ملک شام کے شہر بصرہ کے بازاروں میں اونٹوں کی گردنیں نظر آرہی تھیں میں نے آپکو جنم دیا تو آپ ﷺ ایسے نہیں گرے جیسے عام بچے گرجاتے ہیں بلکہ آپکے دونوں ہاتھ زمین پر اور سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔

نور محمد ﷺ کا ظہور

صحیح ابن حبان، حاکم، احمد وغیرہم نے عرباض بن ساریہ السلمی سے روایت کی کہ

''بے شک میں اللہ کے ہاں ام الکتاب میں خاتم النبیین تھا اور آدم علیہ السلام مٹی کے گارے میں تھے اور عنقریب میں تم کو پہلی بات بتاتا ہوں کہ میں دعائے ابراہیم علیہ السلام ہوں اور اپنے بھائی عیسیٰ کی اپنی قوم کو دی گئی بشارت ہوں اور اپنی والدہ ماجدہ کا وہ نظارہ ہوں جو میری پیدائش کے وقت انہوں نے دیکھا کہ ایک نور ہے جسکی روشنی سے شام کے شاہی محلات چمک اٹھے''

السخاوی نے فرمایا کہ بُصریٰ کے بارے میں ہمارے شیخ نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ ''باء'' کا ضمہ اور ''صاد'' ساکن اور آخر میں الف مقصورہ۔

من الشام ، كما هاجر إبراهيم عليه السلام قبله إلى الشام ، بل قال بعض السلف : ما بعث الله نبيا إلا من الشام فإن لم يبعث منها هاجر إليها ، وفى آخر الزمان يستقر العلم والإيمان بالشام ، فيكون نور النبوة فيها أظهر منه فى سائر البلاد انتهى .

● اختلاف الروايات فى وقت خروج النور المحمدى :

فما وقع من اختلاف الروايات فى خروج النور ، أهو حين الحمل ، أو الوضع ؟ لا مانع من وقوعه فى الوقتين ، وإن كانت الرواية فى خبر الوضع أولى بالإتصال ، وبالجملة ، فهذا النور إشارة إلى أن ما يجىء من النور الذى اهتدى به أهل الأرض وامتداد ملك أمته ودين الملة إلى الآفاق بالطول والعرض وهو أكثر مما بين الجنوب والشمال بحيث زالت به ظلمة الشرك منها والضلال ، كما قال الله تعالى : ﴿ **قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ◦ يَهْدِى بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ** ﴾[1] وقال : ﴿ **فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِى أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** ﴾[2] وقد قال - ﷺ - كما فى صحيح مسلم وغيره عن ثوبان : « **زويت أى : جمعت لى مشارق الأرض ومغاربها وسيبلغ ملك أمتى مازوى** »[3].

● هل حملت آمنة غير النبى - ﷺ - ؟ :

وقولها : فلم أحمل حملا كان أخف علىّ منه ، يفهم أنها حملت بغيره سيما ، وعند ابن سعد مما هو أصرح منه حديث إسحاق بن عبد الله قال : قالت أم النبى - ﷺ - : « **قد حملت الأولاد فما حملت** »[4] قال ابن سعد : قال الواقدى : وهذا مما لا يعرف عندنا ولا عند أهل العلم فلم تلد آمنة ولا عبد الله غير رسول الله - ﷺ - قال الواقدى وحدثنى يعنى ابن أخى الزهرى عن عمه قال : قالت آمنة : « **لقد علقت به فما وجدت له مشقة حتى وضعته** » . وهو عند غيره بلفظ : « ما

---

(١) المائدة : ١٥ ، ١٦ .
(٢) الأعراف : ١٥٧ .
(٣) أخرجه مسلم فى صحيحه ، كتاب الفتن ، حديث ١٩ ، وأبو داود فى سننه ، كتاب الفتن ، باب (١) ، وابن ماجه فى سننه ، كتاب الفتن (٣٩٥٢) ، وأحمد فى المسند (٢٧٨/٥ ، ٢٨٤) و(١٣٣/٤) .
(٤) لم أجده .

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کو بصریٰ پڑھا جائے ''باء'' کی زبر اور ''صاد'' ساکن کے ساتھ یعنی انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا فرمایا کہ پہلی صورت میں بصریٰ معروف شہر ہے جو دمشق کو جاتے ہوئے مشرق کی طرف حوران کے قریب واقع ہے۔ حوران حجاز کی طرف جاتے ہوئے ایک قصبہ ہے شام اور اس کے درمیان مرحلوں کا فاصلہ ہے۔

نکتہ

خاص طور پر یہاں پر بصریٰ کا ذکر کرنا حالانکہ دوسری روایت میں ہے:

أضَاءَ مَا بين المشرق والمغرب

اور ایک روایت میں ''الارض'' آتا ہے

حالانکہ دونوں بُصرٰی کے مقابلے میں زیادہ جامع ہیں اس میں خاص نکتہ ہے کہ بصرٰی حضور ﷺ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے تھے اور اس سے آگے (جسد عنصری کے ساتھ) نہیں گئے۔

بعض نے کہا یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ملک شام آپ ﷺ کے نورِ نبوت سے مخصوص کیا گیا یہ آپ ﷺ کی سلطنت کا دارالحکومت ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ پہلی کتابوں میں ہے کہ

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کی جائے پیدائش مکہ اور مقام ہجرت یثرب (مدینہ منورہ) ہے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی سو مکہ سے نبوت محمدی ﷺ کی ابتداء ہوئی اور شام تک پہنچی اسی لیے حضور ﷺ کو بیت المقدس تک معراج نصیب ہوئی۔

جیسا کہ اس سے پہلے حضرت ابراھیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی بلکہ بعض سلف نے کہا کہ اللہ نے جو نبی بھی بھیجا ہے شام سے بھیجا ہے اور اگر شام سے نہیں بھیجا تو وہ ہجرت کر کے شام مین ضرور گیا ہے۔ آخری زمانے میں علم، ایمان شام میں ٹھہریں گے، لہٰذا نورِ نبوت دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ ظاہر ہے۔

نورِ محمدی ﷺ کے وقت ظہور میں اختلاف

ظہورِ نور کی روایات میں جو اختلاف ہے کہ آیا وہ حمل کے دوران تھا یا وقت پیدائش تھا۔

● شعرت به ، ولا وجدت له ثقلا كما تجد النساء » .

قال السخاوى : واللفظان يمكن التأويل فيهما . على أن ماسبق عن إسحاق بن عبد الله : إن كان هو ابن طلحة فهو مرسل رجاله رجال الصحيح ، يمنع أن تكون آمنة أسقطت عن عبد الله « سقطا » فأشارت بذلك إليه ، وبه تجتمع الروايات إن قبلنا كلام الواقدى ، وقد قال ابن الجوزى : أجمع علماء النقل على أن آمنة لم تحمل بغير النبى - ﷺ - فقولها : « لم أحمل » خرج مخرج على وجه المبالغة أو على أنه وقع اتفاقا ، والجمع الذى قيل أنسب .

● دعوة إبراهيم :

قوله : أما دعوة إبراهيم عليه السلام فيشير بها إلى أنه لما شرع فى بناء الكعبة دعا الله تعالى أن يجعل ذلك البلد آمنا ويجعل أفئدة من الناس تهوى إليهم ويرزقهم من الثمرات فقال : ﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾(١) فاستجاب الله دعاءه فى هذا النبى - ﷺ - وجعله الرسول الذى سأله إبراهيم عليه السلام ودعا أن يبعث إلى أهل مكة .

والمعنى : أن الله تعالى لما قضى أن يجعل محمداً - ﷺ - خاتم النبيين ، وأثبت ذلك فى أم الكتاب أنجزَ هذا القضاء بأن قيض إبراهيم عليه السلام للدعاء الذى ذكره ليكون إرساله إياه بدعائه . كما يقول : نقله من صلبه إلى أصلاب أولاده .

● بشرى عيسى :

وأما بشرى عيسى عليه السلام فيشير بها إلى الله تعالى أمره به فبشر به عيسى - ﷺ - قومه فعرفه بنو إسرائيل قبل أن يخلق كما حكى تعالى عنه فى قوله : ﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾(٢).

● مولده كان ابتهاجا وفتحا لأهل مكة :

قال السخاوى : وقد كانت السنة التى حمل فيها به - ﷺ - فيما نقل سنة شديدة الجدب والضيق على قريش فاخضرت لهم الأرض ، وحملت الأشجار ،

(١) البقرة : ١٢٩ .
(٢) الصف : ٦ .

دونوں اوقات کے نور کے ظہور پذیر ہونے میں کوئی امر مانع نہیں اگرچہ پیدائش کے ظہور کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

بہرحال یہ نور اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ آنے والا نور وہ ہے جس سے اہل زمین ہدایت پائیں گے اور اس کی امت کی سلطنت اور ملت کا دین، دنیا کے کونے کونے تک پہنچے گا۔ اور یہ لفظ جنوب وشمال کے مقابلہ میں زیادہ وسعت رکھتا ہے کہ اس سے شرک اور گمراہی کے اندھیرے زائل ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب o'' (المائدہ، ۵: ۱۵)

اور فرمایا کہ ''پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم وتوقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد ونصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ ساتھ اتارا گیا ہے۔ وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (الاعراف: ۱۵۷)

صحیح مسلم وغیرہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''میرے لیے زمین کے مشرق اور مغرب کو سمیٹا گیا اور عنقریب میری امت کی سلطنت اس علاقے تک پہنچے گی جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی۔''

کیا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے علاوہ بھی حاملہ ہوئیں

اور یہ جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے زیادہ ہلکے حمل سے میں حاملہ نہیں ہوئی اس سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے علاوہ بھی کوئی بچہ آپ کے حمل میں آیا ہے۔ خصوصاً ابن سعد کے ہاں اس سے زیادہ اسحاق بن عبداللہ کی روایت میں صراحت ملتی ہے کہ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ نے فرمایا: ''میں کئی بچوں سے حاملہ ہوئی مگر اس سے زیادہ ہلکا حمل کوئی اور نہ ہوا۔''

ابن سعد کہتے ہیں کہ واقدی نے کہا کہ ہمارے اور دیگر اہل علم کے نزدیک یہ روایت معروف نہیں کیونکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔ الواقدی نے کہا الزھری نے اپنے چچا کے حوالے سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول مبارک مجھے بتایا کہ جب سے میرے حمل میں نبی علیہ السلام آئے تو مجھے جنم دینے کے وقت تک کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی

وأخصب أهل مكةِ خصباً عظيماً بحيث سميت سنة « الفتح والابتهاج » ، وأتاهم الوفد من مكان بهذا الافراح وعبد المطلب وهو يومئذ صاحب أحكام قريش وسائر العرب يخرج كل يوم متوشحا يطوف بالبيت ويقول : يا معشر قريش إنى أنظر إلى تمثال شخص ممثلا بين عينى كأنه قطعة نور كامل لا أمَلُّ رؤيته وتجحد قريش رؤيته كذلك إما حسدًا أو عَمًى ، بل نقل عن ابن عباس : أن كل دابة لقريش نطقت تلك الليلة ، وقالت : حمل بمحمد - ﷺ - ورب الكعبة ، وهو إمام الدنيا وسراج أهلها ، ولذا لم يبق كاهنة فى قريش ، ولا قبيلة من قبائل العرب حجت عن صاحبها ، وانتزع علم الكهنة منهم ، ولم يبق سرير ملك من ملوك الدنيا إلا أصبح منكوسا وأصبح كل ملك أخرس لا ينطق يومه ذلك ، ومرت وحوش المشارق إلى وحوش المغارب بالبشارات ، وكذا بشر أهل البحار بعضهم بعضا . ونودى فى كل من السماء والأرض : أن أبشروا فقد آن لأبى القاسم محمد - ﷺ - أن يخرج إلى الأرض ميمونا متباركاً .

قال : وبقى فى بطن أمه تسعة أشهر لا تشكو وجعا ولا ريحا ولا ما يعرض للنساء وذوات الحمل .

● وفاة أبيه عبد الله :

قال الواقدى : وفى غضون هذا الحمل المكمل بعث جده عبد المطلب ابنه عبد الله إلى غزة[1] من بلاد الشام يمتار لهم طعاما مع تجار قريش ولما رجعوا مرض فتخلف لذلك بالمدينة النبوية عند أخوال أبيه بنى عدى بن النجار شهراً ثم مات بالمدينة . وعند ابن وهب عن يونس عن ابن شهاب : أنه بعثه يمتار لهم طعاماً تمراً من يثرب فمات بها ودفن فى دار النابغة[2]، وهذا القول هو الذى رجحه ابن إسحاق ورواه ابن سعد أيضا ، وجزم به الزبير بن بكار وغير واحد .

قال ابن الجوزى : الذى عليه معظمُ أهل السير وأطلق غيره عَزْوَهُ للجمهور ،

---

(١) غزة : مدينة فى أقصى الشام من ناحية مصر ، وهى من مدن فلسطين ، وفيها مات هاشم بن عبد مناف جد رسول الله - ﷺ - ، وبها قبره ، وبها وُلد الإمام أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعى ، وانتقل طفلا إلى الحجاز فأقام وتعلم العلم هناك ولذلك يقول الشافعى :

إنى لمشتاق إلى أرض غزة ... وإن خاننى بعد التفرق كتمانى
سقى الله أرضا لو ظفرت بتربها ... كحلتُ به من شدة الشوق أجفانى

(٢) أخرجه البيهقى فى دلائل النبوة (٨٨/١) .

اور مجھے وہ بوجھ محسوس نہیں ہوا جو عورتوں کو ہوا کرتا ہے۔

سخاویؒ نے کہا دونوں روایات میں تاویل ہو سکتی ہے کہ مذکورہ روایت جو اسحاق ابن عبداللہ سے ہے اگر یہ ابن طلحہ ہے تو روایت مرسل ہے اور اس کے رجال، رجال صحیح ہیں تو یہ روایت اس امکان کا رد کرتی ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کسی حمل کو ضائع کیا ہو اور یہ روایت اس بات کی طرف اشارہ ہے اور اسی سے تمام روایت متفق ہو جاتی ہیں اگر ہم الواقدی کا کلام قبول کر لیں۔

ابن الجوزی نے کہا علمائے نقل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی بچے سے حاملہ نہیں ہوئیں تو ان کا یہ فرمان ''لم أحمل'' کہ میں حاملہ نہیں ہوئی یہ اصل میں مبالغہ کے طور پر فرمایا اور روایات میں مذکورہ اتحاد زیادہ مناسب ہے۔

دعائے ابراہیم علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جب آپ نے تعمیر کعبہ شروع کی تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اس شہر کو امن والا بنا دے اور لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کر دے اور یہاں کے باشندوں کو پھلوں کا رزق دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنادے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔'' (البقرۃ: ۱۲۹) سو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا اس نبی مکرم ﷺ کے حق میں قبول فرمائی اور آپ ﷺ کو وہی رسول بنایا جس کا سوال ابراہیم علیہ السلام نے کیا اور اہلِ مکہ کی طرف جس کو مبعوث کرنے کی دعا مانگی تھی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے طے کیا کہ محمد ﷺ کو آخری رسول بنا کر بھیجنا ہے اور یہ بات ام الکتب (لوحِ محفوظ) میں لکھ دی تو اس فیصلے کو یوں نافذ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو مذکورہ دعا کیلئے مقرر کر دیا تا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری ان کی دعا سے ہو۔ جیسا کہ فرمایا: ان کے صلب سے ان کی اولاد کی پشتوں کی طرف آپ ﷺ منتقل ہوتے رہے۔

وقال بعضهم : مات بعد وضعه ، فقد أخرجه يحيى بن سعد الأموى فى المغازى من طريق عثمان بن عبد الرحمن الوقاصى أحد الضعفاء عن الزهرى عن سعيد بن المسيب : أن آمنة لما وضعته أمر عبد المطلب ابنه عبد الله أن يأخذه فيطوف به فى أحياء العرب فطاف به حتى استأجر « **حليمة** » على إرضاعه ، وذكر أنه أقام عندهم ست سنين حتى كان من شق صدره ما كان فَرُدَّ به إلى أمه – ﷺ –[1]. واختلفوا كم كان سنه حينئذ قالوا : كان ابن سنتين وأربعة أشهر حكاه ابن إسحاق ، وقيل : كان ابن سبعة أشهر حكاه ابن سعد . ويقال : إن عبد الله خرج وهو فى هذه السن إلى أخوال أبيه بالمدينة زائراً فتوفى بها .

ويقال : إن الملائكة قالت : إلهنا وسيدنا بقى نبيك يتيماً فقال الله – عز وجل – : أنا له ولىّ وحافظ ونصير . وقيل لجعفر الصادق : لم يتم النبى – ﷺ – من أبويه ؟ فقال : لئلا يكون عليه حق لمخلوق نقله عنه أبو حيان فى البحر .

● ***ما خلفه له أبوه :***

قال السخاوى : وقد خلف أبوه جاريته أم أيمن بركة الحبشية وخمسة أجمال وقطعة غنم فورث ذلك رسول الله – ﷺ – فكانت أم أيمن – رضى الله عنها – تحضنه ، ثم إن الخئولة المشار إليها كون هاشم بن عبد مناف تزوج فى المدينة « **سلمى ابنة عمرو** » أحد بنى عدى بن النجار فولدت له عبد المطلب ، وقد ثبت فى الصحيح فى حديث الهجرة قوله – ﷺ – إنى أنزل على أخوال عبد المطلب أكرمهم بذلك .

وأما ما وقع فى رواية أخرى من قوله : « **أنزل على إخواله أو أجداده** »[2]، فالشك فيه من رواية أبى إسحاق السبيعى ، وأيًّامًا كان فمجاز ، فالخئولة جهة الأمومة ، والنزول إنما كان على بنى مالك بن النجار لا على بنى عدى .

● ***صفة مولده – ﷺ – :***

وروى البيهقى فى الدلائل ، والطبرانى ، وأبو نعيم من طريق محمد بن أبى سويد الثقفى ، عن عثمان بن أبى العاص ، حدثتنى أمى فاطمة ابنة عبد الله الثقفية إحدى الصحابيات : أنها حضرت آمنة لما ضربها المخاض ليلا قالت : فجعلت أنظر إلى

---

(١) انظر : دلائل النبوة للبيهقى (١/٨٨) .

(٢) أورده ابن كثير فى البداية والنهاية (٣/١٩٦) .

بشارت عیسوی

رہ گئی عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت تو یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو نبی پاک ﷺ کی آمد کی خوشخبری سنائیں۔ سو بنی اسرائیل حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی آپ ﷺ کو پہچانتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میں خوشخبری سنانے آیا ہوں اس رسول معظم کی جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام نامی احمد ہے۔'' (سورہ الصف ۶۱:۶)

حضور ﷺ کا میلاد اہلِ مکہ کیلئے فتح اور خوشحالی کا سبب بنا

امام سخاویؒ نے کہا ہے کہ جس سال حضور نبی اکرم ﷺ کا حمل بطن مادر میں منتقل ہوا جیسا کہ منقول ہے قریش پر بڑا سخت اور قحط کا دور تھا اب ان کی زمین ہری بھری ہو گئی ان کے درخت پھلوں سے لد گئے

اور اہلِ مکہ بہت زیادہ خوشحال ہو گئے یہاں تک کہ اس سال کا نام "الفتح و الإبتهاج" پڑ گیا۔ اور اس خوشحالی کا وفود نے آ کر ان کے پاس ذکر کیا اس وقت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ قریش اور تمام عرب کے سردار تھے۔ ہر روز احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کرتے اور فرماتے اے جماعت قریش میں اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک شخص کی تصویر دیکھتا ہوں جسے نور کامل کا ٹکڑا، جس کے دیدار کی مجھے کبھی امید ہی نہ تھی قریش ان کے اس نظارے کا انکار کرتے یا تو حسد کی وجہ سے یا بے بصیرتی کی وجہ سے۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کے ہر چوپائے نے اس رات کو کہا ''رب کعبہ کی قسم محمد ﷺ کا حمل ٹھہر گیا۔ وہ امام دنیا ہیں اور دنیا والوں کے چراغ ہیں''

اس لیے قریش میں کوئی کاہنہ نہ رہی اور عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ رہا جو اس بات میں حجت بازی کرتا۔ کاہنوں کا علم ان سے چھین لیا گیا اور دنیا کے ہر بادشاہ کا تخت اس صبح الٹ گیا اور اُس دن کوئی دنیا کا بادشاہ گفتگو نہ کر سکا۔ پورا دن گونگا رہا اور مشرق کے وحشی مغرب

کے وحشیوں کو بشارتیں دیتے پھرتے تھے۔ اسی طرح سمندروں کی مخلوق ایک دوسرے کو بشارتیں دیتی۔ اور زمین و آسمان کے کونے کونے سے یہ آوازیں آئیں ''خوشیاں مناؤ کہ ابوالقاسم محمد ﷺ زمین پر بصد برکت و سعادت تشریف لا رہے ہیں۔'' آپ ﷺ اپنی ماں کے پیٹ میں دو مہینے رہے۔ ان کو کوئی تکلیف، کوئی ہوا اور حاملہ عورتوں کو جو عوارض پیش آتے ہیں پیش نہ آئے۔

آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات

واقدی نے کہا اسی مدت حمل کے دوران آپ ﷺ کے جد امجد عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شام کے شہر غزہ کی طرف قریشی تاجروں کے ہمراہ غلہ خریدنے کیلئے بھیجا۔ واپسی پر آپ ﷺ کے والد محترم بیمار ہوئے اور مدینہ طیبہ میں اپنے والد کے ننھیال بنی عدی بن نجار کے ہاں ایک مہینہ قیام کے بعد وصال فرما گئے۔

ابن شہاب کی روایت میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں آپ کو والد محترم نے کھجوریں خریدنے کیلئے بھیجا تھا وہیں آپ کی وفات ہوئی او ر دارالنابغہ میں دفن ہوئے۔اسی قول کو ابن اسحاق نے ترجیح دی ہے۔ ابن سعد نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ زبیر بن بکار اور دیگر نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔ ابن الجوزیؒ نے کہا بڑے بڑے سیرت نگار یہی رائے رکھتے ہیں اور بعض نے اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا۔ بعض نے کہا کہ یہ حضور علیہ السلام کی پیدائش کے بعد فوت ہوئے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو جنم دیا تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس بچے کو لے کر قبائل عرب کے اندر پھریں یہاں تک کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ کو دودھ پلانے کی خدمت پر مامور کیا۔ وہاں آپ ﷺ چھ سال تک رہے اور وہیں آپ ﷺ کے شق الصدر کا واقعہ رونما ہوا جس کے بعد آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کی طرف لوٹا دیا گیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کیا تھی۔ کچھ نے کہا کہ آپ ﷺ دو سال چار مہینے کے تھے یہ بات ابن اسحاق نے بیان کی۔ کچھ کہتے ہیں کہ دو سال سات مہینے کے تھے یہ روایت ابن سعد نے بیان کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیدنا

عبداللہ ؓ اسی دوران مدینہ منورہ میں اپنے ننھیال کی ملاقات کیلئے گئے اور وہیں وفات پائی۔ کہا جاتا ہے کہ ملائکہ نے کہا اے ہمارے معبود اور ہمارے آقا تیرا نبی یتیم رہ گیا ہے تو اللہ نے فرمایا اس کا وارث اس کی حفاظت کرنے والا اور مددگار میں ہوں۔

امام جعفر صادق ؓ سے سوال کیا گیا کہ نبی پاک ﷺ کو ماں باپ کی طرف سے یتیم کیوں کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کسی مخلوق کا آپ پر احسان نہ ہو۔ اس کو ابو حیان نے ''البحر'' میں ذکر کیا ہے۔

آپ ﷺ کے والد گرامی کا ترکہ

امام سخاویؒ نے کہا کہ آپ ﷺ کے والد نے اپنے پیچھے ایک لونڈی ام ایمن برکۃ حبشیہ، پانچ اونٹ اور بکریوں کا ایک ریوڑ ترکہ میں چھوڑا جو حضور ﷺ کو وراثت میں ملا سو ام ایمن حضور ﷺ کی خدمت کرتی رہیں۔

حضور ﷺ کی پیدائش کا بیان

امام بیہقی نے دلائل نبوۃ میں، طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت عثمان بن ابی العاص سے یہ روایت بیان کی کہ ''میری ماں فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ جو صحابیہ تھیں نے مجھ سے بیان کیا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو جب رات کے وقت ولادتِ نبوی ﷺ کا وقت آیا تو میں دیکھ رہی تھی کہ آسمان سے ستارے نیچے کی طرف ڈھلک کر قریب ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ میرے اوپر گریں گے اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے جسم اطہر سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر اور حویلی جگمگ کرنے لگے۔

ابن سعد حسان بن عطیہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے اور آپ ﷺ کی نظر آسمان کی طرف تھی۔ یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر قوی ہے۔

اسحاق بن ابُوطلحہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہانے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو صاف ستھرا جنا، ایسے نہیں جنا جیسے بکری کے بچے کو جنا جاتا ہے جس پر میل والا اثر ہو اور آپ ﷺ زمین پر اپنے ہاتھ کے بل بیٹھے ہوئے تھے۔

النجوم تدلى وتدنو حتى قلت : لتقعنَّ علىَّ فلما وضعت خرج منها نور أضاء ل البيت والدار(١). قال ابن سعد أخبرنا الهيثم بن خارجة حدثنا يحيى بن حمزة عن الأوزاعى عن حسان بن عطية أن النبى - ﷺ - لما ولد وقع على كفيه وركبتيه شاخصا بصره إلى السماء(٢). وهو مرسل قوى ومن مرسل إسحاق بن أبى طلحة أن آمنة قالت : وضعته نظيفا ما ولدته كما يولد السخل(٣). أى المولود المحبب إلى أهله ما به قذر وهو جالس على الأرض بيده . ولأبى الحسين بن بشران عن ابن السماك أنا أبو الحسن بن البراء قال : قالت آمنة : ولدته جاثيا على ركبتيه ينظر إلى السماء(٤) ثم قبض قبضة من الأرض وأهوى ساجداً . قالت : فكببت عليه إناء فوجدت قد انفلق الإناء وهو يمص إبهامه يشخب لبناً . قال السخاوى : وكانت آمنة لما وضعته - ﷺ - أرسلت إلى جده أنه قد ولد لك الليلة غلام فانظر إليه فلما جاء أخبرته خبره وحدثته بما رأت حين حملته فأخذه وقام يدعو الله ويشكره لما أعطاه ويقول :

الحمد لله الذى أعطانى هذا الغلام الطيب الأردانى
قد ساد فى المهد على الغلمان أعيذه بالبيت ذى الأركان(٥)

● أبو لهب يفرح بمولد النبي - ﷺ - :

وذهبت ثويبة - جارية أبى لهب إلى عمه - ﷺ - فبشرته أنه ولد لأخيه عبد الله غلام فأعتقها فى الحال . قال القسطلانى : وهى ممن أرضعته - ﷺ - قال وقد رؤى أبو لهب بعد موته فى النوم فقيل له : ما حالك ؟ فقال : فى النار إلا أنه خفف عنى كل ليلة اثنين فأمصُّ من بين أصبعى هاتين ماء ، وأشار إلى رأس

---

(١) أخرجه البيهقى فى دلائل النبوة (١/١١١) ، والطبرانى فى الأوسط ، كما فى مجمع الزوائد (٨/٢٢٠) وقال الهيثمى : فيه عبد العزيز بن عمران وهو متروك وأبو نعيم فى دلائل النبوة ، حديث (٧٦) .
(٢) أخرج نحوه أبو نعيم فى دلائل النبوة ، حديث (٨٠) أورده ابن كثير فى البداية (٢/٢٦٤) .
(٣) السخل : المولود المحبب إلى أبويه ، والسخل فى الأصل ولد الغنم .
(٤) انظر : البداية والنهاية (٢/٢٦٦) .
(٥) أخرجه ابن سعد فى الطبقات الكبرى (١/١٠٣) وأورده ابن كثير فى البداية والنهاية (٢/٢٦٤ ، ٢٦٥) وذكر باقى قول عبد المطلب :

حتى يكون بلغة الفتيان حتى أراه بالغ البنيان
أعيذه من كل ذى شنآن من حاسد مضطرب العنان

انظر : دلائل النبوة للبيهقى (١/١١٢) والبداية (٢/٢٦٥) وطبقات ابن سعد (١/١٠٣) .

ابوالحسن بن براء رضی اللہ عنہا نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو جنم دیا اور آپ ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر آپ نے زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور سر بسجود ہو گئے۔

فرماتی ہیں کہ میں نے برتن آپ ﷺ کی طرف جھکایا تو دیکھا کہ آپ ﷺ برتن سے الگ ہیں اور اپنے انگوٹھے سے دودھ پی رہے ہیں۔ امام سخاوی نے کہا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور ﷺ کو جنم دیا تو آپ ﷺ کے دادا پاک کی طرف پیغام بھیجا کہ آج رات میرے ہاں بیٹا ہوا ہے آ کر دیکھ لیجئے۔ جب وہ تشریف لائے تو سیدہ نے سارے واقعات بیان کیے اور حمل کے دوران جو کچھ بھی دیکھا تھا وہ بھی بیان کیا تو آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو تھاما اور اللہ تعالیٰ سے اس نعمت کے ملنے پر شکر ادا کرنے لگے اور یہ رباعی پڑھی:

''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے یہ صاف ستھرا سردار بیٹا عطا کیا ہے۔ یہ گود میں ہی بچوں پر سردار بن گیا میں ستونوں والے بیت اللہ میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔''

اَبولھب کا حضور ﷺ کی پیدائش پر خوشی منانا

اَبولہب کی لونڈی ثویبہ آپ ﷺ کے چچا اَبولہب کے پاس گئی اور اسے اس کے بھائی عبد اللہ کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی تو اس نے خوشی میں فوراً اسے آزاد کر دیا۔

امام قسطلانیؒ نے کہا کہ ثویبہ نے بھی حضور ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔ مروی ہے کہ ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تیرا کیا حال ہے؟ بولا آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات کو میرے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے اور میں اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے (ٹھنڈا میٹھا مشروب) پیتا ہوں۔

اور مجھے یہ رعایت اس وجہ سے ملی کہ ثویبہ نے جب مجھے نبی پاک ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو میں نے اسے آزاد کر دیا اور اس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔

ابن الجوزیؒ نے کہا جب حضور ﷺ کی شبِ میلاد کو حضور ﷺ کی میلاد کی خوشی منانے پر اس کافر ابولہب کو یہ بدلہ ملا کہ جس کی مذمت قرآن میں نازل ہوئی ہے تو آپ ﷺ

أصابعه ، وإن ذلك باعتاق لثويبة عندما بشرتني بولاده النبي - ﷺ - وبإرضاعها له[1].

قال ابن الجوزى : فإذا كان هذا أبو لهب الكافر الذى نزل القرآن بذمه جوزى فى النار بفرحه ليلة مولد النبى - ﷺ - فما حال المسلم الموحد من أمته - عليه السلام - يُسر بمولده ويبذل ما تصل إليه قدرته فى محبته - ﷺ - لعمرى إنما يكون جزاؤه من الله الكريم أن يدخله بفضله العميم جنات النعيم .

● **أهل الكتاب يبشرون بمولد النبي - ﷺ - :**

وروى الحاكم فى صحيحه عن عائشة قالت : كان بمكة يهودى سكنها يتجر بها ، فلما كانت الليلة التى ولد فيها رسول الله - ﷺ - قال : يامعشرَ قريش هل ولد فيكم الليلة مولود ؟ قالوا : لا نعلمه . قال : انظروا فإنه ولد فى هذه الليلة نبى هذه الأمة الأخيرة بين كتفيه علامة فيها شعرات متواترات كأنهن عُرف فرس ، بضم العين وقد تضم راؤه أى شعر عنقه ، لا يرضع ليلتين وذلك أن عفريتاً من الجن وضع يده على فمه ، فانصرفوا ، فسألوا فقيل لهم : قد ولد لعبد الله بن عبد المطلب غلام فخرجوا باليهودى حتى أدخلوه إلى أمه ، فقالوا لها : أخرجى إلينا ابنك فأخرجته وكشفوا عن ظهره فرأى تلك الشامة فوقع اليهودى مغشيا عليه ، فلما أفاق ، قيل له : ويلك مالك ؟ قال : ذهبت والله النبوة من بنى إسرائيل ، يامعشر قريش ، أما والله ليسطون بكم سطوة يخرج خبرها بين المشرق والمغرب[2]. قال السخاوى : وهو دليل على أنه - ﷺ - ولد بخاتم النبوة بين كتفيه وهو من العلامات التى كان يعرفه بها أهل الكتاب ، ويسألون عنها ويطلبون الوقوف عليها حتى أنه روى أن هرقل بعث إلى النبى - ﷺ - من ينظر له خاتم النبوة ثم يخبره عنه[3]. ولكن سيأتى أن الملكين اللذين شقا صدره وملآه حكمة هما اللذان ختماه بخاتم النبوة ، وهو أصح مما قبله .

قلت : الجمع بينهما ممكن . قال : وأما ما روى : من رفعه بعد موته من بين

---

(١) أخرجه ابن أبى الدنيا فى المنامات ، حديث (٢٦٣) وقال المحقق : إسناده حسن ، وأورده الغزالى فى الاحياء (٤٩١/٤) .

(٢) أخرجه الحاكم فى المستدرك (٦٠١/٢ ، ٦٠٢) وقال : صحيح الإسناد ولم يخرجاه ، وذكره ابن كثير (٢٦٨/٢) فى البداية والنهاية .

(٣) أخرجه أبو نعيم فى دلائل النبوة ، حديث (٥٣) .

کے مسلمان امتی کو خوشی منانے پر کس قدر اجر و ثواب ملے گا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشیاں مناتا ہے اور حسبِ توفیق آپ ﷺ کی محبت میں مال خرچ کرتا ہے مجھے اپنی عمر کی قسم! اللہ کریم کی طرف سے اس کی جزا یہ ہو گی کہ اللہ کریم اپنے فضل عمیم اپنی نعمتوں بھری جنتوں میں داخل کرے گا۔

اہلِ کتاب حضور ﷺ کی میلاد کی خوشخبری مناتے ہیں

حاکم نے اپنی صحیح کے اندر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ مکہ میں ایک یہودی، تاجر تھا جب حضور ﷺ کی میلاد کی رات آئی تو اس نے کہا اے جماعت قریش! آج رات تمہارے اندر کوئی بچہ پیدا ہوا؟ بولے ہمیں کوئی پتا نہیں۔ کہنے لگا دیکھو! اس رات کو اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے جس کے دونوں کندھوں کے درمیان نشانی کے طور پر بالوں کا مجموعہ ہے جیسے گھوڑے کی گردن کے بال۔ وہ دو راتیں دودھ نہیں پیے گا وجہ یہ ہے کہ ایک سرکش جن نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ لوگ دائیں بائیں پھیل گئے اور پوچھ گچھ کرنے لگے پتا چلا کہ آج عبد اللہ بن عبدالمطلب ؓ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے وہ یہودی کو لے کر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ بچہ باہر لا کر ہمیں دکھائیں وہ باہر لائیں لوگوں نے آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک سے کپڑا ہٹا کر مہر نبوت کا ابھرا ہوا ٹکڑا دیکھا۔ یہودی بے ہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو اس سے کہا گیا تیرا برا ہو کیا ہوا؟ کہنے لگا بخدا نبوت بنی اسرائیل سے گئی! اے جماعت قریش! بخدا اب تمہاری شان و شوکت اتنی بڑھ جائے گی کہ اس کی خبر مشرق و مغرب تک پہنچے گی۔

امام سخاوی نے کہا کہ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان ختم نبوت کی مہر تھی اور یہی وہ نشانی ہے جس سے اہلِ کتاب آپ ﷺ کو پہچانتے تھے اسی نشانی کا سوال کرتے اور اسی کی واقفیت طلب کرتے، یہاں تک روایات میں آتا ہے کہ ہرقل (رومی بادشاہ) نے حضور ﷺ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کی مہر نبوت دیکھ کر اسے بتائے۔

لیکن عنقریب یہ روایت آئے گی کہ دو فرشتے جنہوں نے حضور ﷺ کا سینہ مبارک چاک

كتفيه فسنده ضعيف ، وللخطيب من حديث محمد عن عبد الله بن عمرو بن عثمان عن أمه فاطمة ابنة الحسين بن على عن أبيها ، قال : لما كانت الليلة التى ولد فيها النبى - ﷺ - قال حَبرٌ كان بمكة : يولد الليلة فى بلدكم هذا النبى الذى وصف بأنه يعظم موسى وهارون ويقتل أمتهما ، فإن أخطأكم فبشروا به أهل الطائف أو أهل أيلة قال : فولد تلك الليلة فخرج الحبر حتى دخل الحجر ثم قال : أشهد أن لا إله إلا الله ، وأن موسى حق وأن محمدًا حق . قال : ثم فقد الخبر فلم يقدر عليه[١].

وأخرج أبو نعيم فى الدلائل من طريق شعيب عن أبيه عن جده قال : كان بمر الظهران راهب يدعى « **عيصا** » فذكر حديثا وفيه أنه أعلم عبد الله بن عبد المطلب ليلة ولد له النبى - ﷺ - بأنه نبى هذه الأمة ، وذكر له أشياء من صفته[٢].

● ارتجاس إيوان كسرى يوم مولد النبى - ﷺ - :

قال السخاوى : والعلامات التى ظهرت عند مولده وبعده جمّة فضلا عما وقع فى الإسلام من حين المبعث وهلم جرا بما هو مشهور بين الأمة وقد اعتنى بجمعها جماعة كأبى نعيم والسُّهَيْلى ، وما وقع من ذلك قبل المبعث بل قبل المولد ، والحاكم فى الإكليل وأبو سعيد النيسابورى فى شرف المصطفى وأبو نعيم والبيهقى فى دلائل النبوة وصاحب الشفا وقد أخرج ابن السكن وغيره فى معرفة الصحابة من حديث مخزم بن هانىء عن أبيه وكان قد أتت عليه مائة وخمسون سنة : أنه ارتجس إيوان كسرى[٣]. أى اضطرب وتحرك حركة سمع لها صوت مهول بحيث انصدع وانشق من أعلاه . قال شيخ مشايخنا ابن الجزيرى : وهذا الشق إلى الآن باق . أخبرنا بذلك جماعة ممن رآه بالمدائن وأنه سقط من أعلا الإيوان أربع عشرة شرفة ، وهى واحدة الشرف التى تكون على حيطان السور وغيرها ليحسن منظرها .

● وأخمدت نار فارس وغار ماء بحيرة ساوة يوم مولده - ﷺ - :

وخمدت نار فارس التى كانوا يعبدونها ولم تخمد قبل ذلك بألفى عام يعبدونها

---

(١) ذكره نحوه الهيثمى فى المجمع (٨/٢٣١) .

(٢) أخرجه البيهقى فى دلائل النبوة ، حديث (١٠٠) وأورده ابن كثير فى البداية والنهاية (٢/٢٧٢) .

(٣) أخرجه أبو نعيم فى دلائل النبوة ، حديث (٨٢) ، والبيهقى فى الدلائل (١/١٢٦) ، وابن كثير (٢/٢٦٨) فى البداية والنهاية .

کیا اور اس میں حکمت بھری انہوں نے ہی ختم نبوت کی مہر لگائی۔

خطیب بغدادی نے سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے والد امام حسین بن علی سے بیان کردہ روایت ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ کے میلاد کی رات مکہ میں ایک بڑے یہودی عالم (حبر) نے کہا آج رات تمہارے اس شہر کے اندر وہ نبی پیدا ہوں گے جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی تعظیم کریں گے اور ان دونوں کی امت سے لڑائی کریں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو خوشخبری سناؤ طائف والوں کو ایلۃ والوں کو۔ فرمایا کہ اسی رات کو حضور ﷺ کی ولادت ہوئی وہ بڑا عالم گھر سے نکل کر مقام ابراہیم جا پہنچا اور بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور موسیٰ علیہ السلام حق ہیں اور محمد ﷺ حق ہیں۔

فرمایا کہ پھر وہ عالم غائب ہو گیا اور کسی کے قابو میں نہ آیا۔

ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں شعیب سے انہوں نے اپنے والد انہوں نے اپنے والد سے یہ روایت بیان کی کہ مر الظہر ان میں عیص نامی ایک راہب تھا پوری حدیث میں یہ حصہ بھی مذکور ہے کہ اس نے عبداللہ بن عبدالمطلب کو حضور ﷺ کی ولادت کی رات بتایا کہ آپ ﷺ کا مولود اس امت کا نبی ہے اور آپ کی بہت ساری صفات بیان کی ہیں۔

میلاد النبی ﷺ کے دن ایوان کسریٰ میں زلزلہ

امام سخاوی نے کہا اور وہ علامتیں جو حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت اور بعد میں ظاہر ہوئیں ان کے علاوہ جو ظہور اسلام کے بعد وقوع پذیر ہوئیں جو کہ امت میں مشہور ہیں اور علماء کی ایک جماعت نے ان کو جمع کرنے کا اہتمام کیا جیسے ابونعیم اور امام سہیلی اور وہ علامتیں جو بعثت بلکہ ولادت سے بھی پہلے ظہور پذیر ہوئیں جن کو حاکم نے الاکلیل میں اور ابوسعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ میں، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، قاضی عیاض نے الشفاء میں، ابن سکن وغیرہ نے معرفۃ الصحابہ میں، مخزوم بن ھانی عن ابیہ سے ذکر کیا۔ ان کی عمر ۱۵۰ سال تھی۔ ایوان قصریٰ میں زلزلہ آیا جس کی ہیبت ناک آواز سنائی دیتی تھی اور اس محل کا اوپر والا حصہ پھٹ گیا اور چر گیا۔ ہمارے مشائخ کے شیخ ابن الجزیری نے کہا کہ وہ دراڑیں اب تک باقی ہیں اور ہمیں یہ ساری تفصیل ان لوگوں نے بتائی جنہوں نے

بل كانت توقد وتضرم ليلاً ونهاراً فلم يستطع أحد تلك الليلة إضرامها عجزاً لا اختياراً . وغاضت بحيرة ساوة المظهر أهلها للشرك ، والعداوة[١].. وكانت بحيرة كبيرة أكبر من فرسخ بمملكة عراق العجم بين همدان وقُم[٢] تركب فيها السفن ويسافر بها إلى ما حولها من البلاد والمدن مثل فرغانة[٣] ، فأصبحت من ليلة مولده – ﷺ – ناشفة يابسة الأرض كأن لم يكن بها شيء من الماء في الطول والعرض بل غار ماؤها وذهب حتى بنى موضعها مدينة تسمى « مناوة » باقية إلى اليوم حصينة ورأى الموبذان وهو قاضيهم الأعلى بتلك الجهات والبلدان إبلا صعابا تقود خيلا عُرابا قد قطعت دجلة ، وانتشرت في بلادها ووهادها[٤].

● رمي الشياطين بالشهب الثواقب :

ووقع من تلك الليلة رمي الشياطين بالشهب الثواقب[٥] ، وكانت قبل ذلك تسترق السمع من كل جانب ، وحجب إبليس عن السماء كما يروى ، ولعله كان يقعد فيسترق السمع وأشير إليه بالإيماء ، وذكر بقى بن مخلد صاحب المسند في تفسيره ، ومما رويناه عن مجاهد : أنه رنَّ أي نخر أربع رنات : حين لعن ، وحين أهبط ، وحين ولد النبي – ﷺ – ، وفي لفظ : حين بعث وحين أنزلت فاتحة الكتاب[٦].

● هل ولد النبي بخاتم النبوة أو ختم بعد الولادة ؟ :

واختلف في كونه – ﷺ – وُلد وُهو بخاتم النبوة كما تقدم في حديث عائشة

(١) أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٨٢) ، والبيهقي في الدلائل (١/١٢٦ ، ١٢٧) وابن كثير في البداية (٢/٢٦٨) .

(٢) قُمّ : هي كلمة فارسية وهي مدينة إسلامية ، بها آبار ليس في الأرض مثلها عذوبة وبرداً ، وأرضها خصبة ، فيها فواكه وأشجار جمة . أغلب أهلها شيعة أمامية . وبين قم وساوة اثنا عشر فرسخا ، وقال : الصاحب بن العباد :

أيها القاضي بقُمْ قد عزلناك فقُمْ

(٣) فرغانة : مدينة واسعة ، كثيرة الخير ، وهي من مدن ما وراء النهر الغنية بالأعناب والجوز والتفاح وسائر الفواكه .

(٤) الوهاد : الأراضي المنخفضة . وانظر : المواضع السابقة .

(٥) الثاقب : المضيء .

(٦) ذكره ابن كثير في البداية (٢/٢٦٦ ، ٢٦٧) .

اپنی آنکھوں مدائن شہر کو دیکھا اور یہ کہ قصریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے جو اس کی دیواروں پر خوبصورتی کیلئے تعمیر ہوئے تھے۔

میلادالنبی ﷺ کے دن فارس کا آتش کدہ بجھ گیا اور بحیرہ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا

ایران کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی جس کی وہ پوجا کرتے تھے جو دو ہزار سال پہلے سے جل رہی تھی بلکہ اس کو رات دن جلایا اور بھڑکایا جاتا تھا اس رات اس کو بھڑکانے سے سبھی عاجز آ گئے اور کسی کا بس نہ چلا۔ بحیرہ بساوہ جہاں مشرکین شرک کرتے تھے اور دشمنیاں پھیلاتے تھے اور یہ بہت بڑا بحیرہ تھا جس کی وسعت ایک فرلانگ سے بھی زیادہ تھی اور یہ ملک عراق عجم ہمدان اور قم کے درمیان واقع تھا اس میں جہاز چلتے تھے اور آس پاس علاقوں میں مثلاً فرغانہ وغیرہ کا سفر کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے میلاد کی رات یہ خشک ہو گیا اور یہ زمین اپنے طول و عرض میں اس طرح خشک ہو گئی گویا یہاں پانی تھا ہی نہیں یہاں تک کہ اس کی جگہ مناوۃ نامی قلعہ بند شہر تعمیر ہوا جو آج تک موجود ہے اور موبذان جو اس علاقے اور ان شہروں کا سب سے بڑا قاضی تھا نے خواب دیکھا کہ سخت جسم اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانک رہے ہیں۔ دجلہ کے کنارے ٹوٹ گئے ہیں اور اس کا پانی شہروں اور نشیبی علاقوں میں پھیل چکا ہے۔

شیطانوں کو شہاب ثاقب سے مارنا

اس رات یہ واقعہ بھی ہوا کہ شیاطین پر شہاب ثاقب کی بارش کر دی گئی اس سے پہلے ہر طرف سے آسمانوں کے قریب جا کر فرشتوں کی باتیں چوری کرتے تھے۔ ابلیس کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا جیسا کہ روایت میں ہے۔ ''شاید وہ وہاں جا کر بیٹھ جاتا تھا اور فرشتوں کی چوری باتیں سنتا تھا'' یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ بقی بن مخلد صاحبِ مسند نے بھی اپنی تفسیر میں یہ واقعہ لکھا ہے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ شیطان چار بار رویا۔ ۱۔ جب اس کو لعنت کی گئی ۲۔ جب اس کو جنت سے باہر نکالا گیا۔ ۳۔ جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ۴۔ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔

و حين وضعه أو حين ختمهُ أحد الملكين [وشقا][1] صدره عند مرضعته ، وممن حكى الأول ابن سيد الناس ، والثانى مغلطاى عن يحيى بن عابد بصيغة التمريض ، والثالث أثبت ففى حديث عائشة عند الطيالسى والحارث فى مسنديهما وأبى نعيم فى الدلائل قوله - ﷺ - وختم يعنى جبريل فى ظهرى حتى وجدت مس الخاتم فى قلبى[2]. ومثله فى حديث أبى ذر عند أحمد والبيهقى فى الدلائل . قلت : الجمع ممكن بظهور الزيادة فى كل مرتبة وإفادة .

● **ختن النبى - ﷺ - :**

وكذا اختلف أوُلد وهو مختون أو ختن بعد ذلك ؟ فروى الطبرانى ، وأبو نعيم ، وغيرهما من طريق الحسن عن أنس أنه - ﷺ - قال : « **من كرامتى على الله أنى وُلدت مختونًا ولم ير أحد سَوْءتى** »[3] وعند ابن سعد من حديث عطاء الخراسانى ، عن عكرمة ، عن ابن عباس ، عن أبيه أنه - ﷺ - : وُلد مختونا مسرورًا[4]، أى مقطوع السُّرّة ، ففرح به جده وقال : ليكونن لابنى هذا شأن[5]. قال أبو جعفر الطبرانى فى تاريخه : ولد - ﷺ - معذورًا أى مختونًا وقال الحكيم أبو عبد الله الترمذى : إنه ولد مختوناً . وروى ابن عبد البر فى التمهيد : أن جده ختنه يوم السابع وعمل له مأدبة[6]. قلت : لعله لما [عمل][7] المأدبة وقت الختان ظن أنه ختن فى ذلك الزمان . فمعنى قوله : ختنه أظهر الختان . فإنه على الشأن جلى البرهان ؛ إذ فى رواية لابن عبد البر : أنه كان يوم السابع ذبح كبشا ، ودعا إلى طعامه قريشا ، فلما أكلوا قالوا له : يا عبد المطلب أرأيت ابنك هذا الذى أكرمتنا على وضعه ما

(١) سقطت من الأصل .

(٢) أخرجه أحمد فى المسند (١٨٤/٤)، وأبو نعيم فى دلائل النبوة (ص/١٦١) ، وابن كثير (٢٧٦/٢) فى البداية والنهاية .

(٣) أخرجه أبو نعيم فى دلائل النبوة ، حديث (٩١) ، والطبرانى فى الأوسط كما فى مجمع الزوائد (٢٢٤/٨) ، وفى المعجم الصغير (٥٩/٢) وقال : لم يروه عن يونس الإهشيم . تفرد به سفيان بن محمد الفزارى ، وقال الهيثمى : وهو متهم ، وقال الحاكم فى المستدرك (٦٠٢/٢) : تواترت الأحاديث أنه عليه السلام وُلد مختونا .اهـ . وأورده ابن كثير فى البداية والنهاية (٢٦٥/٢) .

(٤) أخرجه ابن سعد كما فى كنز العمال ، حديث (٣٥٥١٩) .

(٥) أخرجه ابن عدى فى الكامل (١٥٥/٢) .

(٦) ذكره ابن كثير (٢٦٥/٢) فى البداية والنهاية .

(٧) فى الأصل علم ، والصواب ما أثبتناه والله أعلم .

کیا حضور ﷺ مہر نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے یا پیدائش کے بعد آپ ﷺ کو مہر نبوت ملی؟

اس بات میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ مہر نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے جیسے حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے۔ یا پیدائش کے وقت عطاء کی گئی۔ ابو داؤد طیالسی اور الحارث نے اپنی اپنی مسند میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضور ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے میرے پشت پر مہر نبوت لگائی اور میں نے جسکا اثر اپنے دل میں محسوس کیا اور ایسی روایت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، امام احمد اور بیہقی نے دلائل میں نقل کی ہے۔ میں کہتا ہوں دونوں میں مرتبہ اور افادیت کے زیادتی کے اعتبار سے موافقت ممکن ہے۔

نبی پاک ﷺ کا ختنہ

یونہی اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے یا بعد میں آپکا ختنہ ہوا۔ طبرانی، ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میری ایک عزت یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور کسی نے میری شرمگاہ کو نہ دیکھا۔

ابن سعد نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ''آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے'' جس پر آپ ﷺ کے دادا بہت خوش ہوئے اور فرمایا میرے اس بیٹے کی ایک شان ہوگی۔

ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے ابن عبدالبر نے ''التمہید'' میں یہ روایت بیان کی آپ ﷺ کے دادا نے ساتویں دن آپ ﷺ کے ختنے کیے اور ایک دعوت کا اہتمام کیا۔

میں کہتا ہوں کہ شاید ختنے کے موقع پر جو انہوں نے کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا تو اس سے یہ گمان پیدا ہوا کہ اسی وقت ختنے کیئے گئے یعنی ختنہ کا اظہار کیا گیا اور اس شان کی دلیل

سميته ؟ فقال : محمداً . فقالوا : لم رغبت به عن أسماء أهل بيته ؟ قال : أردت أن يحمدهُ الله – عز وجل – فى السماء وخَلْقُه فى الأرض(١).

هذا وقد أغرب من قال : ختنه جبريل(٢). وقال العراق : لا يثبت فى هذا كله شيء ، وتوقف الإمام أحمد فى كون جده ختنه ، وكذا توقف فى مقابله ، فقال المرى : إنه سئل هل ولد النبى – ﷺ – مختوناً ؟ فقال : الله أعلم ، ثم قال : لا أدرى . قال أبو بكر عبد العزيز بن جعفر من أئمة الحنابلة قد روى أنه – ﷺ – وُلد مختوناً مسرورًا(٣). ولم يجترىء أبو عبد الله يعنى الإمام أحمد بن حنبل على تصحيح هذا الحديث ، وقال بعض الأئمة : أن ختان جده له على ماق المروى به أشبه ، لكن قال الحاكم : إن الأول قد تواترت به الرواية ، قال السخاوى وهو الذى أميل إليه سيما مع قول أمه : ولدته نظيفاً .

● **تسميته – ﷺ – :**

قال بعض الأئمة : ألهم الله – عز وجل – أهله – ﷺ – أن يسموه محمدًا لما فيه من الصفات المحمودة ليطابق الاسم المسمى وقد قيل : الأسماء تنزل من السماء وما أحسن قول حسان :

فضم الإله اسم النبى إلى اسمه ... إذ قال فى الخمس المؤذن أشهد
وشق لـه مـن اسمه ليجلـه ... فذو العرش محمود وهذا محمد

قال السخاوى : وتسمية جده له بذلك كان بتوفيق من الله تعالى إما ابتداء أو بمنام رأه ، فقد قال أبو الربيع بن سالم الكلاعى : زعموا أنه تراءى فى نومه كأن سلسلة من فضة خرجت من ظهره ، لها طرف فى السماء ، وطرف فى الأرض ، وطرف فى المشرق ، وطرف فى المغرب ، ثم عادت كأنها شجرة على كل ورقة منها نور ، وإذا أهل المشرق والمغرب يتعلقون بها ، فقصها فُعبِّرت له بمولود يكون من صلبه يتبعه أهل المشرق والمغرب ، ويحمده أهل السماء والأرض فلذلك سماه به ، مع ما حدثته به آمنة من أمره بتسميته بذلك ، فمحمد وأحمد اسمان له – ﷺ –

---

(١) أورده ابن كثير (٢/٢٦٥ ، ٢٦٦) .

(٢) أخرجه أبو نعيم فى الدلائل (٩٣) بلفظ : أن جبريل ختن النبى – ﷺ – حين طهر قلبه . وكذا أخرجه الطبرانى فى الأوسط كما فى مجمع الزوائد (١/٢٢٤) وفيه عبد الرحمن بن عيينة وسلمة بن محارب ولم أعرفهما ، وبقية رجاله ثقات .

(٣) سبق تخريجه .

واضح ہے۔ کیونکہ ابن عبدالبر کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ کے دادا نے پیدائش کے ساتویں دن ایک مینڈھا ذبح کیا اور قریش کو کھانے کی دعوت دی۔ کھانے کے بعد قریش نے عبدالمطلب سے کہا کہ ہمیں بتائیں کے جس بچے کی پیدائش پر ہمیں یہ عزت بخشی اس کا نام کیا ہے فرمایا ''محمد'' ﷺ۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے اپنے گھر والوں کے ناموں سے منہ کیوں موڑا، انہوں نے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کی تعریف آسمانوں میں کرے اور اس کی مخلوق زمین میں اس کی تعریف کرے۔

اس آدمی کی بات انتہائی غریب ہے جس نے کہا کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ختنے کیے۔ عراقی نے کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ امام احمد نے دادا کی طرف ختنے کرنے کی بات میں توقف کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسری باتوں میں بھی خاموشی اختیار کی۔

مَرّی نے کہا کہ امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا کیا نبی پاک ﷺ مختون پیدا ہوئے تو انہوں نے فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے، پھر فرمایا، مجھے کچھ معلوم نہیں۔ امام ابو بکر عبدالعزیز بن جعفر حنبلیؒ نے فرمایا کہ روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کی جرات نہیں کی۔ بعض آئمہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کے ختنے کروائے یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

لیکن حاکم نے کہا کہ پہلی بات (یعنی ختنہ شدہ پیدا ہوئے) متواتر روایات سے ثابت ہے۔

امام سخاوی نے کہا ''میں بھی اس قول کی طرف رجحان رکھتا ہوں بالکل آپ ﷺ کی والدہ کے اس فرمان کے پیش نظر کہ میں نے اپنے فرزند کو صاف ستھرا جنا''

آپ ﷺ کا نام رکھنا

بعض آئمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ آپکا نام ''محمد'' رکھیں کیونکہ آپ ﷺ کے اندر قابلِ تعریف صفات موجود تھیں تا کہ اسم بامسمّٰی ہو جائے۔

كما نطق به القرآن في قوله : ﴿ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﴾[1] وفي قوله : ﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾[2] وأخرج الحاكم في صحيحه : أن آدم عليه السلام رأى اسم محمد - ﷺ - مكتوبا على العرش ، وأن الله عز وجل قال لآدم لولا محمد ما خلقتك[3]. وأما حديث : لولاك ما خلقت الأفلاك . فمعناه صحيح ، وإن قال الصنعاني : إنه موضوع .

قال القاضي عياض : فأما « أحمد » فأفعل تفضيل مبالغة من كثر أُحمد منه ، « ومحمد » مُفَعَّل مبالغة . من كثر الحمد فيه ، فهو أجل من حمد ، وأكثر الناس حمدًا في الدنيا والآخرة فهو أحمد المحمودين وأحمد الحامدين ، ومعه لواء الحمد في المحشر يوم القيامة ليتم له كمال الحمد[4]، ويشتهر في العرصات بصفة الحمد ، ويبعث المقام المحمود ، ويحمده فيه الأولون والآخرون[5]، ويفتح عليه فيه من المحامد كما ثبت في الصحيحين : مالم يعط غيره ، وسميت أمته في كتب الأنبياء بالحامدين[6]، فحقيق أنه يسمى - ﷺ - « محمداً » و« أحمد » ، وفي هذين الأسمين من عجائب خصائصه وبدائع آياته فمن آخر وهو أن الله - عز وجل - حمى أن يسمى بهما أحداً قبل زمانه ، أما أحمد الذي ذكر في الكتب ، وبشرت به الأنبياء فمنع الله بحكمته أن يُسَمَّى به أحدٌ غيره ، ولا يدعى به مدعوٌ قبله حتى لا يدخل اللبس ولا شك على ضعيف القلب ، وكذلك محمداً أيضا لم يسم به أحد من العرب ولا غيرهم إلى أن شاع قبيل وجوده وميلاده أن نبيا يبعث اسمه « محمد » فسمى قوم قليل من العرب أبناءهم بذلك رجاء أن يكون أحدهم بذلك هو : ﴿ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ﴾[7]. ثم حمى الله تعالى كل من يسمى به أن يدعى النبوة أو يدعيها

---

(١) الفتح : ٢٩ . (٢) الصف : ٦ .

(٣) أخرجه الحاكم في المستدرك (٢/٦١٥) وقال : صحيح الاسناد وهو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن ابن زيد بن أسلم في هذا الكتاب . قال الذهبي : موضوع ، وعبد الرحمن واه .

(٤) لما رواه الإمام أحمد في المسند (١/٢٨١ ، ٢٩٥) بلفظ : « وأنا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر ، وأنا أول من تنشق عنه الأرض ولا فخر ، وبيدي لواء الحمد ولا فخر آدم فمن دونه تحت لوائي ولا فخر » وكذا رواه الترمذي في كتاب المناقب ، باب (١) .

(٥) كما رواه الترمذي وأبو داود وابن ماجه وأحمد (٣/٣٥٤) قال رسول الله - ﷺ - : « من قال حين يسمع النداء : اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمد الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً الذي أنت وعدته إلا حلت له الشفاعة يوم القيامة .

(٦) كما رواه الدارمي في سننه عن كعب الأحبار : أمته الحمادون يحمدون الله في كل سراء وضراء . السنن (١/٦) .

(٧) الأنعام : ١٢٤ .

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول کتنا خوبصورت ہے:
''سو اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کا نام اپنے نام سے ملادیا جب پانچ وقت مؤذن أشھد کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا تاکہ اس سے آپکو عزت بخشی جائے سو عرش کا مالک محمود ہے اور یہ محمد ہیں''
امام سخاوی نے کہا آپ ﷺ کے دادا نے اللہ کی توفیق سے آپ ﷺ کا نام ابتداء ہی میں رکھا ہے۔ یا یہ ہے کہ آپ نے خواب میں اشارہ پاکر یہ نام رکھا ہے۔
ابو ربیع بن سالم الکلاعی نے کہا لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کو خواب میں یہ مشاہدہ کرایا گیا کہ چاندی کی ایک زنجیر انکی پشت سے نکلی ہے جس کا ایک سرا آسمان اور دوسرا زمین میں ہے ایک سرا مشرق اور ایک مغرب کی طرف ہے۔ پھر وہ ایک درخت کی صورت میں بدل گئی جس کا ہر ہر پتہ نور کا ہے اور مشرق ومغرب کے لوگ اس کے ساتھ لٹک رہے ہیں۔
ان کے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی گئی کہ انکی پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی مشرق و مغرب والے پیروی کریں گے زمین وآسمان والے اس کی تعریف کریں گے اس لئے آپکا یہ نام رکھا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ بیان کیا نام رکھنے کے سلسلہ میں اسکو بھی پیش نظر رکھا گیا۔ پس محمد اور احمد آپکے دو نام ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے کہ ''محمد اللہ کے رسول ہیں۔'' (الفتح، ۴۸: ۲۹)
''اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہے۔'' (الصف، ۶۱: ۶) حاکم نے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسم محمد ﷺ کو عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا اگر محمد نہ ہوتے تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ رہ گئی حدیث ''لو لاک ماخلقت الأفلاک'' تو اس کا معنی صحیح ہے اگرچہ صنعانی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔
قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''احمد اسم تفضیل بروزن اَفعَلُ'' ہے جو مبالغہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جس کی زیادہ تعریف کی جائے''
اور ''محمد'' مُفَعَّلُ کے وزن پر مبالغہ ہے یعنی جس کی بہت تعریف کی گئی ہو۔

أحد له ، أو يظهر عليه بسبب يشكل أحدا في أمره حتى تحققت السمتان له - ﷺ - ولا شكل ينازع له أحد فيهما .

● **عدد أسماء النبي - ﷺ - :**

قال السخاوي : وأسماؤه كثيرة جداً قيل بلغت ألفا لكن أكثرها أشتق من أفعال وصف - ﷺ - بها ، ولاشك أن كثرة الأسماء دليل على جلالة المسمى ، وناهيك بشرفه تشريف الله -- عز وجل -- له بما سماه به في أسمائه الحسنى ووصفه به من صفاته العُليا كما بينه « صاحب الشفا » وغيره . قلت : وقد جمعها شيخ مشايخنا الحافظ جلال الدين السيوطي في رسالة له أيضا بلغت خمسمائة وأخذتُ عمدتها ورتبتها العليا واقتصرت على تسعة وتسعين على وزن اسماء الله الحسنى .

هذا الحبيب فمثله لا يولد ... والنور من وجناته يتوقد
جبريل نادى في منصة حسنه ... هذا مديح الكون هذا أحمد
هذا مليح الوجه هذا المصطفى ... هذا جميل الضوء هذا السيد
هذا الجميل النعت هذا المرتضى ... هذا كحيل الطرف هذا الأمجد
هذا الذي خلقت عليه ملابس ... ونفائس فنظيره لا يوجد

● **مولده - ﷺ - في عام الفيل :**

مولده - ﷺ - عام الفيل[1]، كما رواه الترمذي في جامعه من حديث قيس ابن مخرمة بن أشم ، والبيهقي في الدلائل من حديث سويد من غفلة أحد المخضرمين والبيهقي أيضا والحاكم وصححه كلاهما من طريق حجاج بن محمد عن يونس بن إسحاق عن أبيه عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ورواه ابن سعد بلفظ : يوم الفيل[2]. ورواه الحاكم أيضا من طريق حميد بن الربيع عن حجاج كذلك ، وقال : إن حميد انفرد بقوله : يوم الفيل ، وتعقب برواية ابن معين ولكن المحفوظ بلفظ : عام ، وقد لا ينافيه اللفظ الآخر لعدم صراحته في ذلك لما فيه من

(١) أخرجه الترمذي في سننه ، برقم (٣٦٢٣) وقال : حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث ابن إسحاق ، والحاكم في المستدرك (٢/٦٠٣) وقال : صحيح على شرط مسلم ، ووافقه الذهبي ، والطبراني كما في مجمع الزوائد (١/١٩٦) وقال الهيثمي : رجاله موثقون ، وأبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٨٤) و(٨٥) .
(٢) أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (١/١٠٩) ، والحاكم في المستدرك (٢/٦٠٣) وقال : تفرد حميد ابن الربيع بهذه اللفظة في هذا الحديث ولم يتابع عليه .

یہ احمد سے بڑھ کر ہے اور دنیا و آخرت میں سارے لوگوں سے زیادہ تعریف کرنے والا (اپنے رب کی) پس آپ ﷺ محمودین میں بھی احمد اور حامدین میں بھی احمد ہیں۔
قیامت کے دن آپکے ہاتھوں میں لواء لحمد ہوگا تاکہ آپ ﷺ کے لیے کامل حمد ثابت ہو اور عرصۂ محشر میں آپ ﷺ صفت حمد کے ساتھ مشہور ہوں۔ آپ ﷺ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے اور اولین وآخرین آپ ﷺ کی تعریف کریں گے۔او رآپ ﷺ کے اوپر حمد وثنا کے دروازے کھول دیے جائیں گے جیسا کہ صحیحین میں وارد ہے۔
یہ وہ کچھ ہے جو کسی اور کے حصہ میں نہ آیا
اور کتب انبیاء میں آپ ﷺ کی امت کا نام حامدین آیا ہے تو آپ ﷺ کا حق بنتا ہے کہ آپ ﷺ کا نام محمد اور احمد رکھا جائے اور ان دونوں ناموں میں عجیب وغریب خصوصیات ہیں یہ اللہ کا ایک اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے زمانے سے پہلے کسی کو یہ نام نہ رکھنے دیا۔
اسم گرامی احمد جو پہلی کتابوں میں ہے اور جسکی سابق انبیائے کرام نے بشارت دی ہے تو اللہ نے اپنی حکمت سے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کا یہ نام رکھنے سے روک دیا اور یہ کہ کسی اور کو اس نام سے پکارا نہ جائے تاکہ کسی قسم کا شک وشبہ پیدا نہ ہو یونہی عرب وعجم میں کسی کا نام محمد نہیں رکھا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ظہور اقدس اور میلادِ پاک سے ذرا پہلے یہ بات مشہور ہوگئی کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جن کا نام "محمد" ﷺ ہوگا۔
گویا تھوڑے سے لوگوں نے اپنے بیٹوں کا یہ نام بھی رکھا اس امید پر کہ ان میں سے کوئی ایک ہونے والا نبی ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بھی اہتمام کیا کہ جس کا یہ نام ہو وہ دعویٰ نبوت نہ کر سکے۔

اسماء نبی ﷺ کی تعداد

امام سخاویؒ نے کہا کہ آپ ﷺ کے اسماء گرامی بہت زیادہ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انکی تعداد ہزار تک ہے۔ لیکن اکثر نام آپ ﷺ کے افعال و اوصاف سے مشتق ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اسماء کی کثرت مسمّٰی کے جاہ وجلال کی دلیل ہے۔
تمہاری تسلی کے لئے اتنا کافی ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو شرف بخشا ہے کہ آپ

الاحتمال . قال ابن عبد البر : أنه يحتمل أن يكون أراد باليوم الذى حبس الله الفيل فيه عن وطء الحرم وأهلك الذين جاءوا به ، ويحتمل أن يكون أراد باليوم العام . قال السخاوى : ومال شيخنا إلى الأول حيث قال : يطلق « **اليوم** » ويراد به مطلق الوقت كما يقال : « **يوم الفتح** » و« **يوم بدر** » ، فإن المراد حقيقة اليوم فيكون أخص من الأول وبذلك صرح ابن حبان فى أول تاريخه فإنه قال : ولد « **عام الفيل** » فى « **اليوم الأول** » بعث الله الطير الأبابيل على أصحاب الفيل . وأخرجه البيهقى أيضا من مرسل محمد بن مطعم بلفظ : « **عام** »[1]، وقد عاين ذلك حكيم بن حزام وحويطب بن عبد العزى وحسان بن ثابت وكل منهم عاش مائة وعشرين سنة . وقال إبراهيم بن المنذر : هو الذى لا شك فيه عند أحد من علمائنا وممن حكى الإجماع ابن قتيبة ثم عياض[2] وقال ابن دحية : اتفاق العلماء بالأثر والسنن عليه . انتهى . وكأنهم عمدة ابن القيم فى الإتفاق ولكن الخلاف فيه ثابت ويتحصل منه أقوال أخرى بعد الفيل بأربعين سنة قاله أبو زكريا العلائى حكاه ابن عساكر فى الترجمة النبوية من أول تاريخه أو بثلاثين سنة حكاه موسى بن عقبة عن الزهرى أو بثلاث وعشرين أورده ابن عساكر من رواية شعيب بن شعب أو بخمس عشرة حكاه ابن الكلبى عن أبيه عن أبى صالح عن ابن عباس ولكن المعتمد عن ابن عباس ما تقدم أو شهر حكاه ابن عبد البر ، أو بعشر أورده ابن عساكر من طريق عبد الرحمن بن أبزى ، أو بثلاثين يوما أو بأربعين يوماً .

● *أكان مولده – ﷺ – فى أيام كسرى أنو شروان ؟ :*

قال السخاوى : وأما ما يذكر على الألسنة بلفظ : ولدت فى زمن الملك العادل فشىء لا أصل له على أن بعضهم أعزبه ، وقال مما جازف فيه : أنه لا خلاف بين العلماء أنه – ﷺ – ولد بمكة فى أيام كسرى أنو شروان العادل ، قلت : وقد قال الزركشى : كذب باطل ، قال السيوطى : قال البيهقى فى شعب الإيمان تكلم

(١) أخرجه البيهقى فى دلائل النبوة (٧٥/١) وأحمد فى المسند (٢١٥/٤) وسيرة ابن هشام (١٧١/١) والبداية والنهاية (٢٦١/٢) لابن كثير .

(٢) قال الحافظ ابن الجوزى فى صفة الصفوة ، ذكر مولد رسول الله – ﷺ – : اتفقوا على أن رسول الله ﷺ – ولد يوم الأثنين فى شهر ربيع الأول عام الفيل ، واختلفوا فيما مضى من ذلك الشهر لولادته على أربعة أقوال : أحدها أنه ولد لليلتين خلتا منه ، والثانى : لثمان خلون منه ، والثالث : لعشر خلون منه والرابع : لاثنتى عشرة خلت منه

ﷺ کے نام اپنے اسماء حسنیٰ میں رکھے اور آپ ﷺ کی صفات اپنی صفات عالیہ میں سے مقرر کیں۔ جیسا کہ اسے صاحب الشفاء وغیرہ سے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں ہمارے شیخ المشائخ جلال الدین سیوطیؒ نے ان ناموں کو اپنے ایک رسالے میں جمع کر دیا جن کی تعداد پانچ سو تک پہنچ چکی ہے۔ ان میں سے چیدہ چیدہ منتخب کئے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی نسبت سے ننانوے کی تعداد لکھی۔

''یہ حبیب ہے جن کی مثل کوئی پیدا نہیں ہوا آپکے رخساروں سے نور چمک رہا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپکے رخ زیبا کو دیکھ کر آواز دی کہ یہ کائنات کا ممدوح ہے یہ احمد ہے۔ یہ ملیح چہرے والے ہیں یہ مصطفیٰ ہیں یہ خوبصورت چمک والے یہ سردار ہیں۔ یہ خوبصورت تعریف والے ہیں یہ پسندیدہ ہیں۔ یہ سرگیں آنکھوں والے ہیں یہ بزرگ ہیں۔ یہ وہ ہستی ہیں جن پر سارے لباس اور عمدہ چیزیں بوسیدہ لگتی ہیں سوان کی مثل پانا مشکل ہے۔''

آپ ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی

آپ ﷺ کا سن ولادت عام الفیل ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں بیان کیا اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور حاکم نے مستدرک میں بیا ن کیا ہے اور ابن سعد نے یوم الفیل بیان کیا ہے اور حاکم نے بھی بیان کیا ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا احتمال ہے کہ عام الفیل سے مراد وہ دن ہو جس دن اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو کعبہ پر حملہ کرنے سے روکا اور جو لوگ ان کو لائے تھے ان کو تہس نہس کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ سال ہے۔

امام سخاوی نے کہا کہ ہمارے شیخ پہلے قول کی طرف مائل ہیں کہ دن بول کر مطلق وقت مراد لیتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے ''یوم الفتح'' یوم بدر وغیرہ مراد یہ کہ جس دن فتح مکہ ہوئی اور جس دن بدر کا معرکہ بپا ہوا۔ ابن حبان نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ حضور ﷺ عام الفیل کے پہلے دن پیدا ہوئے جس دن اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں پر ابابیل پرندے بھیجے۔ بیہقی نے محمد بن مطعم کی یہ مرسل روایت نقل کی ''عام''۔ یہ سب کچھ حکیم بن حزام حویطب بن

شيخنا أبو عبد الله الحافظ فى بطلان ما يرويه بعض الجهلاء عن نبينا - ﷺ - : « **ولدت فى زمن الملك العادل** »[1] يعنى أنو شُروان ، ثم رأى بعض الصالحين رسول الله - ﷺ - فى المنام فحكى له قال ماقال أبو عبد الله : فصدقه فى تكذيب هذا الحديث وإبطاله ، وقال ما قلته قط[2]، فإن قلت : تربة الشخص مدفنه ، فكان مقتضى هذا أن يكون مدفنه عليه السلام بمكة حيث كان تربته منها فقد أجاب عنه صاحب العوارف - أفاض الله علينا من عوارفه وتعطف علينا بعوضه - بإنه قيل : إن الماء لما تموج رمى الزبد إلى النواحي فوقعت جوهرة النبى - ﷺ - إلى ما يحازى تربته بالمدينة فكان - ﷺ - مكيا مدنيا حنينه إلى مكة وتربته بالمدينة .

● مولده - ﷺ - فى شهر ربيع الأول :

ثم أختُلِف فى الشهر الذى ولد فيه والمشهور أنه وُلد فى شهر ربيع الأول وهو قول جمهور العلماء ، ونقل ابن الجوزى الاتفاق عليه ، وفيه نظر ، فقد قيل فى صفر ، وقيل فى ربيع الآخر ، وقيل فى رجب ولا يصح ، وقيل فى شهر رمضان ، وروى عن ابن عمر بإسناد يصح وهو موافق لمن قال : إن أمه حملت به فى أيام التشريق ، وأغرب من قال ولد فى عاشوراء . وكذا أيضا أختلف فى أى يوم من الشهر فقيل : إنه غير معين إنما ولد يوم الإثنين من ربيع الأول من غير تعيين ، والجمهور على أنه يوم معين منه فقيل لليلتين ، وقيل لثمان خلت منه . قال الشيخ قطب الدين القسطلانى : وهو اختيار أكثر أهل الحديث ، ونقل عن ابن عباس وابن جبير بن مطعم وهو إطلاق أكثر من له معرفة بهذا الشأن ، واختارة الحميدى ، وشيخه ابن حزم ، وحكى القضاعى فى عيون المعارف : إجماع أهل السير عليه ، وقيل لعشرة ، وقيل لاثنى عشر وغلا أهل مكة فى زيارتهم موضع ولادته فى هذا الوقت ، وقيل لسبع عشرة ، وقيل ثمان بقين منه ، والمشهور أنه ولد يوم الإثنين ، ثانى عشر ربيع الأول ، وهو قول ابن إسحاق وغيره[3]. واختلف أيضا فى الوقت

---

(١) قال الأئمة : لا أصل له ، انظر : كشف الخفا (٢/٤٥٤) وقال الصغانى : إن موضوع ، وقال فى المقاصد : لا أصل له ، وقال الحليمي : لا يصح . وذكره الصاغانى فى الأحاديث الموضوعة ، حديث رقم (٣٠) ، والفوائد المجموعة (ص/٣٧٨) .

(٢) أورده العجلونى فى كشف الخفا (٢/٤٥٤) .

(٣) انظر : دلائل النبوة لابى نعيم . حديث (٩٠) وابن سعد فى الطبقات الكبرى (١/١٠٠ ، ١٠١) ، ودلائل النبوة للبيهقى (١/٧٤) ، وسيرة ابن هشام (١/١٧١) .

عبدالعزیٰ اور حسان بن ثابت نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ان میں سے ہرایک نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ابراہیم بن منذر نے کہا یہی وہ چیز ہے جس پر ہمارے کسی عالم کو شک نہیں۔

جن لوگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے ان میں ابن قتیبہ، قاضی عیاض بھی شامل ہیں۔ ابن دحیہ نے کہا کہ اس پر علماء کا اتفاق بھی ہے اور اس میں اثر اور سنن کے دلائل بھی ہیں۔ اور گویا کہ اتفاق کے سلسلے میں ان لوگوں کا اعتماد ابن قیم پہ ہے لیکن اس میں اختلاف ثابت ہے جس سے دوسرے اقوال ثابت ہو رہے ہیں۔ مثلاً واقعہ فیل کے چالیس سال بعد یہ قول ہے ابوذکریا العلائی کا جس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضور ﷺ کے عنوان میں ذکر کیا ہے یا تیس سال اس کو موسیٰ بن عقبہ نے زُھری سے روایت کیا یا تیئس سال بعد اس کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔یا پندرہ سال اس کو ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے، لیکن قابل اعتماد ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو گزر چکا ہے۔ اسکو ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے یا دس دن بعد اس کو ابن عساکر نے کیا ہے یا تیس (۳۰) دن یا چالیس (۴۰) دن بعد۔

کیا حضور ﷺ کی ولادت باسعادت نوشیروان کسریٰ کے دور میں ہوئی

امام سخاوی نے کہا یہ بات جو زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت عادل بادشاہ کے دور میں ہوئی یہ ایک ایسا دعوٰی ہے جسکی کوئی اصل نہیں علاوہ ازیں بعض لوگوں نے بالکل نظر انداز کیا اور جس حقیقت کی طرف لوگوں کا رجحان ہے وہ یہ ہے کہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں کسریٰ نوشیروان عادل کے دور میں پیدا ہوئے ۔ میں کہتا ہوں کہ زرکشی نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے باطل ہے۔سیوطی نے کہا بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہمارے شیخ ابو عبداللہ حافظ اس بات کو باطل ثابت کرتے ہیں جس کو بعض جہلاء بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں "ملک العادل" کے زمانے میں پیدا ہوا اور اس سے مراد نوشیروان ہے۔

پھر بعض صالحین نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ کی خدمت میں ابو

الذى ولد فيه . والمشهور أنه يوم الإثنين ، فعن أبى قتادة الأنصارى أنه سئل – ﷺ – عن صيام يوم الإثنين ؟ قال : « **ذلك يوم ولدت فيه ، وأنزلت علىّ فيه النبوة** »[1] رواه مسلم ، وهذا يدل على أنه وُلد نهارًا ، وفى المسند عن ابن عباس قال : ولد – ﷺ – يوم الإثنين ، واستنبىء يوم الإثنين وخرج مهاجراً من مكة إلى المدينة يوم الإثنين ودخل المدينة يوم الإثنين ووضع الحجر يوم الإثنين[2]، قال القسطلانى : وكذا فتح مكة ونزول سورة المائدة يوم الإثنين يعنى المشتملة على آية : ﴿ **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا** ﴾[3] وهو آخر سورة نزلت ، وقد روى ابن أبى شيبة وأبو نعيم فى الدلائل : أنه ولد عند طلوع الفجر ، وقيل ولد ليلاً[4]. قال الزركشى : والصحيح أن ولادته عليه السلام كانت نهارًا . قلت : وأغرب القسطلانى وقال : ليلة مولده – ﷺ – أفضل من ليلة القدر من وجوه ثلاثة ذكرها حيث لا يفيد الإطلاق مع أن الأفضلية ليست إلا لكون العبادة فيها أفضل بشهادة النص القرآنى : ﴿ **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ** ﴾[5] ولا تعرف هذه الفضيلة لليلة مولده عليه السلام ، والتحية لا من الكتاب ولا من السنة ، ولا من أحد من علماء الأئمة ، وأما تضعيف ابن دحية رواية سقوط النجم عند مولده بأنه ولد نهارًا ، فغير صحيح لأن سقوطه خارق للعادة فلا فرق فيه بين الليل والنهار على أنه بعد الفجر وللنجوم حينئذ سلطان كما فى الليل أو يقال سقوط النجم كان فى ليلة مولده إظهارًا لنبوته ، وما قارب الشيء يعطى حكمه[6].

---

(١) أخرجه مسلم فى صحيحه ، كتاب الصيام ، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء والاثنين والخميس ، حديث (١٩٧) .

(٢) أخرجه الطبرانى فى الكبير كما فى مجمع الزوائد (١٩٦/١) ، وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف وبقية رجاله ثقات من أهل الصحيح ، قاله الهيثمي وأخرجه أبو نعيم فى الدلائل ، حديث (٩٠) .

(٣) المائدة : ٣ .

(٤) أخرجه أبو نعيم فى دلائل النبوة ، عن عثمان بن أبى العاص قال : أخبرتنى أمى أنها حضرت آمنة أمّ رسول الله – ﷺ – لما ضربها المخاض ، قالت : فجعلتُ أنظر إلى النجوم تدلّى حتى قلت : لتقعنّ علىّ ، فلما وضعتْ ، خرج منها نورٌ أضاء له البيت والدار ، حتى جعلتُ لا أرى إلا نوراً ، ويؤخذ من الحديث أنه ﷺ – ولد ليلاً ، والصحيح أن ولادته كانت نهارًا ، قاله الزركشى .

(٥) القدر : ٣ .

(٦) انظر : الهامش قبل السابق ، وفيه أن : النجوم تدلى ، وفى ذلك إظهارٌ لنبوته – ﷺ –.

عبداللہ کی بات بیان کی تو آپ ﷺ نے ابو عبداللہ کی تصدیق کی کہ یہ روایت جھوٹ اور باطل ہے اور فرمایا کہ میں نے کبھی یہ نہیں کہا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہر آدمی کا خمیر جہاں سے اٹھتا ہے وہیں اس کا مدفن ہوتا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہی تھا کہ حضور ﷺ کا مدفن مکہ مکرمہ میں ہونا چاہیے تھا صاحب العوارف (اللہ انکے معارف کا ہم پر فیضان کرے اور انکی ہم پر کرم نوازی کرے) یہ جواب دیا ہے کہ جب پانی کی موج اٹھتی ہے تو جھاگ دائیں بائیں گرتا ہے سو نبی پاک ﷺ کا جوہر مدینہ طیبہ میں ہنوز کی تربت اقدس کی جگہ پر گرا سو آپ مکی بھی ہیں اور مدنی بھی ہیں۔ آپ کا جوہر مبارک مکہ میں اور خاک مقدس مدینہ میں۔

ماہ ربیع الاول میں میلاد پاک ﷺ

پھر اختلاف ہوا آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں۔ مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا جمہور علماء کا یہی قول ہے:

ابن جوزی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے جو محل نظر ہے، ایک قول ہے صفر کا مہینہ تھا، ایک قول ہے ربیع الآخر جبکہ ایک قول رجب کا مہینہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق ہے جنہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کا استقرار حمل، ایام تشریق میں ہوا۔

اور غریب تر اس آدمی کا قول ہے جس نے کہا آپ ﷺ کی ولادت یوم عاشورہ کو ہوئی۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ مہینے کے کس دن میں ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا تعین بھی مشکل ہے۔ بہرحال آپ ﷺ پیر کے دن ربیع الاوّل میں پیدا ہوئے اور جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ وہ دن معین ہے کسی نے کہا دو ربیع الاوّل اور کسی نے آٹھ ربیع الاول کہا ہے۔

شیخ قطب الدین قسطلانی نے کہا اور اکثر محدثین کا بھی یہی قول مختار ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ابن جبرین مطعم سے منقول ہے اور یہی قول اکثر ان لوگوں کا جن کو اس سلسلہ میں معرفت حاصل ہے اور یہی قول حمیدی اور انکے شیخ ابن حزم کا۔ القضاعی نے عیون المعارف میں لکھا ہے کہ اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے۔ کسی نے کہا دس تاریخ تھی کسی

● اختلاف العلماء فى مدة حمله ومكان مولده :

ثم اختلف فى مدة الحمل فقيل : تسعة أشهر ، وقيل :عشرة وقيل : ثمانية ، وقيل : سبعة . قال القسطلانى : وولد عليه الصلاة والسلام فى الدار التى كانت لمحمد بن يوسف أخى الحجاج ، ويقال : بالشّعب ، ويقال : بالردم ، ويقال : بعسفان . قال شيخنا ابن حجر المكى : الصحيح بل الصواب بمكة بمولده المشهور الآن ، قال العلماء : ولم يكن مولده - ﷺ - فى المحرم ولا فى رجب ، ولا فى رمضان لئلا يتشرف بالزمان وإنما الزمان يتشرف به كالمكان .

● رضاعته ودلائل نبوته مع حليمة السعدية :

قال القسطلانى : وقد ذكر أنه لما ولد - ﷺ - قيل : من يكفل هذه الدرة اليتيمة التى لا يوجد لمثلها قيمة ؟ فقالت **الطيـور** : نحن نكفله ونغتنم خدمته العظيمة . **وقالت الوحوش** : نحن أولى بذلك ننال شرفه وتعظيمه ، فنادى لسان القدرة : أن يا جميع المخلوقات إن الله تعالى قد كتب فى سابق حكمته القديمة أن نبيه الكريم يكون رضيعاً لحليمة ، قالت حليمة - فيما رواه ابن إسحاق ، وابن راهويه وأبو يعلى ، والطبرانى ، والبيهقى ، وأبو نعيم : قدمتُ مكة فى نسوة من بنى سعد بن بكر نلتمس الرضعاء فى سنة شهباء[1] ، فقدمت على إناث لى ، ومعى صبى لنا وشارف لنا أىْ ناقة مسنة مهومة والله ما تبض بقطرة[2] وما ننام ليلنا ذلك ، أجمع مع صبينا ذلك لا يجد فى ثدى ما يغنيه ولا فى شارفتنا ما يغذيه ، فقدمنا مكة ، فوالله ما علمت منا امرأة إلا وقد عرض عليها رسول الله - ﷺ - فتأباه إذا قيل : يتيم ، فوالله ما بقى من صواحبى امرأة إلا أخذت رضيعا غيرى فلما لم أجد غيره قلت لزوجى : والله إنى لأكره أن أرجع من بين صواحبى ليس معى رضيع ، لأنطلقن إلى ذاك اليتيم فلآخذنه فذهبت ، فإذا هو مدرج فى ثوب صوف أبيض من اللبن ، يفوح منه المسك ، وتحته حريرة خضراء ، راقد على قفاه يغط ، فاشفقت أن أوقظه من نومه لحسنه وجماله ، فدنوت منه رويداً فوضعت يدى على صدره فتبسم ضاحكا ، وفتح عينه ينظر إلى ، فخرج من عينيه نورٌ حتى دخل خلال السماء ، وأنا أنظر فقبلته بين عينيه ، وأعطيته ثديى الأيمن فأقبل عليه بما شاء

(١) الشهباء : مجدبة بيضاء لايرى فيها خضرة .

(٢) ما تبض : ما ترشح قطرة من اللبن لكبر سنها .

نے کہا بارہ تاریخ تھی۔ اس وقت اہل مکہ اس مقام کی زیارت کیلئے جمع ہوتے ہیں کچھ کہتے ہیں کہ سترہ جبکہ کچھ بائیس تاریخ کہتے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی یہی ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت میں بھی اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ پیر کا دن تھا۔

ابو قتادہ انصاری کہتے ہیں حضور ﷺ سے سوموار کے دن کے روزے کا پوچھا گیا، انہوں نے فرمایا: یہ میری پیدائش کا دن ہے اور اسی دن مجھ پر نبوت نازل ہوئی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے یہ دلیل ہے کہ حضور ﷺ دن کے وقت پیدا ہوئے۔ مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ سوموار کے دن پیدا ہوئے، سوموار کے دن ہی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور مدینہ طیبہ میں سوموار کے دن ہی داخل ہوئے اور حجر اسود بھی سوموار کے دن نصب کیا۔

قسطلانی نے کہا ''یونہی فتح مکہ اور سورہ مائدہ کا نزول سوموار کے دن ہوا یعنی سورہ مائدہ کی یہ آیت ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کرلیا۔'' (القرآن، المائدہ:۳) اور یہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ابونعیم نے دلائل میں روایت ذکر کی کہ آپ ﷺ کی ولادت صبح صادق کے وقت ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ رات کے وقت۔ زرکشی نے کہا صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت دن کو ہوئی۔

میں کہتا ہوں قسطلانی نے عجیب بات کہہ دی ہے، کہ حضور ﷺ کی میلاد کی رات لیلۃ القدر سے تین وجوہات کی بناء پر افضل ہے جو انہوں نے ذکر کی ہے جن کو یہاں دہرانے کا فائدہ نہیں۔ علاوہ ازیں افضلیت صرف اس وجہ سے ہوئی کہ اسمیں عبادت کرنی افضل ہے جیسے قرآن پر گواہ لیلة القدر خير من الف شهر۔

اور حضور کی شبِ میلاد کیلئے یہ فضیلت ثابت نہیں نہ کہ کتاب سے، نہ سنت سے نہ علمائے

من لبن فحولته إلى الأيسر فأبى ، وكانت تلك حاله بعد .

قال أهل العلم : أعلمه الله أن له شريكا فألهمه العدل فقالت : فروى وروى أخوه ، ثم أخذته فماهو إلا أن جئت به رحلي وقام صاحبي - تعني زوجها - إلى شارفتنا تلك فإذا أنها لحافل[1] فحلب ما شرب وشربت حتى روينا وبتنا بخير ليلة ، فقال صاحبي : يا حليمة والله إني لأراك قد أخذت نسمة مباركة ، ألم تر ما بتنا به الليلة من الخير والبركة حين أخذناه فلم يزل الله يزيدنا خيراً . قالت حليمة : فودعت الناس بعضهم بعضا وودعت أنا أم النبي - ﷺ - ثم ركبت أتاني[2] وأخذت محمدًا - ﷺ - بين يدي ، قالت : فنظرت إلى الأتان وقد سجدت نحو الكعبة ثلاث سجدات ، ورفعت رأسها إلى السماء ، ثم مشت حتى سبقت دواب الناس الذين كانوا معي ، وصار الناس يتعجبون مني ويقلن لي النساء وهن ورائي : يابنت أبي ذُؤيب أهذه أتانك التي كنت عليها وأنت جائية معنا تخفضك طورًا وترفعك أخرى فأقول : تالله إنها هي فيتعجبن منها ، ويقلن : إن لها شأنا عظيما ، قالت : فكنت أسمع أتاني تنطق وتقول : إن لي شأنا ثم شأنا بعثني الله بعد موتي ورد لي سمني بعد هزلي ويحكن يا نساء ، بني سعد إنكن لفي غفلة وهل تدرين مَنْ على ظهري ، على ظهري خير النبيين وسيد المرسلين وأفضل الأولين والآخرين وحبيب رب العالمين . قالت حليمة : فيما ذكره ابن إسحاق وغيره : ثم قدمنا منازل بني سعد ، ولا أعلم أرضا من أرض الله أجدب منها فكانت غنمي تروح ، على حين قدمنا به شباعاً لبناً ، فحلب وشرب ، وما يحلب إنسان قطرة لبن ولا يجد في ضرع ، حتى كان الحاضر من قومنا يقولون لرعياتهم : اسرحوا حيث يسرح غَنم بنت أبي ذؤيب ، فتروح أغنامهم جياعا ما تبض بقطرة لبن ، وتروح أغنامي شباعاً لبناً ، فلِلَّه دَرُّها من بركة كثرت بها مواشي حليمة ، ونمت وارتفع قدرها به ، وسَمَتْ ولم تزل حليمة تتعرف الخير والسعادة وتفوز منه بالحسنى وزيادة[3].

---

(١) الحافل : كثيرة اللبن ، والناقة المحفلة التي لا يحلبها صاحبها أياما حتى يجتمع لبنها في ضرعها ، وسميت حافلة ومحفلة لأن اللبن يجمع في ضرعها فيكون غزيراً .

(٢) الأتان : الحمارة وهي أنثى الحمار ، وفي حديث ابن عباس « جئت على حمار أتان » وهي أنثى الحمار .

(٣) أخرجه : أبو نعيم في دلائل النبوة ، حديث (٩٤) ، والطبراني كما في مجمع الزوائد (٨/ ٢٢٠) وقال الهيثمي رجاله ثقات وابن سعد في الطبقات الكبرى (١/ ١١٠ ، ١١١) ، وابن كثير في البداية والنهاية (٢/ ٢٧٣ ، ٢٧٤) .

امت سے۔ علامہ دحیہ نے حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت ستارے گرنے کی روایت کو یہ کہہ کر ضعیف قرار دیا ہے کہ حضور ﷺ تو دن کے وقت پیدا ہوئے۔ دحیۃ کی یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ ستاروں کا گرنا خارقِ عادت ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ رات ہو یا دن۔ علاوہ ازیں حضور ﷺ کی میلاد صبح صادق کے بعد ہوئی اور اس وقت رات کی طرح ستاروں کی سلطنت ہوئی ہے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شب میلاد کو ستاروں کا گرنا آپ ﷺ کی نبوت کا اظہار تھا اور کسی چیز کا جو قریب ہوا اسے اسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی مدت حمل اور مقام پیدائش کے بارے میں اختلاف علماء

پھر آپ ﷺ کی مدت حمل میں اختلاف ہے ایک قول ہے نو مہینے، ایک دس مہینے، ایک آٹھ مہینے اور ایک ساتھ مہینے ہے۔

قسطلانی نے کہا حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے گھر میں ہوئی، ایک قول ہے کہ شعب میں ہوئی، ایک قول ہے ردم میں ہوئی ایک قول عسفان میں ہوئی۔

ہمارے شیخ ابن حجر مکی نے فرمایا صحیح اور صواب قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی جائے پیدائش آج بھی مشہور ہے۔ علماء نے کہا کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت محرم، رجب اور رمضان میں نہیں ہوئی کہ آپ ﷺ کو زمانے کی وجہ سے شرف حاصل ہوتا زمان و مکان تو سرکار کی وجہ سے مشرف ہوئے۔

سیدہ حلیمہ سعدیہ کے پاس حضور ﷺ کا دودھ پینا اور آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل

امام قسطلانی نے کہا مذکور ہے کہ جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو کہا گیا کہ اس درِ یتیم کہ جس کی طرح کوئی انمول نہیں کی پرورش کون کرے گا؟ پرندوں نے کہا کہ ہم کریں گے اور آپ ﷺ کی عظیم خدمت کو غنیمت سمجھیں گے۔ وحشی جانوروں نے کہا ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں یہ شرف وعظمت ہم حاصل کریں گے۔

زبان قدرت گویا ہوئی اے تمام مخلوقات ! اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت قدیمہ میں یہ فیصلہ لکھ دیا کہ اس کا نبی کریم حلیمہ کے ہاں دودھ پیئے گا۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا جیسا کہ ابن اسحاق، ابن راھویہ، ابو یعلی، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم وغیرہ کی روایت کیمطابق یہ بھی حلیمہ نے فرمایا کہ میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ساتھ مکہ معظمہ آئی کہ قحط سالی کے دوران دودھ پلانے کیلئے بچے مل جائیں۔

میں اپنی عورتوں کے ہمراہ چل پڑی میرے پاس میرا بچہ اور ایک دبلی کمزور بوڑھی اونٹنی تھی بخدا جس کے تھنوں میں سے دودھ کا قطرہ بھی نہ نکلتا تھا۔ ہم سارے پوری رات اپنے بچوں کے ہمراہ سو نہ سکے نہ میری چھاتیوں میں دودھ تھا نہ میری اونٹنی کے تھنوں میں جس سے ہم بچے کو کھلاتے پلاتے۔ جب ہم مکہ آئے بخدا میرے علم میں جتنی میرے ہمراہ عورتیں آئیں ان کو حضور ﷺ کو پیش کیا گیا لیکن جب کہا جاتا کہ بچہ یتیم ہے تو لینے سے انکار کر دیتیں۔ میرے سواء میری ہر ساتھی نے دودھ پلانے کیلئے کوئی بچہ حاصل کر لیا۔ جب یتیم بچے کے علاوہ مجھے کوئی نہ ملا تو میں نے اپنے خاوند سے کہا خدا کی قسم میں اپنی ساتھیوں کے ساتھ خالی ہاتھ لوٹنا پسند نہیں کرتی۔ میں اس یتیم کے پاس ضرور جاؤنگی اور اسے ضرور حاصل کروں گی سو میں گئی تو میں نے دیکھا کہ آپ دودھ سے زیادہ سفید شفاف اونی کپڑے میں لپٹے تھے جس سے کستوری کے حلے اٹھتے تھے۔

آپ ﷺ کے نیچے سبز رنگ کا ریشمی کپڑا تھا اور آپ ﷺ اپنی کمر کے بل سوئے ہوئے خراٹے لے رہے تھے میں نے آپ ﷺ کے حسن و جمال کو دیکھ کر آپ ﷺ کو جگانا پسند نہ کیا۔ میں ذرا قریب ہوئی میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینے پر رکھا آپ ﷺ مسکرا کے ہنسے اور آنکھ کھول کر میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے ایسا نور نکلا جو آسمانوں کی پہنائیوں میں چلا گیا میں دیکھتی رہ گئی اور آپ ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور دایاں پستان آپ ﷺ کے منہ میں دیا۔ آپ ﷺ اس کی طرف جب تک چاہا متوجہ ہوئے۔

پھر میں نے بائیں پستان کی طرف آپ ﷺ کو پھیرا آپ ﷺ نے انکار کردیا اور ہمیشہ یہی حالت رہی۔

اہل علم نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بتادیا کہ اس دودھ میں ان کا ایک اور بھی شریک ہے سو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عدل و مساوات کا الہام کیا آپ ﷺ بھی سیر ہوگئے اور آپ ﷺ کا بھائی بھی سیر ہوگیا۔

پھر میں نے آپ ﷺ کو لیا۔ بس اتنا وقت گزرا کہ میں آپ ﷺ کو اپنی سواری کے پاس لائی۔ میرا خاوند اونٹنی کی طرف اٹھا، دیکھا کہ اس کے تھنوں میں بہت زیادہ دودھ ہے جسے دوہ کر اس نے خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا یہاں تک کے ہم سیر ہوگئے اور رات خیریت سے گزاری، میرے خاوند نے کہا حلیمہ! خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ تم نے بڑا ہی برکت والا بچہ حاصل کیا ہے دیکھتی نہیں کہ جب سے اس بچے کو حاصل کیا ہے کس خیرو برکت کے ساتھ رات گزری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خیر و برکت میں اضافہ کرتا رہا۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا، میں نے بھی نبی پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ سے رخصت حاصل کی، اپنی سواری کے جانور پر سوار ہوئی اور محمد ﷺ کو اپنے آگے رکھا، میں نے دیکھا کہ سواری نے تین بار خانہ کعبہ کی طرف سجدے کئے، سر آسمان کی طرف اٹھایا پھر چل پڑی۔ یہاں تک کہ تمام ہمراہیوں کی سواریوں سے سبقت لے گئی لوگ مجھے دیکھ کر تعجب کرتے۔ عورتیں پیچھے سے مجھے کہتیں ابو ذویب کی بیٹی یہ تیری وہی سواری ہے جس پر سوار ہو کر تو ہمارے ساتھ آئی تھی۔ جو کبھی تجھے پست کرتی تھی کبھی بلند؟ میں کہتی ہاں خدا کی قسم یہ وہی ہے۔ وہ اظہار تعجب کرتیں اسکی بڑی شان ہوگئی۔

فرماتی میری سواری بولتی اور میں اسکی باتوں کو سمجھتی وہ کہہ رہی تھی ہاں میری شان ہے مجھے اللہ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردیا میری کمزوری کے بعد اللہ نے مجھے موٹاپا لوٹا دیا۔

بنو سعد کی عورتو! تمہارا برا ہو تم غفلت میں پڑی ہو تمہیں معلوم ہے میری پیٹھ پر کون ہے؟ میری پیٹھ پر وہ ہے جو سارے نبیوں سے بہتر ہے۔ سارے رسولوں کا سردار اولین و آخرین سے افضل، رب العالمین کا حبیب۔ حلیمہ کہتی ہیں جیسا کہ ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا پھر ہم بنی سعد کے علاقے میں آئیں اور میرے علم میں اس زمین سے زیادہ اللہ کی

لقد بلغت بالهاشمي حليمة مقاماً علا في ذروة العز والمجد
وزادت مواشيها وأخصب ربعها وقد عم هذا السعد كل بني سعد

وجاء في كتاب الترقيص لأبي عبد الله محمد بن العلى الأزدي إن من شعر حليمة مما كانت ترقص به النبي - ﷺ - :

يارب إذا أعطيته فأبقه وأعله إلى العلا وأرقه
وادحض أباطيل العدى بحقه وزدت أنا بحقه بحقه

● ***من معجزاته - ﷺ - وهو رضيع :***

وأخرج البيهقي والخطيب وابن عساكر في تاريخيهما عن العباس بن عبد المطلب قال : قلت : يارسول الله دعاني إلى الدخول في دينك إمارة لنبوتك رأيتك في المهد تناغي القمر وتشير إليه بإصبعك فحيث أشرق إليه مال . قال : إني كنت أحدثه ويحدثني ويلهيني عن البكاء وأسمع وجيبه يسجد تحت العرش .

وفي فتح الباري عن سيرة الواقدي أنه - ﷺ - في أوائل ما ولد . وذكر ابن سبع في الخصائص أن مهده كان يتحرك بتحريك الملائكة .

● ***الغمامة تظل النبي - ﷺ - :***

وأخرج البيهقي وابن عساكر عن ابن عباس قال : كانت حليمة تحدث أنها أول ما فطمت رسول الله - ﷺ - تكلم فقال : « **الله أكبر كبيراً والحمد لله كثيراً وسبحان الله بكرة وأصيلا ، فلما ترعرع كان يخرج فينظر إلى الصبيان يلعبون فيجتنبهم** »[1]. الحديث ، وقد روى ابن سعد وأبو نعيم وابن عساكر عن ابن عباس قال : كانت حليمة لاتدعه يذهب مكانا بعيداً فغفلت عنه فخرج مع أخته الشيماء في الظهيرة إلى البهم[2] فخرجت حليمة تطلبه حتى تجده مع أخته فقالت : في هذا الحر ؟ فقالت أخته : ياأمه ما وجد أخي حرًّا رأيت غمامة تظل عليه إذا وقف وقفت ، وإذا سار سارت حتى انتهى إلى هذا الموضع[3]. الحديث .

● ***شق صدره - ﷺ - :***

قالت : فلما فصلته أي فطمته قدمنا به على أمه ونحن أحرص شيء على مكثه عندنا لما نرى من بركته فكلمنا أمه وقلنا : لو تركتيه عندنا حتى يغلظ ؛ فإنا نخشى

---

(١) أخرجه البيهقي في دلائل النبوة : (١/١٣٩ ، ١٤٠) مطولاً .
(٢) البهم : صغار الغنم .
(٣) أورده ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٧٥)

کوئی زمین قحط زدہ نہ تھی۔

پھر ہم شام کو اپنی بکریاں واپس لاتے تو وہ سیر ہوتیں اور دودھ سے بھری ہوتیں ان کو دوہا جاتا اور پیا جاتا حالانکہ اس زمانے میں کسی کو دودھ کا ایک قطرہ نہیں ملتا تھا نہ جانوروں کے تھنوں میں کچھ تھا یہاں تک کہ ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے جہاں حلیمہ کی بکریں چرتی ہیں وہاں چرایا کرو۔

پھر بھی شام کو ان کی بکریاں بھوکی واپس آتیں اور ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا۔ میری بکریاں سیر ہوکر دودھ لے آتیں۔ اللہ ان کا بھلا کرے اس برکت سے حلیمہ کے مویشی بڑھ گئے اور موٹے تازے ہوگئے۔ بی بی حلیمہ کی عزت وعظمت حضور ﷺ کی وجہ سے بڑھ گئی اور بی بی حلیمہ برابر خیرو برکت محسوس کرتیں اور خیرو برکت سے فیض یاب ہوتیں۔

''بنی ہاشمی کے ذریعہ سے حلیمہ اس مقام پر پہنچی کہ عزت وعظمت کی بلند چوٹی پر فائز ہوئی۔ اس کے مویشی بڑھ گئے اور اسکا علاقہ سرسبز وشاداب ہوگیا اور یہ برکت تمام بنی سعد کے لئے عام ہوگئی''

ابو عبداللہ محمد بن علی ازدی کی کتاب '' الترقیص'' میں یہ ہے کہ حلیمہ یہ شعر پڑھتی اور حضور ﷺ کو کھلاتیں:

''پروردگار جب تو نے یہ بچہ مجھے دیا ہے تو اس کو سلامت رکھنا اور اس کو بلند مرتبت اور ترقی عطا فرمانا۔ اور دشمنی کی باطل رسموں کو اس کے حق کے صدقہ سے مٹادئے اور میں اس میں اضافہ کرتی ہوں اس کے حق کے صدقہ ہے اس کے حق کے صدقہ سے اس کے حق کے صدقہ سے''

زمانہ شیرخوارگی میں آپ ﷺ کے معجزات

بیہقی ابن عساکر اور خطیب نے اپنی کتب میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ صلی اللہ علیک وسلم کے دین میں داخل ہونے کی دعوت آپ صلی اللہ علیک وسلم کی علامت نبوت نے مجھے دی ۔ میں نے آپ صلی اللہ

علیك وسلم کو پنگھوڑے میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیك وسلم چاند سے سرگوشیاں کررہے ہیں اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارے کررہے ہیں۔ جدھر آپ صلی اللہ علیك وسلم کا اشارہ ہوتا چاند ادھر ہی جھک جاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے روکتا تھا اور جب وہ عرش کے سامنے جاکر سجدہ کرتا تو میں اس کی آواز سنتا۔

فتح الباری میں ''سیرت واقدی'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حال ابتدائے پیدائش کا ہے ابن سعد نے ''الخصائص'' میں ذکر کیا کہ آپ ﷺ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

بادل حضور ﷺ پر سایہ فگن ہوتا

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حلیمہ سعدیہ فرمایا کرتی تھیں سب سے پہلے میں نے حضور ﷺ کو دودھ چھڑایا تو آپ ﷺ نے یہ کلام فرمایا ''اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا ہے، سب تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں، صبح وشام اللہ کی پاکی بولو، ذرا بڑے ہوئے تو باہر جاکر بچوں کو کھیلتا دیکھتے لیکن ان سے الگ تھلگ رہتے۔''

ابن سعد ابونعیم، ابن عساکر نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

''حلیمہ آپ ﷺ کو زیادہ دور نہیں جانے دیتی تھیں ایک دفعہ ان سے نظریں بچا کر دوپہر کے وقت اپنی رضائی بہن شیما کے ساتھ بکریوں کی طرف چلے گئے۔ حلیمہ تلاش میں نکلیں اور بہن کے ہمراہ پاکر بولیں اس گرمی میں؟ تو آپ کی بہن نے کہا اماں میرے بھائی کو گرمی نہیں لگتی میں نے آپ ﷺ کے سر پر بادل کو سایہ کرتے دیکھا ہے جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا آپ ﷺ چلتے تو وہ چل پڑتا یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گئے۔

''سینہ اقدس چاک ہوا''

فرمایا جب دودھ چھڑانے کے بعد میں آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے کر آئی حالانکہ ہماری خواہش تھی کہ آپ ﷺ ہمارے پاس ہی رہیں کیونکہ ہم آپ ﷺ کی برکت دیکھتے تھے۔

عليه وباء مكة ولم نزل به حتى رددته معنا ، فرجعنا به ، فوالله إنه لبعد مقدمنا بشهرين أو ثلاثة مع أخيه من الرضاعة لفي بُهْم لنا خلف بيوتنا جاء أخوه ينشد فقال : ذاك أخي القرشي قد جاءه رجلان عليهما ثياب بيض فأضجعاه وشقا بطنه ، فخرجت أنا وأبوه ننشد نحوه فنجده قائما مُنْتَقعًا لونه فاعتنقه أبوه وقال : يابني ماشأنك ؟ قال : جاءني رجلان عليهما ثياب بيض ، فأضجعاني فشقا بطني ، ثم استخرجا منه شيئا فطرحاه ، ثم رداه كما كان ، فرجعنا به معنا . قال أبوه : ياحليمة لقد خشيت أن يكون ابني أصيب فانطلقي رديه إلى أهله قبل أن يظهر به ما نتخوف . قالت حليمة : فاحتملناه حتى قدمنا به إلى أمه فقالت : ماردكما به فقد كنتما حريصين عليه . قلنا : نخشى الإتلاف والأحداث . فقال : ماذاك بكما فاصدقاني بشأنكما فلم تدعنا حتى أخبرنا خبره ، قالت : أخشيتما عليه الشيطان ؟ فلا والله ماللشيطان عليه سبيل ، وإنه لكائن لابني هذا شأن فدعاه عنكما[1]

هذا وقد وقع شق صدره الشريف مرة أخرى مجيء جبريل له بالوحي في غار حراء ، ومرة أخرى ليلة الإسراء

● **وفاة أمه - ﷺ - :**

ولما بلغ - ﷺ - أربع سنين ، وقيل خمس سنين ، وقيل ست ، وقيل تسع ، وقيل اثنتي عشرة سنة وشهرًا وعشرة أيام ماتت أمه بالأبواء ، وهو موضع بين مكة والمدينة ، وقيل بشعب بالجحون ، وفي القاموس و« **دار نابغة** » بمكة فيه مدفن أم النبي - ﷺ - ، وقد أخرج ابن سعد عن ابن عباس وعن الزهري وعن عاصم بن عمر بن قتادة دخل حديث بعضهم في بعض قالوا : لما بلغ رسول الله - ﷺ - ست سنين خرجت به أمه إلى أخواله بني عدي بن النجار بالمدينة شهراً فكان - ﷺ - يذكر أموراً كانت في مقامه ذلك ونظر إلى الدار فقال : هٰهنا نزلت بي أمي ، وأحسنتُ العوم في بئر بني عدي بن النجار وكان قوم من اليهود يختلفون ينظرون إلي . قالت : أم أيمن فسمعت أحدهم يقول : هو نبي هذه الأمة ، وهذه دار هجرته ، فوعيت ذلك كله من كلامهم ، ثم رجعت به أمه إلى مكة فلما كانت بالأبواء توفيت[2].

(١) أخرجه أبو نعيم في الدلائل (١/١٥٦ ، ١٥٧) وذكره ابن كثير في البداية والنهاية (٢/٢٧٤ ، ٢٧٥)

(٢) أخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (١/١١٦) ، والبيهقي في دلائل النبوة (١/١٨٨) ، وابن كثير في البداية (٢/٢٧٩) ، وأبو نعيم في دلائل النبوة (٩٩) .

چنانچہ ہم نے آپ ﷺ کی والدہ سے بات کی اور کہا کہ اگر آپ ﷺ ان کو جوانی تک ہمارے پاس رہنے دیں تو کیا اچھا ہو۔

مکہ میں وبائیں عام ہوتی ہیں۔ ہمیں ان کا ڈر محسوس ہوتا ہے ہم برابر یہ تقاضہ کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ہمارے ہمراہ بھیج دیا سو ہم آپ ﷺ کو لے کر اپنے قبیلے میں لوٹ آئے۔

بخدا! ہمارے واپس آنے کے دو تین مہینے کے بعد اپنے دودھ شریک بھائی کے ہمراہ بکریوں کے ساتھ ہمارے مکانوں کے پیچھے تھے کہ آپ ﷺ کا دودھ شریک بھائی چیختا چلاتا آیا اور کہا کہ میرے قرشی بھائی کے پاس سفید لباس میں دو آدمی آئے ہیں انہوں نے اس کو زمین پر گرایا اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ یہ سن کر میں اور اسکا باپ اس طرف چل پڑے دیکھا تو آپ ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں کھڑے تھے۔ رنگ فق تھا باپ (رضاعی) نے سینے سے لگایا اور پوچھا بیٹا کیا بات ہے؟ فرمایا: میرے پاس سفید لباس میں دو آدمی آئے اور انہوں نے میرا پیٹ چاک کیا اور کوئی شئے نکال کر پھینکی اور پھر اس مقام پر رکھ دیا ہم آپ ﷺ کو لے کر واپس آ گئے۔ آپ ﷺ کے (رضاعی) والد نے کہا حلیمہ مجھے ڈر ہے کہ میرے بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو ان کو انکے گھر والوں کی طرف واپس لے جا کوئی ایسا منظر سامنے نہ آ جائے جس سے ہمیں ڈر لگتا ہے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم آپ ﷺ کو لے کر مکہ معظمہ میں آ گئے۔ وہ بولیں تمہیں تو اس بچے کی بہت حرص تھی واپس کیوں لے آئے؟ حلیمہ نے فرمایا: ہمیں ان کے ضائع ہونے یا کسی حادثہ سے دوچار ہونے کا ڈر ہے۔ انہوں نے پوچھا ہمیں سچ سچ بتلاؤ اصل معاملہ کیا ہے؟ مجبوراً ہم نے ساری بات بتادی تو والدہ محترمہ نے کہا کہ تمہیں یہ ڈر ہے کہ شیطان اس کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا بخدا شیطان کا اس پر کوئی داؤ نہیں چل سکتا بے شک میرے بیٹے کی شان ہی نرالی ہے۔ آپ اسے چھوڑ جائیں۔

علاوہ ازیں آپ ﷺ کا سینہ مبارک غارِ حراء میں اور تیسری بار معراج کی رات میں شق ہوا۔

وقد جزم الحافظ جلال الدين السيوطي بأن أبويه - ﷺ - ناجيان والجمهور على خلافه وقد بينته في رسالة مستقلة وقد كانت « أم أيمن » بركة دايته وحاضنته بعد موت أمه وكان عليه السلام يقول لها : **أنت أمي بعد أمي** .

● وفاة جده عبد المطلب :

ومات جده عبد المطلب كافله[1]، وله ثمان سنين ، وقيل تسع ، وقيل عشر وقيل ست ، ولجده عشر ومائة سنة ، وقيل مائة وأربعون سنة وكفله أبو طالب واسمه عبد مناف ، وكان عبد المطلب قد أوصاه بذلك لكونه شقيق عبد الله .

● خروج رسول الله إلى الشام :

ولما بلغ رسول الله - ﷺ - اثنتي عشرة سنة خرج مع عمه أبي طالب إلى الشام حتى بلغ بصرى فرآه « **بحيرا الراهب** » واسمه « **جرجيس** » فعرفه بصفته فقال وهو آخذ بيده : هذا سيد العالمين هذا يبعثه الله رحمة للعالمين فقيل له وما علمك بذلك ؟ فقال : إنكم حين أشرفتم به من العقبة فلم يبق شجر ولا حجر إلا خر ساجداً ولا يسجد إلا لنبي ، وإني أعرفه بخاتم النبوة في أسفل من غضروف كتفه مثل التفاحة وإنا نجده في كتبنا ، وسأل أبا طالب أن يرده خوفا عليه من اليهود[2]. الحديث رواه ابن أبي شيبة وفيه أن - ﷺ - أقبل وعليه غمامة تظله ولله در القائل :

إن قالوا يوما ظللته غمامة ... هي في الحقيقة تحت الظل القائل

وأخرج ابن منده بسند ضعيف عن ابن عباس أن أبا بكر الصديق - رضي الله عنه - صحب النبي - ﷺ - وهو ابن ثمان عشرة ، والنبي - ﷺ - ابن عشرين سنة ، وهم يريدون الشام في تجارة حتى نزلا منزلا فيه سدرة فقعد في ظلها ، ومضى أبوبكر إلى راهب يقال له « **بحيرا** » سأله عن شيء ، فقال له : من الرجل الذي في ظل الشجرة ؟ قال : محمد بن عبد الله بن عبد المطلب ، قال : هذا والله

---

(١) قال ابن كثير : والمقصود أن عبد المطلب مات على ما كان عليه من دين الجاهلية خلافا لفرقة الشيعة فيه وفي ابنه أبي طالب ولما حضرت عبد المطلب الوفاة أوصى أبا طالب بحفظ رسول الله - ﷺ - ، ثم مات عبد المطلب ودفن بالحجون .

(٢) أخرجه الترمذي في سننه ، حديث رقم (٣٦٢٤) وحسنه ، أبو نعيم في الدلائل ، حديث (١٠٩) ، وابن كثير (٢٨٣/٢) في البداية .

''حضور ﷺ کی والدہ محترمہ کی وفات

جب حضور ﷺ چار سال کے، ایک روایت میں پانچ، ایک میں چھ، ایک میں سات اور ایک روایت میں بارہ سال ایک مہینہ دس دن کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کا ابواء شریف کے مقام پر انتقال ہوا۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے کچھ نے کہا کہ حجون کی ایک گھاٹی میں ہوا۔ القاموس میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں '' دارِ نابغہ میں حضور ﷺ کی والدہ محترمہ کا مدفن ہے۔

ابن سعد نے ابن عباس اور زہری نے عاصم سے یہ روایت نقل کی کہ حضور ﷺ جب چھ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے ننھال ''بنی عدی بن نجار'' کے ہاں مدینہ منورہ میں ایک مہینہ کے لئے لے گئیں۔ حضور ﷺ اس جگہ کی بہت ساری باتیں یاد فرمایا کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے اس مکان کے بارے میں فرمایا تھا یہاں میری ماں مجھے لے کر آئی تھی اور بنی عدی بن نجار کے کنویں میں میں بہترین تیرا کی کرتا تھا۔ یہودی لوگ آ کر مجھے دیکھتے۔ ام ایمن نے فرمایا کہ میں نے ایک یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہے اور یہ (مدینہ منورہ) اس کا دارِ ہجرت ہے میں نے اس کی ساری باتیں یاد رکھیں۔ آپ ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ کی طرف لوٹ آئیں اور راستے میں مقامِ ابواء کے مقام پر فوت ہوگئیں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے آپ ﷺ کے والدین کے جنتی ہونے کا یقین ظاہر کیا ہے گو جمہور اس کے خلاف ہیں میں نے یہ ساری گفتگو ایک مستقل رسالے میں تحریر کی ہے۔

ام ایمن برکتہ آپ ﷺ کی دائیہ بھی تھیں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پرورش کرنے والی بھی تھیں حضور ﷺ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ ''میری ماں کے بعد آپ میری ماں ہیں۔''

آپکے دادا جان حضرت عبدالمطلب کی وفات

آپ ﷺ کی پرورش کرنے والے دادا جان عبدالمطلب فوت ہوئے تو آپ ﷺ کی

نبى ما استظل تحتها بعد عيسى عليه السلام إلا محمد - ﷺ - ، ووقع فى قلب أبى بكر الصديق ، فلما بعث النبى - ﷺ - اتبعه[١].

قال الحافظ العسقلانى فى الإصابة : إن صحت هذه القصة فهى سفرة أخرى بعد سفرة أبى طالب

● **زواجه - ﷺ - بخديجة :**

ثم خرج - ﷺ - ومعه ميسرة غلام خديجة ابنة خويلد بن أسد فى تجارة لها حتى بلغ سوق بصرى وله إذ ذاك خمس وعشرون سنة فنزل تحت شجرة نسطور الراهب - ما نزل تحت ظل هذه الشجرة إلا نبى - وفى رواية بعد عيسى . وكان ميسرة يرى فى الهاجرة ملكين يظلانه من الشمس ، ولما رجعوا إلى مكة فى ساعة الظهيرة ، وخديجة فى عليّة لها فرأت رسول الله - ﷺ - على بعيره وملكان يظلان عليه[٢]. رواه أبو نعيم . وتزوج - ﷺ - خديجة[٣] بعد ذلك بشهرين وخمسة وعشرين يوما ، وقيل كان سنة إحدى وعشرين سنة ، وقيل ثلاثين وكانت تدعى فى الجاهلية بالطاهرة ، وكانت تحت « **أبى هالة بن زرارة التميمى** » فولدت له « **هندا** » و« **هالة** » وهما ذكران ، ثم تزوجها عتيق بن عابد المخزومى فولدت له « **هندا** » وكان لها حين تزوجها بالنبى - ﷺ - من العمر أربعون سنة ، وكانت عرضت نفسها عليه فذكر ذلك لأعمامه ، فخرج معه منهم حمزة حتى دخل على خويلد بن أسد فخطبها إليه فتزوجها - ﷺ - وأصدقها عشرين بقرة ، وحضر أبو بكر ورؤساء مضر فخطب أبوطالب فقال : الحمد لله الذى جعلنا من ذرية إبراهيم وزرع إسماعيل وضئضئ[٤] معد وعنصر مضر ، وجعلنا حضنة بيته وسواس حرمه ، وجعل لنا بيتا محجوجا ، وحرمًا آمناً ، وجعلنا الحكام على الناس ، ثم إن ابن أخى هذا محمد بن عبد الله لا يوزن برجل إلا رجح به ، فإن كان فى

---

(١) لم أجد هذه القصة .

(٢) أخرجه أبو نعيم فى دلائل النبوة ، حديث (١١٠) ، وأخرجه ابن سعد (١٢٩/١) فى الطبقات الكبرى .

(٣) كانت السيدة خديجة بنت خويلد بن أسد امرأة حازمة ، جلدة ، شريفة ، مع ما أراد الله بها من الكرامة والخير ، وهى من أعظم قريش نسباً وأعظمهم شرفا ، وأكثرهم مالاً وكل قومها كان حريصاً على نكاحها ، ولكنها رضت بمحمد - ﷺ - زوجا لأمانته وصدقه

(٤) الضئضئ : والضئضئ هو الأصل الذى يخرج منه الكائن الحى ، ومنه حديث عمر « أعطيت ناقة فى سبيل الله فأردت أن اشترى من نسلها أو قال : من ضئضئها . والمراد خرج من معد الذى هو أصلها »

عمر آٹھ سال تھی، کچھ نے کہا نو سال، کچھ نے کہا سات سال آپ کے دادا کی عمر ۱۱۰ سال تھی ایک قول کے مطابق ۱۴۰ سال ہے پھر آپ ﷺ کی پرورش آپ ﷺ کے چچا نے کی جن کا نام عبدمناف تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے ہی ان کو یہ وصیت فرمائی تھی کیونکہ وہ حضرت عبداللہ کے بھائی تھے۔

حضور ﷺ کا ملک شام کی طرف جانا

جب حضور ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال ہوئی تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے جب آپ ﷺ ''بصری'' پہنچے تو بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو دیکھا جس کا نام ''جرجیس'' تھا اس نے آپ ﷺ کی صفت سے آپ ﷺ کو پہچان لیا۔ آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر بولا یہ سید العالمین ہے۔ اللہ ان کو رحمۃ العالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

پوچھا گیا آپ کو اس کا کیسے علم ہوا! بولا جب تم اس گھاٹی سے نمودار ہوئے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ ریز نہ ہوا ہو اور نبی کے علاوہ یہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ میں ان کو مہر نبوت سے پہچان لوں گا جوان کے شانوں کے درمیان سیب کی طرح ہے اور ہم ان کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ بحیرہ نے ابو طالب سے درخواست کی کہ ان کو واپس لے جائیں خطرہ ہے کہ یہود کو پتا چل گیا تو آپ ﷺ کو قتل کر دیں گے۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ وہاں تشریف لائے تو بادل کا ایک ٹکڑا حضور ﷺ سایہ کناں تھا کسی نے خوب کہا ہے۔

''لوگوں نے کہا کہ دن کے وقت بادل نے آپ ﷺ پر سایہ کیا اور حقیقت میں بادل آپ ﷺ کے زیر سایہ آرام کرتا تھا''

ابن مندہ نے ضعیف سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ کی عمر اس وقت بیس سال تھی۔ یہ تمام لوگ ملک شام کی طرف تجارت کی خاطر جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ بیری کے درخت کے سائے کے نیچے اترے۔ ابو بکر بحیرہ نامی راہب کے پاس گئے اس

سے کوئی بات پوچھی بحیرہ نے کہا کہ اس درخت کے نیچے ٹھہرنے والے کون ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب'' راہب نے کہا خدا کی قسم یہ نبی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس درخت کے نیچے محمد ﷺ کے سواء کوئی نہیں بیٹھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور آپ ﷺ کی بعثت کی بعد آپ ﷺ کے پیروکار ہو گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''الاصابہ'' میں فرمایا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ کوئی اور سفر تھا۔

حضور ﷺ کی حضرت سیدہ خدیجہ سے شادی

پھر حضور ﷺ سیدہ خدیجہ بنت خویلد کی تجارت کے سلسلہ میں ملک شام تشریف لے گئے۔ اس سفر میں سیدہ خدیجہ کے غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ بصری کے بازار میں پہنچے تو اس وقت آپکی عمر ۲۵ سال تھی وہاں آپ ﷺ نسطور راہب کے درخت کے نیچے ٹھہرے اور اس درخت کے نیچے بھی نبی کے سوا کوئی نہیں ٹھہرا تھا۔ ایک روایت میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہیں ٹھہرا۔

نسطور یہ عمل دیکھتا رہا کہ دوپہر کے وقت دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کرتے جب واپس مکہ گئے تو خدیجہ نے اپنے بالا خانے میں کھڑے ہوکر حضور ﷺ کو اپنے اونٹ پر بیٹھے دوپہر کے وقت تشریف لاتے دیکھا تو دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ فگن تھے۔ ان کو ابو نعیم نے روایت کیا۔

اس کے دو مہینے اور پچیس دن کے بعد حضور ﷺ نے سیدہ خدیجہ سے شادی کی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر ۲۱ سال تھی۔ کچھ کہتے ہیں کہ تیس سال تھی۔

زمانہ جاہلیت میں بی بی خدیجہ کا لقب ''طاہرہ'' تھا ان کی پہلی شادی ''ابو ھالہ بن زرارہ تیمیی'' سے ہوئی اس سے آپ کے دو بیٹے ''ہندا اور ھالہ'' پیدا ہوئے ان کی وفات کے بعد ''عتیق بن عابد مخزومی'' سے آپ کا نکاح ہوا اور ایک اور بیٹا ہندا نامی پیدا ہوا۔ حضور ﷺ سے نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ بی بی خدیجہ نے خود اپنے

ـال قُلّ فإن المال ظل زائل وأمر حائل ، ومحمد من قد عرفتم قرابته ؛ وقد خطب خديجة بنت خويلد ، وبذل لها من الصداق ما آجله وعاجله من مالى كذا ، وهو والله بعد هذا له بناء عظيم وخطر جليل فزوجها[١]

● مشاركته - ﷺ - فى بناء الكعبة :

ولما بلغ - ﷺ - خمسا وثلاثين سنة خافت قريش أن تهدم الكعبة من السيول ، فأمروا بأقوم مولى سعد بن العاص بأن يبنى الكعبة المعظمة ، وحضر - ﷺ - وكان ينقل معهم الحجارة ، وكانوا يضعون أُزُرَهم[٢] على عواتقهم ويحملون الحجارة ففعل ذلك رسول الله - ﷺ - فلُبط به أى سقط من قيام ، ونودى عورتك فكان ذلك أول ما نودى ، فقال له أبو طالب أو العباس : يابن أخى أجعل إزارك على رأسك فقال : ما أصابنى ما أصابنى إلا فى التعرى[٣].

● بدء الوحي عليه - ﷺ - :

ولما بلغ - ﷺ - أربعين سنة ، وقيل وأربعين يوما ، وقيل وعشرة أيام ، وقيل وشهرين يوم الإثنين لسبع عشرة خلت من شهر رمضان وقيل لسبع بقين ، وقيل لأربع وعشرين ليلة وقال ابن عبد البر يوم الإثنين لثمان من ربيع الأول سنة إحدى وأربعين من الفيل بعثه الله رحمة للعالمين ورسولاً إلى كافة الثقلين أجمعين .

وأخرج ابن جرير وابن المنذر وغيرهما عن قتادة فى قوله : ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ ﴾[٤] قال : جعله الله من أنفسكم فلا تحسدوه على ما أعطاه الله من النبوة والكرامة[٥]: ﴿ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ هو منهم حريص على ضالهم أن يهديه الله[٦]. وأخرج ابن أبى حاتم وأبو الشيخ عن ابن عباس فى قوله : ﴿ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ قال : شديد عليه ما شق عليكم حريص عليكم أن يؤمن كفارُكم[٧]

---

(١) أخرج ابن سعد قصة زواج الرسول - ﷺ - بخديجة فى الطبقات الكبرى (١/١٣١ - ١٣٣) ، والبداية والنهاية (٢/٢٩٣ ، ٢٩٤) .

(٢) الإزار : ثوب يُحيط بالنصف الأسفل من البدن ، الجمع أزر ، وآزرة .

(٣) أخرجه ابن سعد فى الطبقات الكبرى (١/١٤٥) .

(٤) التوبة : ١٢٨

(٥) أخرجه ابن جرير الطبرى فى تفسيره (١١/٥٦) ، وانظر : الدر المنثور (٣/٢٩٦) .

(٦) أخرجه ابن جرير فى تفسيره (١١/٥٦) ، وابن المنذر وابن أبى حاتم وأبو الشيخ ، كما فى الدر المنثور للسيوطى (٣/٢٩٦) .

(٧) أخرجه ابن أبى حاتم وأبو الشيخ ، كما فى الدر المنثور للسيوطى (٣/٢٨٦) .

آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ شادی کے لئے پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا، حضور ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے چچا حمزہ بی بی خدیجہ کے والد خویلد بن اسد کے پاس رشتہ مانگنے گئے اور حضور ﷺ کی ان سے شادی کردی اور بیس گائیں حق مہر میں دیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور قبیلہ مضر کے شرفاء اس شادی میں موجود تھے۔ ابو طالب نے یوں خطبہ پڑھا۔

"سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہم کو ابراہیم کی اولاد میں سے بنایا۔ اسماعیل کی کھیتی سے اگایا، معد کی نسل سے پیدا کیا، اور مضر کی اصل سے کیا۔ ہمیں اپنے گھر کا محافظ بنایااور اپنے حرم کا خادم۔ ہمیں ایسا گھر عطا کیا جس کا حج ہوتا ہے اور ایسا حرم دیا جس کی عبادت ہوتی ہے۔ ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا۔ ازاں بعد میرا یہ بھتیجا محمد بن عبداللہ جس مرد کے ساتھ تلے گا بھاری نکلے گا اگرچہ اس کے پاس

مال کم ہے لیکن مال تو ختم ہونے والا سایہ ہے اور ایک عارضی چیز ہے اور محمد کی قرابت کو تم جانتے ہوں انھوں نے خدیجہ سے رشتہ کیا، حق مہر ادا کیا کچھ فوری اور کچھ میعادی۔ بخدا یہ ایک بہت بڑا رشتہ ہے اور عظیم واقعہ ہے" یوں حضور ﷺ کی سیدہ خدیجہ سے شادی ہوگئی۔

تعمیر کعبہ میں حضور ﷺ کی شرکت

جب حضور ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی تو قریش کو سیلابوں کی وجہ سے خانہ کعبہ کے منہدم ہوجانے کی فکر دامن گیر ہوئی سو انہوں نے سعد بن العاص کے غلام "اقوم" کو کعبہ معظمہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ حضور ﷺ بھی اس تعمیر میں شامل تھے لوگوں کے ہمراہ پتھر لاتے۔ لوگ اپنی چادریں کندھوں پر رکھ کر پتھر اٹھاتے۔ حضور ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا لیکن آپ ﷺ اسی وقت گر گئے اور آواز آئی اپنے ستر کی فکر کرو یہ پہلی غیبی ندا تھی۔ ابو طالب یا عباس نے کہا بھتیجے چادر سر پر رکھیں فرمایا مجھے برہنہ ہونے کی صورت میں تکلیف ہوتی ہے۔

حضور ﷺ پر وحی کی ابتداء

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۴۰ سال کو پہنچی ، ایک قول کے مطابق چالیس سال چالیس

خلاصة

والحاصل أنه ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ﴾ أى شاق عليه صعب لديه عنتكم وتعبكم ، ولذا رفع ببركته الخطأ والنسيان والإكراه عنكم ، ووضع عنكم الاحمال والأغلال التى كانت على الأمم الماضية حيث أتى - ﷺ - بالملة الحنيفية السمحاء والطريقة المرضية النوراء . ويحتمل أن يكون ﴿عَزِيزٌ﴾ منفصل عما قبله ، متصل بما سبق له ، فهو صفة لرسول أى هو عزيز الوجود ، وكامل الجود ، وبديع الجمال ، عديم المثال أو عزيز مكرم لدينا ، فأعزوه واكرموه ، وانصروه ، وعظموه ، ويؤيده القراءة الشاذة بالزايين فى قوله : ﴿لِتُؤْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّزُوهُ﴾[١] أو معناه غالب على جميع المرسلين لكونه خاتم النبيين ، أو لكون دينه غالبا على جميع الأديان شاملاً لكل زمان ومكان ، وهو منتقم من أعدائه كما هو رحيم بأحبابه عليه ، ﴿مَاعَنِتُّمْ﴾ أى ضرر عليه ضرركم وشاق عليه محنكم ؛ لكونه رحمة للعالمين ورأفة للمؤمنين ﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُم﴾ أى على إيمانكم وإيقانكم وإحسانكم بالمؤمنين أى على الخصوص رءوف رحيم فى غاية من الرأفة والشفقة ونهاية من اللطافة والرحمة ، فقد أخرج ابن أبى حاتم عن عكرمة قال : قال رسول الله - ﷺ - : « **جاء جبريل فقال : يامحمد إن ربك يقرئك السلام وهذا ملك الجبال قد أرسله الله إليك وأمره أن لا يفعل شيئا إلا بأمرك [فقال له ملك الجبال إن الله أمرنى لا أفعل شيئا إلا بأمرك] إن شئت هدمت عليهم الجبال وإن شئت رميتهم بالحصباء ، وإن شئت خسفت بهم الأرض ، قال : ياملك الجبال فإنى آتى بهم لعله أن يخرج منهم ذرية يقولوا : لا إله إلا الله ، فقال ملك الجبال : أنت كما سماك ربك رءوف** رحيم »[٢]. وأخرج ابن مردويه عن أبى صالح الحنفى قال : قال عبد الله : قال رسول الله - ﷺ - : « **إن الله رحيم ولا يضع رحمته إلا على رحيم .** » قلنا : يارسول الله كلنا نرحم أموالنا وأولادنا ، قال : « **ليس بذلك ولكن كما قال الله : ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾**[٣] »[٤] وفى الحديث إشارة إلى أن الرحمة ينبغى أن تكون عامة

(١) الفتح : ٩ .
(٢) أخرجه ابن أبى حاتم عن عكرمة ، كما فى الدر المنثور (٣/٢٩٦ ، ٢٩٧)
(٣) التوبة : ١٢٨ .
(٤) أخرجه ابن سعد كما فى الدر المنثور (٣/٢٩٧) .

دن، ایک قول کے مطابق چالیس سال دس دن، ایک قول کے مطابق چالیس سال دو مہینے پیر کے دن سترہ رمضان المبارک کو، کچھ کہتے ہیں کہ تیئس رمضان المبارک، اور ایک روایت میں چوبیس رمضان المبارک ہے، کو آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

ابن عبدالبر نے کہا پیر کا دن آٹھ ربیع الاول، واقعہ فیل کے ۴۱ سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین اور دونوں جہانوں کے لئے رسول بنا کر مبعوث کیا۔

ابن جریر، ابن منذر وغیرہما نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کا یہ فرمان: (لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ) کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے نبی کو رسول بنایا سو اللہ نے جو آپ ﷺ کو نبوت اور عزت بخشی ہے اس پر حسد نہ کرو۔

عزیز علیه ماعنتم یعنی آپ ﷺ کو اس بات کی حرص ہے کہ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کو ہدایت دے دے ابن ابی حاتم اور ابو شیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "عزیز علیه ماعنتم" کا مطلب ہے کہ جو چیز تمہیں تکلیف دے وہ میرے نبی کو بھی بہت تکلیف دیتی ہے اور ان کو اس بات کی حرص ہے کہ سارے کفار مسلمان ہو جائیں۔

خلاصہ

حاصل یہ ہے کہ عزیز علیه ماعنتم کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری تکلیف و مصیبت آپ ﷺ پر بہت ناگوار ہے اسی لئے آپ ﷺ کی برکت سے خطا، نسیان اور جبر اس امت سے معاف کر دیے گئے اور تم سے بوجھ اور طوق جو پہلی امتوں پر تھے اٹھا لئے گئے اور حضور ﷺ سیدھا سادہ اور آسان پسندیدہ اور نورانی دین لائے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ "عزیز" ماقبل سے الگ ہو اور اس سے پہلی عبارت سے متصل ہو اور یہ بھی حضور ﷺ کی صفت ہے کہ حضور ﷺ کا وجود نادر ہے سراسر جود و عطاء ہے۔ حسن و جمال لازوال ہے آپ ﷺ کی کوئی مثال نہیں۔ آپ ﷺ ہمارے لئے معزز ہیں، تم لوگ بھی حضور ﷺ کی عزت، تکریم اور مدد کرو اور آپ ﷺ کی عظمت کو تسلیم کرو۔

"تاکہ (اے لوگو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی (ان کے دین کی) مدد کرو اور ان کی (دل سے) تعظیم کرو۔" (القرآن، الفتح، ۴۸: ۹)

یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ سارے رسولوں پر غالب ہیں اور آپ ﷺ آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ کا دین تمام ادیان پر غالب ہے جیسے آپ ﷺ اپنے دوستوں پر رحیم ہیں اسی طرح دشمنوں سے انتقام لینے والے بھی ہیں۔

(ما عنتم) کا معنی ہے کہ تمہاری تکلیف اور ضرر حضور ﷺ پر شاق ہے کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔

"حریص علیکم" وہ تمہارے ایمان، تمہارے ایقان کے حریص ہیں اور اہل ایمان پر اعلیٰ درجے کے رفیق اور مہربان ہیں۔

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے یہ روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جبرائیل نے آکر کہا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا ہے۔ یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے اور اس کو اللہ نے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے، کہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے۔ فرشتے نے کہا اللہ نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اگر آپ ﷺ چاہیے تو ان پر پتھروں کی بارش کردوں اگر آپ ﷺ چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسادوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پہاڑوں کے فرشتے! میں تو ان کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ شاید ان میں کوئی لا الہ الااللہ کہنے والا پیدا ہوجائے۔ پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کیا آپ ﷺ تو ویسے ہی رحیم ہیں جیسا کہ اللہ نے آپ ﷺ کا نام رؤف و رحیم رکھا ہے۔

ابن مردویہ نے ابن صالح سلفی سے یہ روایت نقل کی ہے: عبداللہ نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ رحیم ہے اور وہ رحمت اسی کو عطا کرتا ہے جو رحیم ہو۔ ہم نے عرض کیا ہم تو سارے اپنے مالوں اور اولاد پر رحم کرنے والے ہیں۔ فرمایا: یہ بات نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔" (القرآن، التوبہ، ۹: ۱۲۸)

اور حدیث پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رحمت عام اور خاص ہو

وخاصة كما قال فى الحديث الصحيح : « **لا يُؤْمِنُ أحدُكُمْ حتى يُحِبَّ لأَخِيهِ ما يُحِبُّ لِنَفْسِهِ** »[١] وفى الصحيح أيضا : « **الراحمون يرحمهم الرحمن ، ارحموا من فى الأرض يرحمكم من فى السماء** »[٢] ﴿ **فَإِن تَوَلَّوْا** ﴾ أى أعرضوا يعني الكفار عن الإيمان بك أو جميع الخلق عنك وعن متابعتك ، فقل : ﴿ **حَسْبِىَ اللهُ** ﴾ أى كاف فى جميع أمورى ﴿ **لا إله إلاَّ هُوَ** ﴾ أى ليس رب سواه فلا يُعبد إلا إياه ﴿ **عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ** ﴾ أى اعتمدت وإليه استندت ﴿ **وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ** ﴾[٣] بالجر على أنه صفة العرش ، وقرىء بالرفع على أنه صفة الرب أى الهيكل الجسيم المحيط بجميع المخلوقات ، وقد ورد أن الأرضين السبع فى جنب سماء الدنيا كحلقة فى فلاة ، ومع هذا روى فى الحديث القدسى : « **لم يسعنى أرضي ولا سمائى ولكن وسعنى قلب عبدى المؤمن** »[٤] وأخرج أبو داود عن أبى الدرداء موقوفا وابن السنى عنه مرفوعا : « **من قال حين يصبح وحين يمسى : حسبى الله لا إله إلا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم ، سبع مرات كفاه الله ما أهمه من أمر الدنيا والآخرة** »[٥].

وأخرج ابن أبى شيبة وغير واحد عن ابن عباس عن أبى بن كعب قال : آخر آية نزلت على النبى - ﷺ - : ﴿ **لَقَدْ جَاءَكُمْ رسولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ** ﴾ إلى آخر السورة[٦]، وفى رواية أبى : فهذا آخر مانزل من القرآن فختم الأمر بما فتح به وهو لا إله إلا الله يقول الله : ﴿ **وما أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إلاَّ نُوحِى إلَيْهِ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إلاَّ أَنَا فَاعْبُدُونِ** ﴾[٧].

---

(١) أخرجه البخارى فى صحيحه، كتاب الإيمان ، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه ، حديث (١٣) ، ومسلم فى صحيحه ، كتاب الإيمان حديث (٧١ ، ٧٢) . والنسائى فى سننه (٨/ ١١٥ ، ١٢٥) ، والترمذى فى سننه ، كتاب صفة القيامة ، (٩/٣١٩) وقال : صحيح ، وابن ماجه فى سننه . المقدمة ، حديث (٦٦) ، والدارمى فى سننه ، كتاب الرقائق . باب لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه (٢/٣٠٧) ، وأحمد فى المسند (١/٨٩) و(٣/١٧٦) .

(٥) أخرجه أبو داود فى سننه ، كتاب الأدب . باب فى الرحمة . حديث (٤٩٤١) . والترمذى فى سننه ، كتاب البر والصلة ، (٨/١١١) وقال : حسن صحيح .

(٣) آخر سورة التوبة .

(٤) أورده الغزالى فى الإحياء (٣/١٤) وقال العراقى : لم أر له أصلاً .

(٥) أخرجه ابن السنى وابن عساكر عن أبى الدرداء كما فى كنز العمال للهندى (٣٥٨٨) .

(٦) أخرجه ابن أبى شيبة وابن راهويه وابن منيع وابن المنذر وأبو الشيخ وابن مردويه ، انظر : الدر المنثور للسيوطى (٣/٢٩٥) .

(٧) الأنبياء : ٢٥ .

جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ''تم میں سے کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرے۔''

صحیح حدیث میں یہ بھی آتا ہے: ''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''

(فان تولوا) کافر اگر آپ ﷺ پر ایمان لانے سے یا ساری مخلوق آپ ﷺ کی پیروی سے منہ موڑے تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ مجھے سارے معاملات میں اللہ ہی کافی ہے۔

(لا اله الا الله) اس کے سواء کوئی رب نہیں لہذا اس کی عبادت کی جائے گی (علیه توکلت) اسی پر میرا بھروسہ ہے، (وھو رب العرش العظیم) اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

العظیم مجرور ہونے کی صورت میں عرش کی صفت اور مرفوع ہونے کی صورت میں رب کی صفت ہوسکتا ہے۔ یعنی کہ وہ بہت بڑی ذات ہے ساری مخلوق اس کے گھیرے میں ہے یہ بھی آیا ہے کہ سات زمینیں آسمان کے پہلو میں ایسی ہیں جیسے جنگل میں ایک حلقہ، اس کے باوجود حدیث قدسی میں آتا ہے کہ میں زمین اور آسمان کے اندر سما نہیں سکتا لیکن میں اپنے مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔

حضرت ابو درداء ﷺ سے موقوف اور ابن سنی سے مرفوع روایت ہے کہ جو آدمی صبح اور شام سات دفعہ یہ پڑھے 'حسبی الله لا اله الا هو علیه توکلت وهو رب العرش العظیم' اس کا یہ سات بار پڑھنا اس کو تمام دنیا اور آخرت کے رنج والم سے نجات دلا دے گا۔

ابن ابي شیبہ اور دیگر محدثین نے ابن عباس اور ابي بن کعب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آخری آیت جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی یہ ہے: لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

حضرت اُبی کی روایت میں ہے کہ یہ آیت قرآن کے آخری حصہ میں نازل ہوئی تو اللہ نے بات اسی حقیقت پر ختم کی جس سے ابتداء کی اور وہ ہے لا اله الا الله، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری (ہی) عبادت کیا کرو۔'' (القرآن، الانبیاء: ۲۵)

فلنختم بما ختم الله تعالى به نزول كلامه المبين على خاتم النبيين رجاء أن يختم لنا بالخاتمة الحسنى وأن يبلغنا المقام الأسنى فضلا من الله وتوفيقاً مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا وذلك الفضل من الله وكفى بالله عليما والحمد لله أولاً وآخرًا ظاهرًا وباطناً وتحديثا وقديما – وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليماً وزاده تكريما وتشريفاً وتعظيماً – آمين.

پس ہم ختم کرتے ہیں اس پر جہاں اللہ نے اپنے کلام کا نزول اپنے رسول پر ختم کیا اس امید کے ساتھ کے ہمارا خاتمہ اچھا ہو اور ہمیں بلند مقام تک پہنچائے۔ اللہ کے فضل سے اور ان لوگوں کی موافقت میں جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا۔ان میں انبیاء ہیں صدیقین ہیں شہداء ہیں اور صالحین ہیں اور یہ سب اللہ کے فضل سے ہیں۔

اور یہ اللہ کا فضل ہے اور شکر ہے اللہ کا اوّل میں، آخر میں، ظاہر میں، باطن میں، حال میں اور ماضی میں

وصل الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم تسليما وزاده تكريماً و تشريفاً وتعظيماً۔ آمین

۳۔ محدث امام ابن جوزیؒ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)

لا زال أهل الحرمين الشريفين والمصر واليمن والشام و سائر بلاد العرب من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبی ﷺ و يفرحون بقدوم هلال شهر ربيع الاول و يهتمون اهتماما بليغا على السماع والقراة لمولد النبی ﷺ و ينالون بذالک اجرا جزيلا و فوزا عظيما۔(۱)

ہمیشہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، شام، یمن غرض شرق سے غرب تک تمام بلاد عرب کے باشندے میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ جب ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہیں تو ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی چنانچہ ذکر میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور بے پناہ اجر و کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

۴۔ امام شمس الدین الجزریؒ (۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء)

ثم رأيت امام القراء الحافظ شمس الدين الجزری قال فی کتابه المسمی ”عرف التعريف بالمولد الشريف“ ما نصه

و قد روی ابولهب (بعد موته) فی النوم فقيل له: ما حالک؟ فقال: فی النار انه يخفف عنی کل ليلة اثنين، وامص من بين اصبعی هاتين ماء بقدر هذا و اشار برأس اصبعه، و ان ذلک بإعتاقی لثويبة عند ما بشرتنی بولادة النبی ﷺ و بارضاعها له فاذا کان ابولهب الکافر الذی نزل القران بذمه جوزی (فی النار)

---

(۱) ابن جوزی، المیلاد النبوی: ۵۸

بفرحة لیلة مولدالنبی ﷺ به، فما حال المسلم الموحد من امة النبی ﷺ، یسر بمولده، و یبذل ما تصل الیه قدرته فی محبته لعمری انما یکون جزاؤه من اللّٰه الکریم، ان یدخله بفضله جنات النعیم۔(۱)

پھر میں (سیوطی) نے امام القراء حافظ شمس الدین الجزری کی کتاب ''عرف التعریف بالمولد الشریف'' میں یہ عبارت دیکھی۔ ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا اس سے پوچھا گیا اب تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا آگ میں جل رہا ہوں، تاہم ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ (ہر پیر کو) میری ان دو انگلیوں کے درمیان سے پانی (کا چشمہ) نکلتا ہے جسے میں پی لیتا ہوں اور یہ تخفیف عذاب میرے لئے اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا جب اس نے مجھے محمد ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دی اور اس نے آپ کو دودھ بھی پلایا تھا، جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں مذمت نازل ہوئی کہ باوجود اس کے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں پیر کی رات اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو پھر اس موحد (توحید پرست) امتی کا کیا حال ہوگا جو آپ ﷺ کی میلاد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرے اور حسب استعداد آپ ﷺ پر خوشی و مسرت کا اظہار کرے اور حسب استعداد آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے خرچ کرے، مجھے اپنی عمر کی قسم بیشک اس کی جزا رب کریم ضرور دے گا اور اپنے فضل و کرم سے اسے جنت کی نعمتوں میں داخل کرے گا۔

---

(۱) ۱۔ سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: ۶۵، ۶۶

۲۔ یوسف صالحی، سبل الهدی والرشاد، ۱: ۳۶۶

۵ـ امام صدرالدین موهوب بن عمر الجزری (۵۹۰ھ-۶۶۵ھ)

وقال الشیخ الامام العلامة صدر الدین موهوب بن عمر الجزری الشافعی رحمه الله تعالی: هذه بدعة لا بأس بها ولا تکره البدع الا اذا راغمت السنة، وأما اذا لم تراغمها فلا تکره، ویثاب الانسان بحسب قصده فی إظهار السرور والفرح بمولد النبی ﷺ

وقال فی موضع آخر: هذا بدعة، ولکنها بدعة لا بأس بها، ولکن لا یجوز له أن یسأل الناس بل إن کان یعلم او یغلب علی ظنه أن نفس المسؤول تطیب بما یعطیه فالسؤال لذلک مباح أرجو أن لا ینتهی الی الکراهة

وقال الحافظ. رحمه الله تعالیٰ: أصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثة، ولکنها مع ذلک قد اشتملت علی محاسن وضدها، فمن تحرّیٰ فی عمله المحاسن وتجنّب ضدَّها کان بدعة حسنة ومن لا فلا. قال: وقد ظهر لی تخریجها علی أصل ثابت، وهو ما ثبت فی الصحیحین من أن رسول الله ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود یصومون عاشوراء فسألهم فقالوا: هذا یوم أُغرق الله فیه فرعون وأنجی فیه موسی فنحن نصومه شکراً لله تعالی. فقال: (أنا أحق بموسی منکم. فصامه وأمر بصیامه) فیستفاد من فعل ذلک شکراً لله تعالیٰ علی ما من به فی یوم معین من اسداء نعمة أو دفع نقمة،

ویعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم من کل سنة، والشکر ﷲ تعالی یحصل بأنواع العبادات والسجود والصیام والصدقة والتلاوة، وأی نعمة أعظم من النعمة ببروز هذا النبی الکریم نبی الرحمة فی ذلک الیوم؟

وعلی هذا فینبغی أن یتحری الیوم بعینه حتی یطابق قصة موسی ﷺ فی یوم عاشوراء، ومن لم یلاحظ ذلک لا یبالی بعمل المولد فی أی یوم من الشهر، بل توسّع قوم حتی نقلوه الی أی یوم من السّنة. وفیه ما فیه.

فهذا ما یتعلق بأصل عمل المولد.

وأما ما یعمل فیه فینبغی ان یقتصر فی علی ما یفهم الشکر ﷲ تعالیٰ من نحو ما تقدم ذکره من التلاوة والاطعام والصدقة وانشاد شیء من المدائح النبویة والزهدیة المحرکة للقلوب الی فعل الخیرات والعمل للآخرة۔(۱)

''شیخ امام علامہ صدر الدین موھوب بن عمر الجزری الشافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بدعت مکروہ وہ ہے جس میں سنت کی بے حرمتی ہو اگر یہ پہلو نہ پایا جائے تو مکروہ نہیں اور انسان حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی حسب توفیق اور حسب ارادہ مسرت و خوشی کے اظہار کے مطابق اجر وثواب پاتا ہے۔

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ یہ بدعت ہے لیکن اس بدعت میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں، لیکن اگر وہ یہ جانتا ہے یا

(۱) یوسف صالحی، سبل الھدی والرشاد، ۱: ۳۶۵

اسے غالب گمان ہے کہ اس کا سوال مسئول کی طبعیت پر گراں نہیں گزرے گا۔ وہ خوشی سے سوال کو پورا کرے گا تو ایسی صورت میں یہ سوال مباح ہو گا اور میں امید کرتا ہوں یہ عمل مبنی بر کراہت نہیں ہو گا۔

اور حافظ (ابن حجر عسقلانیؒ) کہتے ہیں کہ جشن میلاد اصلاً بدعت ہے اور یہ تیسری صدی ہجری کے سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ کچھ محاسن اور کچھ اسکے برعکس پر مشتمل ہے۔ تو جو کوئی اس کے محاسن کو اختیار کرے اور اس کے برعکس اعمال سے گریز کرے گا تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے اصل ثابت کی تخریج مجھ پر ظاہر ہوگئی ہے اور وہ صحیحین سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور یہود کو عاشوراء کا روزے رکھتے پایا پس آپ ﷺ نے ان سے اِستفسار فرمایا تو انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تو ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ حقدار ہوں پس آپ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس عمل سے اخذ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص دن عطائے نعمت یا دفع بلاء کے ذریعے احسان فرمایا ہو تو شکرانے کے طور پر اس دن کو منانا جائز ہے۔ اور اس دن کی مثال ہر سال دہرائی جاتی ہے اور اللہ کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔ مختلف عبادات، سجدوں، روزوں، صدقات اور تلاوت کے ذریعے، اور نبی اکرم ﷺ کی آمد کے دن سے بڑھ کر بھلا کونسی نعمت عظیم ہوسکتی ہے۔

اس وجہ سے ضروری ہے کہ اسی معین دن کو منایا جائے تاکہ یوم عاشوراء کے حوالے سے حضرت موسی علیہ السلام کے واقعہ سے مطابقت ہو۔ اور اگر کوئی اس چیز کو ملحوظ نہ رکھے تو میلاد مصطفیٰ کے عمل کو ماہ کے کسی بھی دن منانے میں حرج نہیں بلکہ بعض نے تو اسے یہاں تک وسیع کیا ہے کہ سال میں سے کوئی دن

بھی منا لیا جائے۔

پس یہی ہے جو کہ عمل مولد کی اصل سے متعلق ہے۔

جبکہ وہ چیزیں جن پر عمل کیا جاتا ہے ضروری ہے کہ ان میں اِقتصار کیا جائے جس سے شکر خداوندی سمجھ آئے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ذکر، تلاوت، ضیافت، صدقہ، نعتیں، صوفیانہ کلام جو کہ دلوں کو اچھے کاموں کی طرف راغب کرے اور آخرت کی یاد دلائے۔"

۶۔ امام نووی کے شیخ امام ابوشامہؒ (۵۹۹۔۶۶۵ھ/۱۲۰۲۔۱۲۶۷م)

اربل جبرها الله تعالى كل عام في اليوم الموافق ليوم مولد النبي ﷺ من الصدقات والمعروف و اظهار الزينة والسرور فان ذالك مع ما فيه من الاحسان الى الفقراء مشعر بمحبة النبي ﷺ و تعظيمه و جلالته في قلب فاعله و شكر الله على ما من به من ايجاد رسوله الذي ارسله رحمة للعالمين ﷺ۔(۱)

شہر "اربل" کو خدا تعالیٰ حفظ و امان عطا کرے۔ اس بابرکت شہر میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اظہار فرحت و سرور کے لئے صدقات و خیرات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، نیک کام کئے جاتے ہیں، صاف ستھرے لباس پہنے جاتے ہیں، یہ ایک حسین ترین طریقہ ہے جو اگرچہ نوایجاد ہے مگر اس کے حسین ہونے میں کلام نہیں کیونکہ اس سے جہاں ایک طرف غرباء و مساکین کا بھلا ہوتا ہے وہاں اس سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ محبت کا پہلو بھی نکلتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اظہارِ شادمانی کرنے والے کے دل میں اپنے نبی کی بے حد تعظیم پائی جاتی ہے اور ان کی جلالت و عظمت کا

(۱) ۱۔ الباعث علی انکار البدع والحوادث: ۱۳

۲۔ صالحی، سبل الھدی والرشاد، ۱: ۳۶۵

تصور موجود ہے گویا وہ اپنے رب کا شکر ادا کر رہا ہے کہ اس نے بے پایاں رحمت عطا فرمائی اور وہ محبوب ﷺ ان کو دے دیا جو تمام جہانوں کے لئے رحمت مجسم ہے۔

۷۔ امام کمال الدین الادفوی (۶۵ ۔ ۷۴۸ھ / ۱۲۸۶ ۔ ۱۳۴۷ء)

قال الکمال الادفوی فی الطالع السعید: حکی لنا صاحبنا العدل ناصر الدین محمود بن العماد ان ابا الطیب محمد بن ابراهیم السبتی المالکی نزیل قوص، احد العلماء العاملین، کان یجوز بالمکتب فی الیوم الذی ولد فیه النبی ﷺ فیقول: یا فقیه، هذا یوم سرور، اصرف الصبیان، فیصرفنا و هذا منه دلیل علی تقریره و عدم انکاره، و هذا الرجل کان فقیهًا مالکیًّا متفننًا فی علوم، متورّعا، اخذ عنه ابو حیان وغیره، مات سنة خمس و تسعین و ستمائة۔(۱)

اپنی کتاب ''الطالع السعید'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارے ایک مہربان دوست ناصرالدین محمود بن العماد حکایت کرتے ہیں کہ بیشک ابوطیب محمد بن ابراهیم السبتی المالکی قوص کے رہنے والے تھے اور صاحب عمل علماء میں سے تھے۔ اپنے دارالعلوم میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے دن محفل منعقد کرتے اور مدرسے میں چھٹی کرتے۔ استاذ سے کہتے: اے فقیہ آج خوشی و مسرت کا دن ہے، بچوں کو چھوڑ دو۔ پس ہمیں چھوڑ دیا جاتا۔ ان کا یہ عمل ان کے نزدیک میلاد کے اثبات اور اس کے جائز ہونے پر دلیل و تائید ہے یہ شخص (محمد بن ابراهیم) مالکیوں کے بہت بڑے فقیہ اور ماہر فن ہوگزرے ہیں جو بڑے زہد و ورع کے مالک تھے۔ علامہ ابوحیان اور دیگر علماء نے ان سے ہی اکتساب فیض

(۱) سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: ۶۶، ۶۷

کیا۔ آپ نے ٦۹۵ھ میں وفات پائی۔

۸۔امام ذہبیؒ (٦۷۳۔ ۷۴۸ھ)

امامِ ذہبی ملک المظفر کے جشن میلاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

و أما احتفاله بالمَوْلِد فيقصر التعبير عنه، كان الخلق يقصدونه من العراق والجزيرة.......... و يُخْرِجُ من البَقَر والإبل والغَنَم شيئاً كثيراً فَتُنْحَر و تُطْبَخ الألوان، و يَعْمَل عِدّة خِلَع للصُّوفية، ويتكلم الوُعّاظ في الميدان، فينفق أموالاً جزيلَة. وقد جَمَعَ له ابن دحية "كتاب المولد" فأعطاه ألف دينار. وكان مُتواضعًا، خيراً، سُنّيّاً، يحب الفقهاء والمحدثين، و قال سِبط الجوزي: كانَ مُظفّر الدِّين ينفق في السنة على المولد ثلاثمائة ألف دينار، و على الخانقاه مائتى ألف دينار، ...... وقال: قال من حضر المولد مرّة عددت على سماطه مائة فرس قشلميش، و خمسة آلاف رأس شوي، و عشرة آلاف دجاجة، مائة ألف زُبدية، و ثلاثين ألف صحن حلواء۔(۱)

''ملک المظفر کے محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ منانے کے انداز کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ جزیرۃ العرب اور عراق سے لوگ کشاں کشاں اس محفل میں شریک ہونے کے لئے آتے ...... اور کثیر تعداد میں گائیں، اونٹ اور بکریاں ذبح کی جاتیں اور انواع واقسام کے کھانے پکائے جاتے۔ وہ صوفیاء کیلئے کثیر تعداد میں خلعتیں تیار کرواتا۔ اور واعظین وسیع وعریض میدان میں خطابات کرتے اور وہ بہت زیادہ مال خیرات کرتا۔ ابن دحیہ نے اس کیلئے میلاد

(۱) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱٦: ۲۷۵

النبی ﷺ کے موضوع پر کتاب تالیف کی تو اس نے اسے ایک ہزار دینار دیئے۔ وہ منکسر المزاج، راسخ العقیدہ سنی تھا۔ فقہاء اور محدثین سے محبت کرتا تھا۔ ابن جوزی کہتے ہیں: شاہ مظفر الدین ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا...... اور وہ شخص جو اس محفل میں شریک ہوتا تھا اس کا کہنا ہے: میں نے اس کے دسترخواں پر سو قشلمیش، پانچ ہزار مرغیاں، ایک لاکھ مٹی کے پیالے اور تیس ہزار مٹھائی کے تھال پائے۔"

۹۔ امام ابن کثیرؒ (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۵۱۔۱۳۷۳ء)

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی شاہ ابو سعید المظفر کا جشن میلاد

الملک المظفر أبو سعيد كوكبري بن زين الدين علي بن تبكتكين أحد الأجواد والسادات الكبراء والملوك الأمجاد، له آثار حسنة و قد عمر الجامع المظفرى بسفح قاسيون، و كان قد هم بسياقة الماء إليه من ماء برزة فمنعه المعظم من ذلک، واعتل بأنه قد يمر على مقابر المسلمين بالسفوح، و كان يعمل المولد الشريف في ربيع الأول و يحتفل به احتفالاً هائلاً، و كان مع ذلک شهماً شجاعاً فاتكاً بطلاً عاقلاً عالماً عادلاً رحمه الله و أكرم مثواه، وقد صنف الشيخ أبو الخطاب بن دحية له مجلداً فى المولد النبوى سماه التنوير في مولد البشير النذير، فأجازه على ذلک بألف دينار، و قد طالت مدته في الملک في زمان الدولة الصلاحية، و قد كان محاصراً عكا و إلى هذه السنة محمود السيرة والسريرة، قال السبط: حكى بعض من حضر سماط المظفر فى بعض الموالد كان يمد في ذلک السماط

خمسة آلاف رأس مشوى. و عشرة آلاف دجاجة، ومائة ألف زبدية، و ثلاثين ألف صحن حلوى، قال: و كان يحضر عنده فى المولد أعيان العلماء والصوفية فيخلع عليهم و يطلق لهم و يعمل للصوفية سماعًا من الظهر إلى الفجر، و يرقص بنفسه معهم، و كانت له دار ضيافة للوافدين من أى جهة على أى صفة. و كانت صدقاته فى جميع القرب والطاعات على الحرمين وغيرهما، ويتفک من الفرنج فى كل سنة خلقًا من الأسارى، حتى قيل إن جملة من استفكه من أيديهم ستون ألف أسير، قالت زوجته ربيعة خاتون بنت أيوب. و كان قد زوجه إياها أخوها صلاح الدين، لما كان معه على عكا. قالت: كان قميصه لا يساوى خمسة دراهم فعاتبته بذلک فقال: لبسى ثوبًا بخمسة و أتصدق بالباقى خير من أن ألبس ثوبًا مثمنًا و أدع الفقير المسكين، و كان يصرف على المولد فى كل سنة ثلاثمائة ألف دينار، و على دار الضيافة فى كل سنة مائة ألف دينار. و على الحرمين والمياه بدرب الحجاز ثلاثين ألف دينار سوى صدقات السر، رحمه الله تعالى، وكانت وفاته بقلعة إربل، و أوصى أن يحمل إلى مكة فلم يتفق فدفن بمشهد علي.(۱)

''شاہِ اربل ملک مظفر ابوسعید کوکبری ابن زین الدین علی بن تبکتکین ایک سخی عظیم سردار اور بزرگ بادشاہ تھا۔ جسنے اپنے بعد اچھی یادگاریں چھوڑیں اس نے قاسیون کے دامن میں جامع مظفری تعمیر کروائی وہ زیرہ کے پانی کو اس کی

(۱) ا۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ۹: ۱۸

۲۔ یوسف صالحی، سبل الھدی والرشاد، ۱: ۳۶۲۔۳۶۳

طرف لانا چاہتا تھا۔ تو معظم نے اسے اس کام سے یہ کہہ کر روک دیا وہ سفوح کے مقام پر مسلمانوں کے قبرستان سے گزرے گا۔ وہ ماہ ربیع الاول میں میلاد مناتا تھا اور عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بہادر، دلیر، حملہ آور، جری، عقلمند اور عادل بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے اور اسے بلند رتبہ عطا فرمائے شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے اس کے لئے میلاد النبی ﷺ کے بارے میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ''**التنویر فی مولد البشیر و النذیر**'' رکھا۔ شاہ نے اس تصنیف پر اسے ایک ہزار دینار انعام دیا۔ اس کی حکومت حکومت صلاحیہ کے زمانے تک رہی، اس نے عکا کا محاصرہ کیا اور اس سال تک وہ قابل تعریف سیرت و کردار اور قابلِ تعریف دل کا آدمی تھا۔ سبط جوزی نے بیان کیا ہے کہ مظفر کے دستر خوان میلاد پر حاضر ہونے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ اس میں پانچ ہزار بھنے ہوئے بکرے، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ مٹی کے پیالے اور تیس ہزار مٹھائی کے تھال ہوتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میلاد کے موقع پر اس کے پاس بڑے بڑے علماء اور صوفیاء حاضر ہوتے تھے، وہ انہیں خلعتیں پہناتا اور عطیات پیش کرتا تھا اور صوفیاء کے لئے ظہر سے عصر تک سماع کراتا تھا اور خود بھی ان کے ساتھ رقص کرتا تھا ہر خاص و عام کے لئے ایک دارالضیافت تھا اور وہ حرمین شریفین و دیگر علاقوں کے لئے صدقات دیتا تھا اور ہر سال بہت سے قیدیوں کو فرنگیوں سے چھڑاتا تھا کہتے ہیں کہ اس نے ان کے ہاتھ سے ساٹھ ہزار اسیروں کو رہا کرایا۔ اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب کہتی ہے کہ اس کے ساتھ میرا نکاح میرے بھائی صلاح الدین ایوبی نے کرایا تھا اس خاتون کا بیان ہے کہ شاہ کی قمیص پانچ دراہم کے برابر بھی نہ ہوتی تھی۔ پس میں نے اسے اس بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے میرا پانچ دراہم کے کپڑے کو پہننا اور باقی کو صدقہ کر دینا اس بات سے بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑا پہنوں اور فقراء اور مساکین کو چھوڑ دوں، اور وہ ہر سال محفل میلادِ النبی ﷺ پر تین لاکھ دینار اور مہمان

نوازی پر ایک لاکھ دینار اور حرمین شریفین اور پانی پر حجاز کے راستے میں خفیہ صدقات کے علاوہ تیس ہزار دینار خرچ کرتا تھا، رحمہ اللہ تعالی۔ اس کی وفات قلعہ اربل میں ہوئی اور اس نے وصیت کی کہ اسے مکہ لے جایا جائے، مگر ایسا نہ ہو سکا اور اسے مزار علی میں دفن کیا گیا۔

۱۰۔ امام شمس الدین بن ناصر الدین دمشقیؒ (۷۷۷ھ۔۸۴۲ھ)

قال الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی فی کتابه المسمی "مورد الصّادی فی مولد الهادی": و قد صح ان ابالهب یخفف عنه عذاب (النار) فی مثل یوم الإثنین لإعتاقه ثویبة سروراً بمیلاد النبی ﷺ۔(۱)

اپنی کتاب ''مورد الصاوی فی مولد الهادی'' میں لکھتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ہر سوموار کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے پھر آپ ﷺ نے یہ شعر پڑھے۔

اذا کان هذا کافرا جاء ذمه
و تبت یداه فی الجحیم مخلّدا
اتی انه فی یوم الإثنین دائما
یخفف عنه للسرور بأحمدا
فما الظن بالعبد الذی طول عمره
بأحمد مسرورا و مات موّحدا(۲)

(۱) سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: ٦٦

(۲) ۱۔سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد

۲۔ یوسف صالحی، سبل الهدی والرشاد، ۱: ٣٦٧

۱۔ جب ابولہب جیسا کافر جس کا دائمی ٹھکانہ جہنم ہے اور جس کی مذمت میں قرآن مجید کی سورت 'تبت یدا' نازل ہوئی۔

۲۔ باوجود اس کے جب سوموار کا دن آتا ہے تو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے ہمیشہ سے اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

۳۔ پس کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جس نے تمام عمر حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جشن منانے میں گزاری اور توحید کی حالت میں اسے موت آئی۔

۱۱۔ امام ابوزرعہ العراقیؒ (۷۶۲۔۸۲۶ھ/ ۱۳۶۱۔۱۴۲۳ء)

سئل عن فعل المولد أستحب او مکروه و هل و رد فيه شي او فعله من يقتدى به قال إطعام الطعام مستحب فى كل وقت فكيف إذا أنضم لذالک السرور بظهور نور النبوة فى هذا الشهر الشريف ولا نعلم ذالک من السلف ولا يلزم من كونه بدعة كونه مكروهاً فكم من بدعة مستحبة بل واجبة۔(۱)

''آپ سے پوچھا گیا کہ محفل میلاد منعقد کرنا مستحب ہے یا مکروہ؟ یا اس کے بارے میں کوئی باقاعدہ حکم موجود ہے؟ جو قابل ذکر ہو اور اس کی پیروی کی جاسکتی ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھانا کھلانا ہر وقت مستحب ہے۔ اگر کسی موقعہ پر، ربیع الاول شریف کے مہینے میں ظہورِ نبوت کی یادگار کے حوالے سے خوشی اور مسرت کے اظہار کا اضافہ کردیا جائے تو اس سے یہ چیز کیسی بابرکت ہوجائے گی؟ ہم جانتے ہیں کہ اسلاف نے ایسا نہیں کیا اور یہ عمل بدعت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مکروہ ہو کیونکہ بہت سی بدعات مستحب ہی

(۱) تشنیف الاذان: ۱۳۶

نہیں بلکہ واجب ہوتی ہیں۔‘‘

۱۲۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)

وقد سئل شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر عن عمل المولد فاجاب بما نصه: قال: و قد ظهر لی تخریجها علی اصل ثابت، و هو ما ثبت فی الصحیحین من ’’أن النبی ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود یصومون یوم عاشوراء، فسألهم فقالوا: هو یوم اغرق الله فیه فرعون، و نجی موسیٰ، فنحن نصومه شکرًا لله تعالی فیستفاد منه فعل الشکر لله تعالی علی ما منَّ به فی یوم معین من اسداء نعمة، او دفع نقمة، و یعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم من کل سنة والشکر لله تعالی یحصل بانواع العبادات کالسجود والصیام والصدقة و التلاوة و ای نعمة اعظم من النعمة ببروز هذا النبی ﷺ الذی هو نبی الرحمة فی ذالک الیوم۔(۱)

شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر سے میلاد شریف کے عمل کے حوالے سے پوچھا گیا آپ نے اس کا جواب کچھ یوں دیا: مجھے میلاد شریف کے بارے میں اصل تخریج کا پتہ چلا جو صحیحین سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو عاشورا کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس پر وہ عرض کناں ہوئے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجا لانے کے لئے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کی

(۱) سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: ۶۳

طرف سے کسی احسان و انعام کا عطا ہونے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا چاہئے اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا بھی مناسب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر نماز وسجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن و دیگر عبادات کے ذریعہ بجا لایا جا سکتا ہے اور حضور نبی رحمت ﷺ کی ولادت سے بڑھ کر اللہ کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت ہے؟ اس لئے اس دن ضرور سجدہ بجا لانا چاہئے۔

۱۳۔ امام شمس الدین السخاویؒ (۸۳۱۔۹۰۲ھ/ ۱۴۲۸۔۱۴۹۷ء)

و انما حدث بعدها بالمقاصد الحسنة، والنبية التی للاخلاص شامله، ثم لازال أهل الإسلام فی سائر الأقطار والمدن العظام يحتفلون فی شهر مولده ﷺ و شرف و كرم بعمل الولائم البديعة والمطاعم المشتملة علی الامور البهية والبديعة و يتصدقون فی لياليه بأنواع الصدقات، و يظهرون المسرات و يزيدون فی المبرات، بل يعتنون بقرابة مولده الكريم، و يظهر عليهم من بركاته كل فضل عظيم عميم، بحيث كان مما جرب كما قال الامام شمس الدين بن الجزری المقری، انه امان تام فی ذالک العام و بشری تعجل بنيل ما ينبغی و يرام۔(۱)

''(محفل میلاد النبی ﷺ) قرون ثلاثہ فاضلہ کے بعد صرف نیک مقاصد کے لئے شروع ہوئی اور جہاں تک اس کے انعقاد میں نیت کا تعلق ہے تو وہ اخلاص پر مبنی تھی پھر ہمیشہ سے جملہ اہل اسلام تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں

(۱) ملا علی قاری، المورد الروی فی مولد النبی ﷺ: ۱۲، ۱۳

۲۔ یوسف صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۱: ۳۶۲

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں اور اس کے معیار اور عزت و شرف کو عمدہ ضیافتوں اور خوبصورت طعام گاہوں (دسترخوانوں) کے ذریعے برقرار رکھا اور اب بھی ماہ میلاد کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات و خیرات دیتے ہیں اور خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں بلکہ جونہی ماہ میلاد النبی ﷺ قریب آتا ہے خصوصی اہتمام شروع کر دیتے ہیں اور نتیجتاً اس ماہ مقدس کی برکات اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل عظیم کی صورت میں ان پر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ بات تجرباتی عمل سے ثابت ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن الجزری المقری نے بیان کیا ہے کہ ماہ میلاد کے اس سال مکمل طور پر حفظ و امان اور سلامتی رہتی ہے اور تمنائیں پوری ہونے کی بشارت بہت جلد ملتی ہے۔

۱۴۔ امام قسطلانیؒ (صاحب ارشاد الساری) (۸۵۱۔۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)

لا زال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده ﷺ ویعملون الولائم و یتصدقون فی لیالیه بأنواع الصدقات و یظهرون السرور و یزیدون فی المبرات و یعتنون بقراة مولده الکریم و یظهر علیهم من برکاته کل فضل عظیم و مما جرب من خواصه انه امان فی ذالک العام و بشری عاجله بنیل البغیة والمرام فرحم الله امرءًا اتخذ لیالی شهر مولده المبارک أعیادًا لیکون اشد علة علی من فی قلبه مرض۔(۱)

’’ہمیشہ سے اہل اسلام حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد کا اہتمام کرتے آئے ہیں۔ کھانا کھلاتے ہیں اور ربیع الاول کی راتوں میں صدقات و خیرات کی تمام ممکنہ صورتیں بروئے کار لاتے ہیں۔ اظہار مسرت

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱: ۱۴۷

اور نیکیوں میں کثرت کرتے ہیں۔ میلاد شریف کے چرچے کئے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان میلاد شریف کی برکات سے بہر طور فیض یاب ہوتا ہے۔ میلاد النبی ﷺ کی مجرب چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس سال میلاد منایا جائے وہ سال امن سے گزرتا ہے، نیز (یہ عمل) نیک مقاصد اور دلی خواہشات کی فوری تکمیل میں بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے ماہ میلاد النبی کی راتوں کو (بھی) بطور عید منا کر اس کی شدت مرض میں اضافہ کیا جس کے دل میں (بغض رسالت مآب کے سبب پہلے ہی خطرناک) بیماری ہے:

۱۵۔ امام نصیر الدین ابن الطباخ رحمۃ اللہ علیہ

إذا أنفق المنفق تلک الليلة و جمع جمعًا أطعمهم ما يجوز إطعامه وأسمعهم للاخرة ملبوسًا کل ذالک سروراً بمولده ﷺ بجميع ذالک جائز و يثاب فاعله إذا حسن القصد۔(۱)

”کسی شخص نے میلاد کی شب لوگوں کو جمع کیا، انہیں حلال و طیب کھانے کھلائے اور صحیح روایات سے ثابت واقعات سنانے کا اہتمام کیا۔ اگر یہ سب کچھ میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں ہے اور اس کی نیت صحیح ہے تو یہ سب کچھ جائز ہے اور ایسا کرنے والے کو ثواب ملے گا۔

وقال الشيخ نصير الدين أيضاً: ليس هذا من السنن، ولکن اذا انفق فی هذا اليوم وأظهر السرور فرحا بدخول النبی ﷺ فی الوجود واتخذ السماع الخالی عن اجتماع المردان إنشاد ما يثير نار الشهوة من العشقيات والمشوقات للشهوات الدنيوية

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱: ۳۶۳

کالقد والخد والعین والحاجب، وإنشاد ما یشوّق إلی الآخرة ویزهّد فی الدنیا فهذا اجتماع حسن یثاب قاصد ذلک وفاعله علیه، إلا أن سؤال الناس ما فی أیدیهم بذلک فقط بدون ضرورة وحاجة سؤال مکروه، واجتماع الصلحاء فقط لیأکلوا ذلک الطعام ویذکروا اللہ تعالی ویصلّوا علی رسول اللہ ﷺ یضاعف لهم القربات والمثوبات۔(۱)

''شیخ نصیر الدین بھی کہتے ہیں کہ یہ عمل سنن میں سے تو نہیں ہے لیکن اگر کوئی اس دن مال خرچ کرتا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے وجود مسعود کے ظہور پذیر ہونے کی خوشی مناتا ہے اور سماع کی محفل منعقد کرتا ہے جو کہ ایسا اجتماع نہ ہو جس میں لغویات جیسے شہوات انگیز گیت، دنیاوی عشق پر مبنی شاعری جس میں محبوب کے رخساروں، آنکھوں، ابروؤں کا ذکر ہوتا ہے بلکہ ایسے اشعار ہوں جو کہ آخرت کی یاد دلائیں اور دنیا میں زہد وتقوی اختیار کرنے کی طرف رغبت دلائیں تو ایسا اجتماع حسن ہے اچھا ہے اور ایسے اجتماع کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ٹھہرے گا مگر اس اجتماع میں لوگوں کا بغیر حاجت اور ضرورت کے سوال کرنا مکروہ ہے اور اس اجتماع میں صلحاء لوگوں کا جمع ہونا تاکہ وہ یہ ضیافت کھائیں اور اللہ کا ذکر کریں اور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجیں ان کے اجر وثواب اور قربت الٰہیہ میں مزید اضافے کا موجب ہے۔

۱۶۔ امام جمال الدین بن عبد الرحمٰن الکتانیؒ

مولد رسول اللہ ﷺ مبجل مکرم قدسن یوم ولادته و شرف و عظم و کان وجوده ﷺ مبداء سبب النجاة لمن اتبعه و تقلیل

(۱) یوسف صالحی، سبل الهدی والرشاد، ۱: ۳۶۴

حظ جهنم لمن اعدلها لفرجه بولادته ﷺ فمن المناسب اظهار السرور و انفاق المیسور۔(۱)

''حضور ﷺ کی ولادت با سعادت کا دن، بڑا ہی مقدس، بابرکت اور قابل تکریم ہے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان اور آپ کو ماننے والا آپ کی ولادت کی خوشی منائے تو وہ نجات و سعادت حاصل کرلیتا ہے اور اگر ایسا شخص خوشی منائے جو مسلمان نہیں اور دوزخ میں رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہو تو اس کا عذاب کم ہوجاتا ہے۔ اس لئے خوشی اور مسرت کا اظہار اور اپنی حیثیت کے مطابق خصوصی اہتمام بہت ہی مناسب ہے۔''

۱۷۔ امام ظہیر الدین جعفر التزمنتیؒ

هذا الفعل لم یقع فی الصدر الاول من السلف الصالح مع تعظیمهم و حبهم له اعظاماً و محبة لا یبلغ جمعنا الواحد منهم ولا ذرة منه، و هی بدعة حسنة اذا قصد فاعلها جمع الصالحین والصلاة علی النبی ﷺ و اطعام الطعام للفقراء و المساکین و هذا القدر یثاب علیه بهذا الشرط فی کل وقت۔(۲)

''محافل میلاد کے انعقاد کا سلسلہ پہلی صدی ہجری میں شروع نہیں ہوا اگرچہ ہمارے اسلاف صالحین عشق رسول ﷺ سے اس قدر سرشار تھے کہ ہم سب کا عشق ومحبت ان بزرگان دین میں سے کسی ایک شخص کے عشق نبی ﷺ کو نہیں پہنچ سکتا۔ میلاد کا انعقاد بدعت حسنہ ہے اگر اس کا اہتمام کرنے والا صالحین کو

(۱) صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۱: ۳۶۴

(۲) صالحی، سبل الهدی والرشاد، ۱: ۳۶۴

جمع کرے محفل درود و سلام اور فقراء و مساکین کے طعام کا بندوبست کرے۔ اس شرط کے ساتھ جب بھی یہ عمل کیا جائے موجب ثواب ہوگا۔

۱۸۔ امام قطب الدین الحنفیؒ

اہل مکہ کا جشن میلاد

صدیوں سے اہل مکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے رہے ہیں۔ اس کی تفصیل یوں ہے:

يزار مولد النبى المكانى فى الليلة الثانية عشر من ربيع الاول فى كل عام فيجتمع الفقهاء و الاعيان على نظام المسجد الحرام و القضاة الاربعة بمكة المشرفة بعد صلاة المغرب بالشموع الكثيرة وُ المفروعات و الفوانيس و المشاغل و جميع المشائخ مع طوائفهم بالاعلام الكثيرة و يخرجون من المسجد الى سوق الليل و يمشون فيه الى محل مولد الشريف بازدحام و يخطب فيه شخص و يدعو للسلطنة الشريفة ثم يعودون الى المسجد الحرام و يجلسون صفوفا فى وسط المسجد من جهة الباب الشريف و القضاة يدعو للسلطان و يلبسه الناظر خلعة و يلبس شيخ الفراشين خلعة ثم يؤذن للعشاء و يصل الناس على عادتهم ثم يمشى الفقهاء مع ناظر الحرم الى الباب الذى يخرج منه من المسجد ثم يتفرقون، و هذا من اعظم مراكب ناظر الحرم الشريف بمكة المشرفة و ياتى الناس من البدو و الحضرو اهل جدة و سكان الاودية فى تلك الليلة و يفرحون بها-(۱)

(۱) قطب الدین، الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام: ۱۹۶

''۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا ہے۔ تمام علاقوں کے علماء، فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہو جاتے ہیں ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے گزرتے ہوئے مولد النبی ﷺ (وہ مکان جس میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں ہیں (یہ مشعل بردار جلوس ہوتا ہے) وہاں لوگوں کا کثیر اجتماع ہوتا ہے کہ جگہ نہیں ملتی پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہوتی ہے اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت مسجد حرام اور ایسی محفل کے انتظام کرنے والوں کی دستار بندی کرتا۔ پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی، اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتی کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔''

۱۹۔ امام محمد بن جار اللہ ابن ظہیرۃ القرشی (۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱م)

اہل مکہ کا جشن میلاد

جرت العادة بمكة ليلة الثاني عشر من ربيع الاول في كل عام ان قاضي مكه الشافعي يتهياء لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب في جمع عظيم منهم الثلاثة القضاة و اكثر الاعيان من الفقهاء و الفضلاء و ذوى البيوت بفوانيس كثيرة و شموع عظيمة و ازدحام عظيم و يدعى فيه للسلطان و لامير مكة و للقاضي الشافعي بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام ثم يعود منه الى

المسجد الحرام قبیل العشاء و یجلس خلف مقام الخلیل علیه السلام بازاء قبة الفراشین و یدعو الداعی لمن ذکر آنفا بحضور القضاة و اکثر الفقهاء ثم یصلون العشاء و ینصرفون ولم أقف علی اول من سن ذالک سألت مؤرخی العصر فلم أجد عندهم علما بذالک۔(۱)

''ہر سال مکہ شریف میں ۱۲ ربیع الاول کی رات کو اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہب فقہ کے ائمہ، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ ہوتا ہے اور پھر بادشاہِ وقت، امیرِ مکہ اور قاضی شافعی (منتظم ہونے کی وجہ سے) کے لئے دعا کی جاتی ہے اور یہ اجتماع عشاء تک جاری رہتا ہے اور عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آ جاتے ہیں مقام ابراہیم علیہ السلام پر اکٹھے ہو کر دوبارہ دعا کرتے ہیں۔ اس میں بھی تمام قاضی اور فقہاء شریک ہوتے ہیں پھر عشاء کی نماز ادا کی جاتی ہے اور پھر الوداع ہو جاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور بہت سے ہم عصر مورخین سے پوچھنے کے باوجود اس کا علم نہیں ہو سکا۔''

۲۰۔ امام ابن ظفر صاحب الدر المنتظم

وقال العلامة ابن ظفر رحمه الله تعالیٰ: بل فی الدر المنتظم: وقد عمل المحبون للنبی ﷺ فرحاً بمولده الولائم، فمن ذلک ما عمله بالقاهرة المعزیة من الولائم الکبار الشیخ أبو الحسن

(۱) ابن ظہیرہ الجامع اللطیف فی فضل مکہ و اہلہا و بناء البیت الشریف: ۲۰۱۔۲۰۲

المعروف بابن قُفل قدس اللہ تعالی سرہ، شیخ شیخنا أبی عبد اللہ محمد بن النعمان، وعمل ذلک قبل جمال الدین العجمی الھمذانی وممن عمل ذلک علی قدر وسعہ یوسف الحجار بمصر وقد رأی النبی ﷺ وھو یحرِّض یوسف المذکور علی عمل ذلک۔(۱)

”علامہ ابن ظفر رحمہ اللہ تعالیٰ الدر المنتظم میں کہتے ہیں کہ اہل محبت حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی میں دعوت طعام منعقد کرتے ہیں۔ قاہرہ کے جن اصحاب محبت نے بڑی بڑی ضیافتِ طعام کا انعقاد کیا ان میں شیخ ابوالحسن ہیں جو کہ ابن قفل قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے نام سے مشہور ہیں جو کہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ محمد بن النعمان کے شیخ ہیں۔ اور یہ عمل مبارک جمال الدین العجمی الھمذانی نے بھی کیا اور مصر میں سے یوسف الحجار نے اسے بقدر وسعت منعقد کیا اور پھر انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ یوسف الحجار کو عمل مذکور کی ترغیب دے رہے تھے۔“

۲۱۔ امام یوسف بن علی بن زریق الشامی

قال: وسمعت یوسف بن علی بن زریق الشامی الأصل المصری المولد الحجار بمصر فی منزلہ بھا حیث یعمل مولد النبی ﷺ یقول: رأیت النبی ﷺ فی المنام منذ عشرین سنة وکان لی أخ فی اللہ تعالیٰ یقال لہ الشیخ ابو بکر الحجار فرأیت کأننی وأبا بکر ھذا بین یدی النبی ﷺ جالسین، فأمسک أبوبکر لحیة نفسہ وفرقھا نصفین وذکر للنبی ﷺ کلاماً لم أفھمہ فقال

(۱) یوسف صالحی، سبل الھدی والرشاد، ۱: ۳۶۳

النبی ﷺ مجیباً له: لولا هذا لکانت هذه فی النار. ودار إلیّ وقال: لأضربنک. وکان بیده قضیب فقلت: لأی شیء یا رسول اللہ؟ فقال: حتی لا یبطل المولد ولا السنن. قال یوسف: فعملته منذ عشرین سنة الی الآن. قال: وسمعت یوسف المذکور یقول: سمعت أخی أبابکر الحجار یقول: سمعت منصوراً النشار یقول: رأیت النبی ﷺ فی المنام یقول لی: قل له لا یبطله. یعنی المولد ما علیک ممن اکل وممن لم یاکل. قال: وسمعت شیخنا أباعبد اللہ بن أبی محمد النعمان یقول: سمعت الشیخ أبا موسیٰ الزرهونی یقول: رأیت النبی ﷺ فی النوم فذکرت له ما یقوله الفقهاء فی عمل الولائم فی المولد فقال ﷺ (من فرح بنا فرِحُنا به)۔(۱)

”آپ (علامہ ابن ظفر) کہتے ہیں کہ یوسف بن علی بن زریق الشامی جو کہ اصلاً مصری ہیں وہ مصر کے شہر حجار میں اپنے گھر میں (جہاں وہ میلاد النبی ﷺ کی محفل کا انعقاد کرتے ہیں) پیدا ہوئے، فرماتے ہیں: میں نے بیس سال قبل نبی اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی، میرا ایک اللہ کی خاطر بھائی ہے اسے شیخ ابو بکر الحجار کہتے ہیں۔ پس میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میں اور ابو بکر حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ابو بکر نے خود اپنی داڑھی پکڑی اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور حضور ﷺ سے کوئی کلام کیا جو کہ میں نہ سمجھ پایا، پس نبی اکرم ﷺ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اگر یہ نہ ہوتا تو یہ آگ میں ہوتی اور میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: میں تمہیں ضرور سزا دوں گا اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی پس میں نے عرض کیا یا رسول

(۱) یوسف صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۱: ۳۶۳

اللہ ﷺ کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تاکہ تم نہ ہی میلاد شریف کا اہتمام ترک کرو اور نہ ہی سنتوں کا۔

یوسف کہتے ہیں میں گزشتہ بیس سالوں سے آج کے دن تک مسلسل میلاد مناتا آ رہا ہوں۔ (ابن ظفر) کہتے ہیں کہ میں نے انہی یوسف سے سنا ہے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی ابوبکر الحجار سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے منصور النشار کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ مجھے فرما رہے تھے کہ میں اسے یعنی (یوسف بن علی) کو کہوں کہ وہ یہ عمل (میلاد کی خوشی میں دعوتِ طعام) ترک نہ کرے، کوئی اس میں کچھ کھائے یا نہ کھائے تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ (ابن ظفر) کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ابوعبداللہ بن اَبی محمد النعمان کو سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوموسیٰ الزرھونی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے وہ تمام باتیں ذکر کر دیں جو کہ فقہاء میلاد کی ضیافت کے بارے میں کہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جو ہم سے خوش ہوا ہم اس سے خوش ہوتے ہیں۔“

۲۲۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ (م۹۴۲ھ/ ۱۵۳۶ء)

سیرت النبی کی معروف اور ضخیم ترین کتاب سبل الھدیٰ کے مصنف لکھتے ہیں:

و اما ما یعمل فیه فینبغي ان یقتصر فیه علی ما یفهم الشکر لله تعالیٰ من نحو ما تقدم ذکره من التلاوة و الإطعام و الصدقة و إنشاد شي من المدائح النبویة و الزهدیة المحرکة للقلوب الی فعل الخیرات و العمل للاخرة۔(۱)

(۱) صالحی سبل الھدیٰ والرشاد، ۱: ۳۶۶

''جہاں تک میلاد شریف کے دن اعمال صالحہ کا تعلق ہے تو اس روز ہر وہ فعل و عمل انجام دیا جائے جس سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکر و سپاس کا اظہار ہو۔ مثلا تلاوتِ قرآن مجید، فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا، صدقات و خیرات کرنا، محافلِ نعت منعقد کرنا اور ایسے قصائد سنانا جو دلوں کو آخرت اور اعمال حسنہ کی طرف مائل کریں۔''

۲۳۔ امام ابن حجر مکیؒ (۹۰۹۔۹۷۳ھ/۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)

الموالد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير كصدقة و ذكر و صلاة و سلام على رسول الله ﷺ۔(۱)

''ہمارے ہاں میلاد و اذکار کی جو محفلیں منعقد ہوتی ہیں وہ زیادہ تر بھلے کاموں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ مثلاً ان میں ذکر کیا جاتا ہے، حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور صدقات دیئے جاتے ہیں یعنی غرباء کی امداد کی جاتی ہے۔''

۲۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)

لا يزال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده ﷺ و يعملون الولائم و يتصدقون في لياليه بانواع الصدقات و يظهرون السرور و يزيدون في المبرات و يعتنون بقراء مولده الكريم۔(۲)

''ہمیشہ سے مسلمانوں کا یہ دستور ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں، صدقات و خیرات اور خوشی کے اظہار کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں۔ اس موقع پر وہ ولادت باسعادت کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں۔''

---

(۱) ابن حجر مکی، فتاویٰ حدیثیہ: ۱۲۹

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ماثبت من السنہ: ۶۰

۲۵۔امام زرقانیؒ (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)

استمر (أهل الاسلام) بعد القرون الثلاثة التی شهد المصطفی ﷺ بخیرتها فهو بدعة و فی انها حسنة قال السیوطی وهو مقتضی کلام ابن الحاج فی مدخله فانه انما ذم ما احتوی علیه من المحرمات مع تصریحه قبل بانه ینبغی تخصیص هذا الشهر بزیادة فعل البر و کثرة الصدقات والخیرات و غیر ذالک من وجوه القربات و هذا هو عمل المولد مستحسن والحافظ ابی الخطاب بن دحیة و الف فی ذالک "التنویر فی مولد البشیر النذیر" فاجازه الملک المظفر صاحب اربل بالف دینار و اختاره ابو الطیب السبتی نزیل قوص وهولاء من رجلة المالکیة او مذمومة و علیه التاج الفاکهانی و تکفل السیوطی لرد ما استند علیه حرفاً حرفاً والأول أظهر لما اشتمل علیه من الخیر الکثیر (یحتفلون) یهتمون (بشهر مولده علیه الصلوة والسلام و یعملون الولائم و یتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات و یظهرون السرور) به (و یزیدون فی المبرات و یعتنون بقرا ة) قصة (مولوده الکریم و یظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم)۔(۱)

اہل اسلام ان ابتدائی تین ادوار (جن کو حضور نبی اکرم ﷺ نے خیرالقرون فرمایا ہے) کے بعد سے ہمیشہ ماہ میلاد النبی ﷺ میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ عمل (اگرچہ) بدعت ہے مگر ''بدعت حسنہ'' ہے (جیسا کہ امام سیوطیؒ نے فرمایا ہے اور ''مدخل'' میں ابن الحاجؒ کے کلام سے بھی یہی مراد

(۱) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۱:۱۳۹

ہے اگرچہ انہوں نے ان محافل میں در آنے والی ممنوعات (محرمات) کی مذمت کی ہے لیکن اس سے پہلے تصریح فرما دی ہے کہ اس ماہ مبارک کو اعمال صالحہ اور صدقہ و خیرات کی کثرت اور دیگر اچھے کاموں کے لئے خاص کر دینا چاہئے۔ میلاد منانے کا یہی طریقہ پسندیدہ ہے۔ حافظ ابوخطاب بن دحیہ کا بھی یہی موقف ہے جنہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب (التنویر فی المولد البشیر والنذیر) تالیف فرمائی جس پر بادشاہ مظفر شاہ ''اربل'' نے انہیں ایک ہزار دینار (بطور انعام) پیش کیا اور یہی رائے ''ابوطیب سبتی'' کی ہے جو قوص کے رہنے والے تھے۔ یہ تمام علماء جلیل القدر مالکی ائمہ میں سے ہیں یا پھر یہ (عمل مذکور) بدعت مذمومہ جیسا کہ ''التاج الفاکہانی'' کی رائے ہے۔ امام سیوطیؒ نے ان کی طرف منسوب عبارات کا حرف بحرف رد فرمایا ہے (بہرحال) پہلا قول ہی زیادہ راجح اور واضح تر ہے۔ بایں وجہ یہ اپنے دامن میں خیر کثیر رکھتا ہے۔ لوگ (آج بھی) ماہ میلاد النبی ﷺ میں اجتماعات کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور اس کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات و خیرات دیتے ہیں اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ نیکیاں کثرت سے کرتے ہیں اور مولود شریف کے واقعات پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اس کی خصوصی برکات اور بے پناہ فضل و کرم ان پر ظاہر ہوتا ہے۔

۲۶۔ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صله بالنبی ﷺ فلم یفتح لی سنة من السنین شی اصنع به طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمته بین الناس فرایته ﷺ و بین یدیه هذا الحمص متبهجا

بشاشا۔(۱)

''میں ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا، لیکن ایک سال (بوجہ عسرت) کھانے کا اہتمام نہ کرسکا، مگر میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ خوش و خرم تشریف فرما ہیں۔''

۲۷۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء)

و کنت قبل ذالک بمکة المعظمة فی مولد النبی ﷺ فی یوم ولادته و الناس یصلون علی النبی ﷺ و یذکرون ارهاصاته التی ظهرت فی ولادته و مشاهدة قبل بعثته فرایت انواراً سطعت دفعة و احداة لا اقوال انی ادرکتها ببصر الجسد ولا اقوال ادرکتها ببصر الروح فقط والله اعلم کیف کان الامر بین هذا و ذالک فتاملت تلک الأنوار فوجدتها من قبل الملائکة الموکلین بامثال هذا المشاهد و بامثال هذه المجالس و رایت یخالطه انوار الملائکة انوار الرحمة۔(۲)

اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی ولادت با سعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے

(۱) شاہ ولی اللہ، الدر الثمین: ۴۰

(۲) شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین: ۸۰، ۸۱

پہلے ہوا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار وتجلیات کی برسات شروع ہوگئی۔ میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر صرف جسم کی آنکھ سے دیکھا تھا نہ یہ کہتا ہوں کہ فقط روحانی نظر سے دیکھا تھا، بہر حال جو بھی ہو میں نے غور وخوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دو میں سے کون سا معاملہ تھا۔''

۲۸۔ مفتی عنایت اللہ کاکورویؒ (۲۲۸ھ/۸۱۳ء)

اہل حرمین کا معمول میلاد

حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے مولود شریف کرتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں سو یہ امر موجب برکات عظیم ہے اور سبب ہے ازدیاد محبت کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کے، بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد نبوی شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں مکان ولادت آنحضرت ﷺ۔(۱)

۲۹۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (۱۲۳۳ھ/۱۳۱۷ھ)

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے۔ اگر احتمام تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم

(۱) کاکوروی، تواریخ حبیب الٰہ : ۱۵

امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔(۱)

آپ آگے چل کر لکھتے ہیں:

مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اس قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے۔ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں۔(۲)

مشہور کتابچہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں فرماتے ہیں:

فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہے، بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں۔(۳)

''جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں خلاف شرع کہتے ہیں''

۳۰۔ مفتی محمد مظہر اللہ دہلویؒ

میلاد خوانی بشرطیکہ صحیح روایات کے ساتھ ہو اور بارہویں شریف میں جلوس نکالنا بشرطیکہ اس میں کسی فعل ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یہ دونوں جائز ہیں۔ ان کو ناجائز کہنے کے لئے دلیل شرعی ہونی چاہئے۔ مانعین کے پاس اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہے؟ یہ کہنا کہ صحابہ کرام نے نہ کبھی اس طور سے میلاد خوانی کی نہ جلوس نکالا ممانعت کی دلیل نہیں بن سکتی کہ کسی جائز امر کو کسی کا نہ کرنا اس کو ناجائز نہیں کرسکتا۔(۴)

۳۱۔ مولانا عبدالحی لکھنوی (۱۲۶۴۔۱۳۰۴ھ/۱۸۴۸۔۱۸۸۷ء)

آپ دن اور تاریخ کے تعین کے بارے میں لکھتے ہیں:

(۱) مہاجر مکی، شمائم امدادیہ: ۹۴

(۲) مہاجر مکی، شمائم امدادیہ: ۸۷، ۸۸

(۳) فیصلہ ہفت مسئلہ: ۹

(۴) فتاویٰ مظہری: ۴۳۵، ۴۳۶

جس زمانے میں بطرز مندوب محفل میلاد کی جائے باعث ثواب ہے اور حرمین، بصرہ، شام، یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور کار خیر کرتے ہیں اور قرات اور سماعت میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں اور یہ اعتقاد نہیں کرنا چاہئے کہ ربیع الاول میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔(۱)

۳۲۔ شیخ محمد رضا مصریؒ کی تحقیق

امام ابوشامہ شیخ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے دور کا نیا مگر بہترین عمل آنحضرت ﷺ کے یوم ولادت کا جشن منانے کا عمل ہے جس میں اس مبارک خوشی کی مناسبت سے صدقہ وخیرات، محفلوں کی زیبائش و آرائش اور اظہار مسرت کیا جاتا ہے۔ یہ مبارک تقریبات فقراء سے حسن سلوک کے علاوہ امتیوں کی حضور ﷺ سے والہانہ عقیدت ومحبت اور اہل محفل کے دل میں آپ کی فضیلت وعظمت کی پختگی اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنے والے کے قلبی شکر و امتنان کا احساس دلاتی ہیں۔

امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے۔ اس کے بعد سے تمام ممالک و امصار میں مسلمانان عالم عید میلاد النبی ﷺ مناتے چلے آ رہے ہیں وہ ان دنوں میں خیرات وصدقات کرتے اور میلاد النبی ﷺ کی مجالس منعقد کرتے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر حق تعالیٰ کا عام فضل وکرم ہوتا ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے سال بھر امن و عافیت رہتی ہے اور یہ مبارک عمل ہر نیک مقصد میں فوری کامیابی کی بشارت کا سبب بنتا ہے۔

سلاطین اسلام میں اس طریقہ کو رائج کرنے والے سب سے پہلے شاہ اربل سلطان مظفر ابوسعید تھے جن کی فرمائش پر حافظ ابن دحیہ نے اس موضوع پر ایک کتاب

(۱) فتاویٰ عبدالحی، ۲: ۲۸۳

''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' تالیف کی تھی۔ اس پر شاہ نے خوش ہو کر مؤلف کو ایک ہزار دینار انعام عطا فرمایا تھا۔ اسی سلطان نے سب سے پہلے جشن میلاد النبی منعقد فرمایا تھا وہ ہر سال ماہ ربیع الاول میں یہ جشن انتہائی اہتمام کے ساتھ بہت اعلیٰ پیمانے پر منایا کرتے تھے۔ وہ طبعاً نہایت سخی، جواں مرد، شیر دل، فیاض طبع، نہایت زیرک و دانا اور منصف مزاج تھے۔ کہا گیا ہے کہ وہ ہر سال جشن میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کیا کرتے تھے۔

سلطان ابوحمو موسیٰ شاہ تلمسان بھی عید میلاد النبی ﷺ کا عظیم الشان جشن منایا کرتے تھے جیسا کہ ان کے زمانہ میں اور ان سے قبل مغرب اقصیٰ و اندلس کے سلاطین بھی منایا کرتے تھے۔ سلطان ابوحمو کے جشن کی تفصیل حافظ سید ابوعبداللہ تونسی ثم تلمسانی نے اپنی درج ذیل کتاب میں بیان کی ہے جس کا نام یہ تھا:

راح الارواح فیما قاله مولی ابوحمو
من الشعر و قیل فیه من الامداح

(سلطان ابوحمو اور دوسروں کے فرمودہ منقبتی اشعار میں ارواح انسانی کے لئے راحت وسکون ہے۔)

مولف نے بیان کیا ہے کہ سلطان تلمسان صاحب رائے معززین کے مشورہ سے شب میلاد النبی ﷺ میں ایک عام دعوت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے جس میں بلااستثناء ہر خاص و عام کو شرکت کی اجازت ہوتی تھی۔ اس محفل میں اعلیٰ قسم کے قالینوں کا فرش اور منقش پھولدار چادریں بچھائی جاتیں۔ سنہرے کار چوبی غلافوں والے گاؤ تکیے لگائے جاتے تھے۔ ستونوں کے برابر بڑے بڑے شمعدان روشن کئے جاتے تھے۔ بڑے بڑے دسترخوان بچھائے جاتے تھے۔ بڑے بڑے گول اور خوشنما نصب شدہ بخور دانوں میں بخور سلگایا جاتا تھا جو دیکھنے والوں کو پگھلایا ہوا سونا معلوم ہوتا تھا پھر تمام حاضرین کے سامنے انواع و اقسام کے کھانے چنے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ موسم بہار میں رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ ایسے کھانے جن کی طرف دل کو رغبت ہو اور جنہیں دیکھ کر آنکھیں لذت

اندوز ہوں۔ ان محفلوں میں اعلیٰ قسم کی خوشبوئیں بسائی جاتی تھیں جن کی مہک سے فضاء معطر ہو جاتی تھی۔ مہمانوں کو حسب مراتب ترتیب وار بٹھایا جاتا تھا یہ ترتیب جشن کی مناسبت سے دی جاتی تھی۔ حاضرین پر عظمت نبوت کا جلال و وقار چھایا رہتا تھا۔

انعقاد محفل کے بعد سامعین آنحضرت ﷺ کے مناقب و فضائل اور ایسے پاکیزہ خیالات و نصائح سنتے جو انہیں گناہوں سے توبہ کی طرف راغب کرتے۔ خطباء اسلوب بیان کے مدوجزر اور خطاب کے تنوعات سے سامعین کے قلوب کو گرماتے اور سامعین کو لذت اندوز کرتے تھے۔

ہمارے زمانہ میں بھی مسلمانان عالم اپنے اپنے شہروں میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ مصر کے علاقوں میں یہ محفلیں مسلسل منعقد کی جاتی ہین اور ان میں برابر میلاد نبوی سے متعلق واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ فقراء و مساکین کو خیرات تقسیم کی جاتی ہے۔ خاص شہر قاہرہ میں اس روز ظہر کے بعد ایک پیادہ جلوس کمشنر آفس کے سامنے سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے جو پولیس کے حفاظتی دستوں کے ساتھ سڑکوں سے گزرتا ہے۔ یہ جلوس مقامات غوریہ، اشراقیہ، کوئلہ بازار اور حسینیہ سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان پر ختم ہوتا ہے۔ ان راستوں پر ہجوم بڑھتا جاتا ہے، جلوس کے آگے پولیس کے سوار دستے ہوتے ہیں اور دونوں طرف فوج کے کچھ افسر ہوتے ہیں۔ مصر میں یہ مبارک دن حکومت کی طرف سے منایا جاتا ہے چنانچہ عباسیہ میں وزراء و حکام کے لئے شامیانے نصب کئے جاتے ہیں اور خود شاہِ وقت یا ان کے نائب جلسہ گاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ شاہ کے پہنچنے پر فوج سلامی دیتی ہے پھر وہ شامیانے مین داخل ہوتے ہیں پھر صوفیاء اور مشائخ طریقت اپنے اپنے جھنڈے لئے وہاں حاضر ہوکر ذکر میلاد النبی سماعت فرماتے ہیں۔ ختم محفل پر شاہ میلاد کا بیان کرنے والے کو شاہانہ خلعت عطا فرماتے ہیں پھر حاضرین میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، شربت پلایا جاتا ہے۔ اس کے بعد توپوں کی گونج میں شاہانہ سواری مراجعت فرما ہوتی ہے پھر شام کے وقت خیموں پر نصب شدہ قمقمے روشن کئے جاتے

ہیں۔ بہترین آتشبازی چھوڑی جاتی ہے اس دن تمام دفاتر میں تعطیل ہوتی ہے نیز بمقام مشہد حسینی کمشنر مصر کی موجودگی میں سیرت النبی کا بیان ہوتا ہے۔ آج کل مذہبی علماء اور بیدار مغز حکام کی توجہات و مساعی جمیلہ سے بیشتر مروجہ بدعتوں کو دور کیا جا رہا ہے۔

یہ جشن میلاد النبی کے اہتمام کا بیان کیا گیا ہے، ساتھ ہی ہم حکام وقت سے مسلسل یہ مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ وہ ہر برائی جو دین کے خلاف ہے اور وہ تمام غیر ضروری باتیں جو ان مبارک مجالس کے موقعوں پر رواج پا گئی ہیں انہیں سختی سے روک دیا جائے کیونکہ یہ باتیں اسلام کی خوبیوں کو داغدار بنا دیتی ہیں اور مجالس میلاد کے انعقاد کے پاکیزہ مقاصد کو مفاسد سے آلودہ کر دیتی ہیں۔(۱)

۳۳۔ شیخ محمد بن علوی المالکی المکی کی رائے

ان الاحتفال بالمولد النبوی الشریف تعبیر عن الفرح والسرور بالمصطفیٰ ﷺ و قد انتفح به فقد جاء فی البخاری انه یخفف عن ابی لهب کل یوم الاثنین بسبب عتقه لثویبه جاریته لما بشرته بولادہ المصطفیٰ ﷺ۔(۲)

”بیشک میلاد النبی کی محفل حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی و مسرت سے عبارت ہے اور اس اظہار خوشی پر تو کافر نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ سوموار کے روز اس لئے ابولہب کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے کہ اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دینے پر بناء (اظہار مسرت کی وجہ سے) آزاد کر دیا تھا۔“

(۱) محمد رضا، محمد رسول اللہ ﷺ: ۲۶۔ ۲۸

(۲) محمد بن علوی المالکی، حول الاحتفال بذکر المولد النبوی الشریف، ۲۲

بلادِ اسلامیہ میں جشن میلاد النبی ﷺ

ماہ ربیع الاول کا آغاز ہوتے ہی پورا عالم اسلام میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منانا شروع کر دیتا ہے۔ ہر اسلامی ملک اپنی ثقافت اور رسم و رواج کے مطابق محبت آمیز جذبات کے ساتھ یہ دن مناتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ دن آج کے مسلمان ہی نہیں مناتے بلکہ ماضی بعید اور قریب میں بھی انتہائی گرمجوشی اور اہتمام کے ساتھ اس دن کو منایا جاتا رہا ہے۔ ہم یہاں چند اسلامی مراکز کا تذکرہ کر رہے ہیں جس سے اسلامی معاشروں میں مولد النبی ﷺ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۔ مکہ مکرمہ میں محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد

قال السخاوی: و اما اهل مكة معدن الخير والبركة فيتوجهون الى المكان المتواتر بين الناس انه مجل مولده وهو فى "سوق الليل" رجاء بلوغ كل منهم بذالک المقصد و يزيد اهتمامهم به على يوم العيد حتى قل ان يتخلف عنه احد من صالح و طالح، و مقل و سعيد سيما "الشريف صاحب الحجاز" بدون توار و حجاز قلت: الان سيماء الشريف لإتيان ذالک المكان ولا فى ذالک الزمان، قال: وجود قاضيها و عالمها البرهانى الشافعى اطعام غالب الواردين و كثير من القاطنين المشاهدين فاخر الاطعمة والحلوى، و يمد للجمهور فى منزله صبيحتها سماطاً جامعاً رجاء لكشف البلوى، و تبعه ولده الجمالى فى ذالک للقاطن و السالک، قلت: اما الان فما بقى من تلک الاطعمة الا الدخان، ولا يظهر مما ذكر الا بريح الريحان فالحال كما قال

اما الخیام فانها کخیامهم
واری نساء الحی غیر نسائهم(۱)

امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ خیر و برکت کی کان ہیں۔ وہ اس مشہور مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کی جائے ولادت ہے۔ یہ سوق اللیل میں واقع ہے (متوجہ اس لئے ہوتے ہیں) تاکہ ان میں سے ہر کوئی اپنے مقصد کو پا لے یہ لوگ عید (میلاد) کے دن اس اہتمام میں مزید اضافہ کرتے ہیں یہاں تک کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی نیک یا بد، سعید یا شقی اس اہتمام سے پیچھے رہ جائے۔ خصوصاً امیر حجاز (بشریف مکہ) بلاتردد (بخوشی) شرکت کرتے ہیں اور امیر حجاز (الشریف) کی آمد پر اس جگہ ایک مخصوص نشان بنایا جاتا ہے پہلے زمانہ میں نہ تھا اور مکہ کے قاضی اور عالم ''البرھانی الشافعی'' نے بے شمار زائرین، خدام اور حاضرین کو کھانا اور مٹھائیاں کھلانے کو پسندیدہ قرار دیا ہے اور وہ (امیر حجاز) اپنے گھر میں عوام کے لئے وسیع وعریض دسترخوان بچھاتا ہے، یہ امید کرتے ہوئے کہ آزمائش اور مصیبت ٹل جائے اور اس کے بیٹے ''الجمالی'' نے بھی خدام اور مسافروں کے حق میں اپنے والد کی اتباع کی ہے۔ میں کہتا ہوں...... اب ان کھانوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے دھوئیں کے اور نہ ہی مذکورہ بالا اشیاء میں سے پھولوں کی خوشبو کے سوا کچھ رہا۔ اب تو حال شاعر کے اس شعر کے مطابق ہے:

(خیمے تو ان کے خیموں کی طرح ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس قبیلے کی عورتیں ان عورتوں سے بہت مختلف ہیں)

صدیوں سے اہل مکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے رہے ہیں۔ اس کی تفصیل یوں ہے:

(۱) علی قاری، المورد الروی فی مولد النبی: ۱۵

يزار مولد النبی المكانی فی الليلة الثانية عشر من ربيع الاول فی كل عام فيجتمع الفقهاء و الاعيان علی نظام المسجد الحرام و القضاة الاربعة بمكة المشرفة بعد صلاة المغرب بالشموع الكثيرة و المفروعات و الفوانيس و المشاغل و جميع المشائخ مع طوائفهم بالاعلام الكثيرة و يخرجون من المسجد الی سوق الليل و يمشون فيه الی محل مولد الشريف بازدحام و يخطب فيه شخص و يدّعو للسلطنة الشريفة ثم يعودون الی المسجد الحرام و يجلسون صفوفا فی وسط المسجد من جهة الباب الشريف و القضاة يدعو للسلطان و يلبسه الناظر خلعة و يلبس شيخ الفراشين خلعة ثم يؤذن للعشاء و يصل الناس علی عادتهم ثم يمشی الفقهاء مع ناظر الحرم الی الباب الذی يخرج منه من المسجد ثم يتفرقون، و هذا من اعظم مراكب ناظر الحرم الشريف بمكة المشرفة و ياتی الناس من البدو و الحضرو اهل جدة و سكان الاودية فی تلک الليلة و يفرحون بها۔(۱)

''۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا ہے۔ تمام علاقوں کے علماء، فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہو جاتے ہیں ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے گزرتے ہوئے مولد النبی ﷺ (وہ مکان جس میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں ہیں (یہ مشعل بردار جلوس ہوتا ہے) وہاں لوگوں کا کثیر اجتماع ہوتا ہے کہ جگہ نہیں ملتی پھر ایک عالم دین وہاں خطاب

(۱) الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام: ۱۹۶

کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہوتی ہے اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت مسجد حرام اور ایسی محفل کے انتظام کرنے والوں کی دستار بندی کرتا۔ پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی، اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتی کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔"

الجامع اللطیف میں مکہ مکرمہ میں جشن میلاد کے حوالے سے لکھا ہے۔

جرت العادة بمكة ليلة الثانى عشر من ربيع الاول كل عام ان قاضى مكه الشافعى يتهياء لزيارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب فى جمع عظيم منهم الثلاثة القضاة و اكثر الاعيان من الفقهاء و الفضلاء و ذوى البيوت بفوانيس كثيرة و شموع عظيمة و ازدحام عظيم و يدعى فيه للسلطان و لامير مكة و للقاضى الشافعى بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام ثم يعود منه الى المسجد الحرام قبيل العشاء و يجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بازاء قبة الفراشين و يدعو الداعى لمن ذكر انفا بحضور القضاة و اكثر الفقهاء ثم يصلون العشاء و ينصرفون ولم أقف على أول من سن ذالک سألت مؤرخى العصر فلم أجد عندهم علما بذالک۔(۱)

ہر سال مکہ شریف میں ۱۲ ربیع الاول کی رات کو اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہب فقہ

(۱) الجامع اللطیف فی فضل مکہ واہلہا و بناء البیت الشریف: ۲۰۱

کے ائمہ، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ ہوتا ہے اور پھر بادشاہِ وقت، امیرِ مکہ اور قاضی شافعی (منتظم ہونے کی وجہ سے) کے لئے دعا کی جاتی ہے اور یہ اجتماع عشاء تک جاری رہتا ہے اور عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آ جاتے ہیں مقام ابراہیم علیہ السلام پر اکٹھے ہو کر دوبارہ دعا کرتے ہیں۔ اس میں بھی تمام قاضی اور فقہاء شریک ہوتے ہیں پھر عشاء کی نماز ادا کی جاتی ہے اور پھر الوداع ہو جاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور بہت سے ہم عصر مورخین سے پوچھنے کے باوجود اس کا علم نہیں ہو سکا۔

مکہ معظّمہ میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کا آنکھوں دیکھا حال

ا۔ روزِ پیدائش آنحضرت ﷺ مکہ میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ اس کو ''عید یوم ولادت رسول اللہ'' کہتے ہیں۔ اس روز جلیبیاں بکثرت بکتی ہیں۔ حرم شریف میں حنفی مصلے کے پیچھے مکلّف فرش بچھایا جاتا ہے۔ شریف اور کمانڈر حجاز مع سٹاف کے لباس فاخرہ زرق برق پہنے ہوئے آ کر موجود ہوتے ہیں اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی جائے ولادت پر جا کر تھوڑی دیر نعت شریف پڑھ کر واپس آتے ہیں۔ حرم شریف سے مولد النبی تک دو رویہ لالٹینوں کی قطاریں روشن کی جاتی ہیں اور راستے میں جو مکانات اور دکانیں واقع ہیں ان پر روشنی کی جاتی ہے۔ جائے ولادت اس روز بقعہ نور بنی ہوتی ہے۔ جاتے وقت ان کے آگے مولود خوان نہایت خوش الحانی سے نعت شریف پڑھتے چلتے جاتے ہیں۔ ۱۱ ربیع الاول بعد نماز عشاء حرم محترم میں محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔ ۲ بجے شب تک نعت، مولد اور ختم پڑھتے ہیں اور رات مولد النبی پر مختلف جماعتیں جا کر نعت خوانی کرتی ہیں۔

۱۱ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپیں سلامی کے قلعہ جیاد سے ترکی توپ خانہ سر کرتا ہے۔ ان دنوں میں اہل مکہ بہت جشن

کرتے، نعت پڑھتے اور کثرت سے مجالس میلاد منعقد کرتے ہیں۔(۱)

۲۔ ۱۱ ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے در و دیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جبکہ حرم شریف کے موذن نے نماز عصر کے لئے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی ﷺ پر مبارک باد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے حنفی مصلے پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف کو عید میلاد کی مبارک باد دی پھر تمام وزراء اور ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیان شہر بھی شامل تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ شاندار مجمع نہایت انتظام و احتشام کے ساتھ مولد النبی ﷺ کی طرف روانہ ہوا۔ قصر سلطنت سے مولد النبی ﷺ تک راستے میں دو رویہ اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا اور خاص کر مولد النبی ﷺ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشک جنت بنا ہوا تھا۔

زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مودب کھڑا ہو گیا اور ایک شخص نے نہایت موثر طریقے سے سیرت احمدیہ ﷺ بیان کی جس کو تمام حاضرین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہے اور ایک عام سکوت تھا جو تمام محفل پر طاری تھا۔ ایسے متبرک مقام کی بزرگی کسیکو حرکت کرنے اجازت نہیں دیتی تھی اور اس یوم سعید کی خوشی ہر شخص کو بے حال کئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیر خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی جس میں عالم انسانی کے اس انقلاب عظیم پر روشنی ڈالی کہ جس کا سبب وہ خلاصۃ الوجود ذات تھی...... آخر میں قابل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کو سن کر سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ اس سے فارغ ہو کر سبھوں نے مقام ولادت کی ایک ایک کر کے زیارت کی پھر واپس ہو کر حرم شریف میں نماز عشاء ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب حرم شریف کے ایک دالان میں مقررہ سالانہ بیان میلاد سننے کے لئے جمع ہو گئے یہاں بھی مقرر نے نہایت خوش اسلوبی سے اخلاق و اوصاف نبی اکرم ﷺ بیان کئے۔

(۱) ماہنامہ ''طریقت'' لاہور

عید میلاد کی خوشی میں تمام کچہریاں، دفاتر اور مدارس بھی ۱۲ ربیع الاول کو ایک دن کے لئے بند کر دیئے گئے اور اس طرح یہ خوشی اور سرور کا دن ختم ہو گیا۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اسی سرور اور مسرت کے ساتھ پھر یہ دن دکھائے، آمین۔(۱)

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مندرجہ بالا دو اقتباسات ہمیں ماضی قریب کی یاددہانی کراتے ہیں جب مکہ مکرمہ میں جشن میلاد النبی ﷺ پوری عقیدت و محبت سے منایا جاتا تھا اور اتنا اہتمام کیا جاتا تھا جس کا تذکرہ کتب و رسائل میں محفوظ ہے لیکن یہی امت آج اس مقدس دن کے موقع پر جواز اور عدم جواز کی بحث میں پڑی ہوئی ہے...... افسوس صد افسوس !!! ☆

۲۔ مدینہ منورہ میں محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد

و لأهل المدينة...... كثرهم الله تعالى به احتفال و على فعله اقبال و كان للملك المظفر صاحب "اربل" بذالك فيها اتم العناية و اهتماما بشأنه جاوز الغاية فاثنى عليه به العلامة أبو شامة أحد شيوخ النووى السابق فى الاستقامة فى كتابة الباعث على البدع والحوادث و قال مثل هذا الحسن: يندب اليه و يشكر فاعله و يثنى عليه، زاد ابن الجزرى: ولو لم يكن فى ذالك إلا ارغام الشيطان و سرور أهل الإيمان قال يعنى الجزرى: و اذا كان أهل الصليب اتخذوا ليله مولد نبيهم عيداً أكبر فأهل الإسلام أولى بالتكريم و أجدر۔(۲)

---

(۱) ا۔ ماخوذ از اخبار "القبلہ" مکہ مکرمہ

۲۔ ماہنامہ "طریقت" لاہور

☆ یہ اقتباسات ہم نے امروز میگزین اشاعت ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء سے لئے ہیں اس پر ہم میگزین انچارج جناب سعید بدر کے خصوصی ممنون ہیں۔

(۲) ملا علی قاری، المورد الروی فی مولد النبی: ۱۵، ۱۶

اہل مدینہ (اللہ ان کو زیادہ کرے) بھی اسی طرح محافل منعقد کرتے ہیں اور اس طرح کے امور بجا لاتے ہیں اور بادشاہ مظفر شاہ اربکؒ اس معاملے میں بہت زیادہ توجہ دینے والا اور حد سے زیادہ اہتمام کرنے والا تھا۔ علامہ ابو شامہؒ (جو امام نووی کے شیوخ میں سے ہیں اور صاحب استطاعت بزرگ ہیں) اپنی کتاب ''الباعث علی البدع والحوادث'' میں اس اہتمام پر اس (بادشاہ) کی تعریف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ''اس طرح کے اچھے امور اس (بادشاہ) کو پسند تھے اور وہ ایسے افعال کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتا تھا۔ امام جزری اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گو ان امور کی بجا آوری سے صرف شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کی شادمانی و مسرت ہی مقصود ہو۔ آگے مزید فرماتے ہیں کہ جب عیسائی اپنے نبی کی شب ولادت کو بہت بڑے جشن کے طور پر مناتے ہیں تو اہل اسلام حضور نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ ﷺ کے یوم ولادت پر بے پناہ خوشی و مسرت کا اظہار کریں۔

۳۔ مصر اور شام میں محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد

فاکثرهم بذالک عناية اهل مصر والشام، ولسلطان مصر فی تلک الليلة من العام اعظم مقام، قال: ولقد حضرت فی سنة خمس و ثمانين و سبعمائة ليلة المولد عند الملک الظاهر برقوق رحمة الله...... بقلعه الجبل العلية، فرايت ما هالنی و سرنی وما ساءنی، و حررت ما انفق فی تلک الليلة علی القراء و الحاضرين من الوعاظ والمنشدين و غيرهم من الاتباع والغلمان والخدام المترددين بنحو عشرة الاف مثقال من الذهب ما بين خلع و مطعوم و مشروب و مشموم و شموع وغيرها ما يستقيم

به الضلوع، و عددت فی ذالک خمساً و عشرین من القراء الصیتین المرجو کونهم مثبتین، ولا نزل واحد منهم الا بنحو عشرین خلعة من السلطان ومن الامراء الاعیان قال السخاوی: قلت ولم یزل ملوک مصر خدام الحرمین الشریفین ممن وفقهم اللہ لهدم کثیر من المناکیر والشین ونظروا فی امر الرعیة کالوالد لولده، و شهروا انفسهم بالعدل، فاسعفهم اللہ بجنده و مدده۔(۱)

محافل میلاد کے اہتمام میں اہل مصر اور اہل شام سب سے آگے ہیں اور سلطان مصر ولادت باسعادت کی رات ہر سال محفل میلاد منعقد کرنے میں بلند مقام رکھتا ہے۔ فرمایا کہ میں ۷۸۵ھ میں سلطان ظاہر برقوقؒ کے پاس میلاد کی رات الجبل العلیہ کے قلعہ میں حاضر ہوا۔ وہاں وہ کچھ دیکھا جس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور بہت زیادہ خوش کیا اور کوئی چیز مجھے بری نہ لگی۔ میں ساتھ ساتھ لکھتا گیا جو بادشاہ نے اس رات قراء اور موجود واعظین، نعت خواں (شعراء) اور ان کے علاوہ کئی اور لوگوں، بچوں اور مصروف خدام کو تقریباً دس ہزار مثقال سونا، خلعتیں، انواع و اقسام کے کھانے، مشروبات، خوشبوئیں، شمعیں اور دیگر چیزیں دیں جن کے باعث وہ اپنی معاشی حالت درست کر سکتے تھے۔ اس وقت میں نے ایسے ۲۵ خوش الحان قراء شمار کئے جو اپنی مسحور کن آواز سے سب پر فائق رہے اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو سلطان اور اعیان سلطنت سے ۲۰ کے قریب خلعتیں لئے بغیر سٹیج سے اترا ہو۔ امام سخاوی کہتے ہیں کہ میرا موقف یہ ہے کہ مصر کے سلاطین جو حرمین شریفین کے خدام رہے ہیں ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اکثر برائیاں اور عیوب ختم کرنے کی توفیق عطا کر

(۱) علی القاری، المورد الروی فی مولد النبی ﷺ: ۱۳

رکھی تھی اور انہوں نے رعیت کے بارے میں ایسا ہی سلوک کیا جیسا والد اپنے بیٹے سے کرتا ہے اور انہوں نے قیام عدل کے ذریعے شہرت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں انہیں اپنی غیبی مدد سے نوازے۔

۴۔ اندلس میں محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد

و اما ملوک الاندلس والغرب فلهم فيه ليلة تسير بها الركبان يجتمع فيها ائمة العلماء الاعلام فمن يليهم من كل مكان و علوا بين اهل الكفر كلمة الايمان، واظن اهل الروم لا يتخلفون عن ذالک، اقتفاء بغيرهم من الملوک فيما هنالک۔(۱)

سلاطین اندلس اور شاہان بلاد مغرب (یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ) پر رات کے وقت قافلے کی صورت نکلتے جس میں بڑے بڑے ائمہ و علماء شامل ہوتے، راستے میں جگہ جگہ سے لوگ ان کے ساتھ ملتے چلے جاتے اور یہ سب اہل کفر کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے۔ میرا گمان غالب ہے کہ اہل روم بھی ان سے کسی طرح پیچھے نہیں تھے اور وہ بھی دوسرے بادشاہوں کی طرح محافل میلاد منعقد کرتے تھے۔

۵۔ بلاد ہند (برصغیر پاک و ہند) میں جشن میلاد النبی ﷺ

الاحتفال فی بلاد الهند: و بلاد الهند تزيد علی غيرها بكثير كما اعلمنيه بعض اولی النقد والتحرير و اما العجم فمن حيث دخل هذا الشهر المعظم والزمان المكرم لاهلها مجالس فخام من انواع الطعام للقراء الكرام و للفقراء من الخاص و العام، و قراءات الختمات والتلاوات المتواليات والإنشادات المتعاليات و أنواع

(۱) علی القاری، المورد الروی فی مولد النبی: ۱۴

السرور و اصناف الحبور حتی بعض العجائز من غزلهن و نسجهن یجمعن ما یقمن بجمعه الاکابر والاعیان و بضیافتهن ما یقدرون علیه فی ذالک الزمان، و من تعظیم مشایخهم و علمائهم هذا المولد المعظم و المجلس المکرم انه لا یأباه أحد فی حضوره، رجاء إدارک نوره و سروره و قد وقع لشیخ مشایخنا مولانا زین الدین محمود الهمدانی النقشبندی قدس الله سره العلی انه اراد سلطان الزمان و خاقان الدوران همایون بادشاه تغمده الله و احسن مثواه أن یجتمع به و یحصل له المدد والمدد بسبه فأباه الشیخ، و امتنع أیضا أن یاتیه السلطان استغناء بفضل الرحمن فألح السلطان علی وزیره بیرم خان بأنه لابد من تدبیر للاجتماع فی المکان ولو فی قلیل من الزمان، فسمع الوزیر ان الشیخ لا یحضر فی دعوة من هناء و عزاء إلا فی مولد النبی علیه السلام تعظیما لذالک المقام، فانهی إلی السلطان فأمره بتهیئة أسبابه الملوکانیة فی أنواع الأطعمة والأشربة و ممایتمم به و یبخر فی المجالس العلمیة، و نادی الاکابر والاهالی، و حضر الشیخ مع بعض الموالی فاخذ السلطان الابریق بید الادب و معاونة التوفیق والوزیر أخذ الطست من تحت امره رجاء لطفه و نظره و غسلا یدا الشیخ المکرم و حصل لهما ببرکة تواضعها لله و لرسوله ﷺ المقام المعظم والجاه المفخم۔(۱)

بلاد ہند میں میلاد النبی ﷺ کی تقریبات جیسا کہ بلند پایہ نقاد، علماء اور اہل قلم حضرات نے مجھے بتایا ہے ہندوستان کے لوگ دوسرے ممالک کی نسبت بڑھ

(۱) علی القاری، المورد الروی فی مولد النبی: ۱۴، ۱۵

چڑھ کر ان مقدس اور بابرکت تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں اور عجم میں جونہی اس ماہ مقدس اور بابرکت زمانے کا آغاز ہوتا لوگ عظیم الشان محافل کا اہتمام کرتے جن میں قراء حضرات اور عوام و خواص میں فقراء منش لوگوں کے لئے انواع و اقسام کے کھانوں کا انتظام کیا جاتا۔ مولود شریف پڑھا جاتا اور مسلسل تلاوت قرآن کی جاتی، بآواز بلند نعتیہ ترانے (قصیدے) پڑھے جاتے اور فرحت و انبساط کا متعدد طریقوں سے اظہار کیا جاتا حتی کہ بعض عمر رسیدہ خواتین سوت کات اور بن کر رقم جمع کرتیں جس سے اپنے دور کے اکابرین اور زعماء کی حسب استطاعت ضیافت کرتیں۔ میلاد النبی ﷺ کی اس بابرکت و مکرم مجلس کی تعظیم کا یہ عالم تھا کہ اس دور کے علماء و مشائخ میں سے کوئی بھی اس میں حاضر ہونے سے انکار نہ کرتا، یہ امید کرتے ہوئے کہ اس میں شریک ہو کر نور و سرور اور تسکین قلب حاصل کریں۔ ایک دفعہ شہنشاہ دوراں، سلطان زماں، ہمایوں بادشاہ (اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے اور اچھا ٹھکانہ دے) نے ارادہ کیا کہ وہ شیخ المشائخ زین الدین محمود ہمدانی نقشبندی قدس سرہ العزیز کے ہمراہ مجلس منعقد کرے اور ان کے لئے (مالی) اعانت کا اہتمام کرے اور یہ مدد اس (بادشاہ) کے واسطہ سے ہو تو شیخؒ نے آنے سے انکار کر دیا حتی کہ سلطان کو اپنے پاس بھی آنے سے روک دیا کیونکہ وہ بفضلہ تعالیٰ اس سے مستغنی تھے۔ بادشاہ نے اپنے وزیر بیرم خان سے اصرار کیا کہ اجتماع کی لازماً کوئی تدبیر کی جائے اگرچہ وہ محدود وقت کے لئے ہی ہو۔ وزیر نے سنا کہ شیخ محفل میلاد النبی ﷺ کے علاوہ کسی بھی خوشی یا غمی کی محفل میں شریک نہیں ہوتے۔ پس اس (وزیر) نے بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ شاہانہ کھانے اور مشروبات تیار کئے جائیں اور ایک مجلس علمی کے انعقاد کے تمام اسباب بہم پہنچائے جائیں۔ تمام اکابرین اور کارکنان سلطنت کو مدعو کیا تو شیخ اپنے بعض مریدین کے ساتھ تشریف لائے۔ سلطان نے نہایت ادب سے لوٹا پکڑا اور وزیر نے شیخ کی طرف لطف و کرم کی نظر کی امید کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں طشت

اٹھائی۔ یوں دونوں نے شیخ کے ہاتھ دھلوائے دونوں کو اللہ اور رسول کے حضور اپنی عاجزی وانکساری کی وجہ سے بڑا مقام و درجہ حاصل ہوا۔

میلاد النبی ﷺ پر ائمہ ومحدّثین کی گراں قدر تصانیف

اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے کئی منظوم ہیں اور کئی نثر میں، بعض مختصر ہیں، بعض ضخیم اور بعض درمیانی۔ ہم یہاں اس مختصر رسالے میں ان سب کتب کا تذکرہ نہیں کر رہے کیونکہ وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کے ذکر کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔

اس لیے ہم نے یہاں صرف کبار علماء امت میں سے بعض ایسے ائمہ ومحدثین کے ذکر پر اکتفا کیا ہے جنہوں نے اس موضوع پر باقاعدہ کتب لکھیں اور وہ مشہور و معروف بھی ہوئیں۔

۱۔ امام ابن جوزی (۵۱۰ھ۔۵۹۷ھ)

عبدالرحمان بن علی بن محمود بن علی بن عبداللہ بن حمادی القرشی الفقیہ الحنبلی جن کا لقب جمال الدین ہے۔ ۵۱۰ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۵۹۷ ہجری میں اسی شہر میں انتقال فرمایا۔ ابتدائی علوم پر صغرسنی میں ہی دسترس حاصل کر کے وعظ وتبلیغ میں لگ گئے۔ پھر حدیث میں مہارت اور پختگی حاصل کی تو حافظ اور محدث کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے ۱۵۹ سے زائد کتب تصنیف کیں جن میں سے اکثر حدیث، تاریخ اور مواعظ پر مشتمل ہیں۔

تفصیلی تذکرے کیلئے ملاحظہ ہو شذرات الذھب ۴: ۳۹۲، وفیات الاعیان ۲: ۳۲۱ اور تذکرۃ الحفاظ ۴: ۱۳۵ وغیرہ۔

انہوں نے میلاد النبی ﷺ پر مستقل کتاب لکھی جس کا نام ''المولد العروس'' رکھا۔

۲۔ ابن دحیہ الکلبی (۵۴۴ھ۔۶۳۳ھ)

عمر بن الحسن بن علی بن محمد ابوالخطاب ابن دحیہ الکلبی جو ۵۴۴ ہجری میں اندلس میں پیدا ہوئے اور ۶۳۳ ہجری میں وفات پائی۔ آپ نے علمی استفادے کیلئے شام، عراق، خراسان وغیرہ کے سفر کیے اور مصر میں قیام فرما رہے۔ آپ مشہور محدث، معتمد مورخ اور مایہ ناز ادیب تھے۔ بہت سی کتب لکھیں، اور شاندار علمی ورثہ چھوڑا۔ دیکھئے وفیات الاعیان ۳۸۱:۱، نفح الطیب ۳۶۸:۱، میزان الاعتدال ۲۵۲:۲، لسان المیزان ۴: ۲۹۵، شذرات الذهب ۱۶۰:۵، اور حسن المحاضرہ ۲۰۱:۱ وغیرہ۔

آپ کی دیگر تصانیف میں میلاد النبی پر ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' بھی ہے۔

۳۔ ابن عبداللہ الجزری (م ۶۶۰ھ)

ابوالخیر شمس الدین محمد ابن عبداللہ الجزری الشافعی۔ آپ کی وفات ۶۶۰ ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے وقت کے امام شیخ القراء اور امام قرأت تھے اور مشہور محدث اور معتمد تھے اور آپ کی ایک کتاب مولد النبی ﷺ پر بڑی مشہور ہوئی جس کا نام ''عرف التعریف بالمولد الشریف'' ہے۔

۴۔ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)

ان میلاد نگاروں میں حافظ امام عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر صاحب تفسیر القرآن کا نام بھی شامل ہے۔ امام ذہبی نے انہیں امام مفتی، محدث جلیل، ذوفنون اور علوم حدیث میں ثقہ کے القابات دیئے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی نے ''الدرر الکامنۃ'' صفحہ ۳۷۴ پر ان کے حالات تحریر کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ وہ متون حدیث اور اسمائے رجال کے مطالعہ میں مشغول رہے۔ انہوں نے ابن تیمیہ سے استفادہ کیا اور اس

کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور اس کی وجہ سے آزمائش سے گزرنا پڑا۔ آپ بہت حاضر جواب اور ظریف طبع تھے۔ ان کی تصانیف ان کی زندگی میں ہی دور دراز شہروں تک پہنچ گئیں جن سے ان کی وفات (۷۷۴ھ) کے بعد بھی لوگوں نے استفادہ کیا۔

امام ابن کثیر نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی میلاد کے بارے میں کتاب لکھی۔ جو حال ہی میں ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو گئی ہے۔

۵۔ حافظ عراقی (۷۲۵ھ۔ ۸۰۸ھ)

انہی مصنفین میں ایک حافظ عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن المصری المعروف حافظ العراقی ہیں جو ۷۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۰۸ھ میں انہوں نے وصال فرمایا۔ وہ معروف اور عظیم امام جن کا لقب ابو الفضل زین الدین ہے۔ آپ یکتائے زمانہ نابغہ روزگار محافظ اسلام مرجع خلائق بحر علم ومعرفت اور دانشور محقق ہیں۔ آپ علم وعرفان میں پختگی کے لحاظ سے سبقت لے جانیوالے ہیں۔ معاصر علماء وآئمہ نے ان کی یکتائی فن پر شہادت دی ہے۔ آپ نے حدیث اسناد اور ضبط روایات میں کمال ورسوخ حاصل کیا۔ دیار مصر میں حصول عرفان کیلئے منبع فیضان تھے۔ میری بساط ہی کیا ہے کہ میں اتنے بڑے امام کے بارے میں لب کشائی کر سکوں۔ وہ تو بحر ناپیدا کنار تھے۔ سنت نبوی ﷺ کے محافظ اور اس دین حنیف کیلئے مضبوط ستون تھے۔ حدیث و روایات اور اصول وقواعد کے ضمن میں صرف اتنا کہہ دینا ہی سند کا درجہ رکھتا ہے کہ ''قال العراقی'' یعنی یہ قول عراقی کا ہے ان کی کتاب ''الفیة السیرہ'' اپنے موضوع میں مستند ترین کتاب ہے۔

علم حدیث سے تھوڑا بہت شغف رکھنے والا ہر شخص ان کے علم وفضل سے بخوبی آگاہ ہے اس جلیل القدر امام نے جشن میلاد کے متعلق ایک مستقبل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام ''المورود الھنی فی المولد السنی'' رکھا گیا جس کا ذکر علامہ ابن فہد اور امام سیوطی جیسے بہت سے حفاظ حدیث نے اپنی تالیفات میں کیا ہے۔

۶۔ حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (۷۷۷ھ/۸۴۲ھ)

ان جلیل القدر آئمہ میں سے ایک حافظ محمد بن ابی بکر بن عبداللہ القیسی الدمشقی الشافعی المعروف حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی ہیں۔آپ کی پیدائش کا سال ۷۷۷ھ ہے جبکہ وفات کا سال ۸۴۲ھ ہے۔

ان کے متعلق حافظ ابن فہد نے ''لحظ الالحاظ'' ذیل تذکرہ الحفاظ صفحہ ۳۱۹ میں لکھا ہے۔

''امام حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی اعلیٰ پائے کے مؤرخ تھے۔ان کا ذہن رسا تندرست اور صحیح سلامت تھا (حفظ و ضبط میں رسوخ) دیگر محدثین کی طرح ان کا رسم الخط بڑا شاندار تھا۔ لا تعداد کتب ان کی نوک قلم سے نکلیں، بے شمار حواشی تحریر کیے۔مختلف علوم و فنون میں طبع آزمائی کی۔ یہاں تک کہ اپنے ہم عصروں میں نمایاں ہو گئے اور سبقت لے گئے۔ ہر آنے والے نے اس چشمہ صافی سے اپنی پیاس بجھائی۔''

آپ دمشق کے الشرفیہ دارالحدیث کے شیخ الحدیث بنے۔ امام سیوطیؒ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ بلاد دمشق کے محدث بن گئے۔ اسی طرح شیخ زاہد نے ''الطبقات'' کے حاشیے میں ''حافظ جمال بن عبدالھادی حنبلی نے ''الریاض الیانعة'' میں ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا۔ ''یہ شیخ ابن تیمیہ کے ہاں بھی قابل احترام تھے اور وہ آپ سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے۔''

ابن فہد نے ان کی ایک کتاب ''الرد الوافر علی من زعم ان من سمی ابن تیمیه شیخ الاسلام کافر'' کا تذکرہ کیا ہے۔

اتنے بڑے اور جلیل القدر امام نے میلاد النبی ﷺ کے بارے میں کئی کتب تحریر فرمائیں۔ ''کشف الظنون'' کے مصنف نے صفحہ ۳۱۹ میں ان کی تین کتب کا تذکرہ کیا ہے جو صرف اسی موضوع پر ہیں۔

۱۔ جامع الآثار فی مولد النبی المختار (تین جلدوں پر مشتمل ہے)
۲۔ اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق (یہ مختصر کتاب ہے)
۳۔ مورد الصادی فی مولد الهادی

۷۔ حافظ السخاوی (۸۳۱ھ۔۹۰۲ھ)

محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد القاہری المعروف حافظ السخاوی جو ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۰۲ھ مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ آپ بہت بڑے مورخ اور نامور حافظ حدیث تھے۔ امام شوکانی نے ''البدر الطالع'' میں آپ کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ کا شمار اکابر آئمہ میں ہوتا ہے۔

ابن فہد کا قول ہے کہ ''میں نے متاخرین حفاظ حدیث میں ان جیسا عالم نہیں دیکھا۔ انہیں معرفت حدیث، اسمائے رجال، راویوں کے حالات اور جرح و تعدیل میں کمال حاصل تھا اور ان تمام علوم میں آپ ہی سند تھے۔'' یہاں تک کہ ایک عالم نے کہا کہ ''حافظ ذہبی کے بعد ان جیسے ماہر علوم وفنون حدیث شخص کا وجود نہیں ملتا اور انہی پر فن حدیث ختم ہوگیا'' امام شوکانی کا کہنا ہے کہ اگر حافظ سخاوی کی ''الضوء الامع'' کے علاوہ کوئی اور تصنیف نہ بھی ہوتی تو یہی ایک کتاب ان کی امامت پر بڑی دلیل تھی۔

حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں ذکر کیا ہے کہ حافظ سخاوی نے میلاد شریف کے بارے میں ایک رسالہ ''مولد النبی'' ترتیب دیا۔

۸۔ امام جلال الدین السیوطی (۸۴۹ھ۔۹۱۰ھ)

عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین الخضری السیوطی کو کون نہیں جانتا۔ آپ کا علمی مقام آفتاب کی طرح ہر خاص و عام پر واضح ہے اسی لیے آپ کا لقب جلال الدین پڑا۔ آپ بہت بڑے محدث ہیں۔ آپ ۸۴۹ ہجری میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ یہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ جب چالیس

سال کے ہوئے تو دنیا کی دیگر مصروفیات، ناز ونعمت، علمی مناصب سے کنارہ کش ہو کر اور دریائے نیل کے کنارے ”روضة المقیاس“ میں معتکف ہو گئے۔ تمام مراعات اور مناصب کو ترک کر کے خلوت نشین ہونے کا مقصد تصنیف و تالیف تھا۔ چنانچہ آپ کے تذکروں میں لکھا ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد سات سو کے قریب پہنچتی ہے۔ آپ نے جشن میلاد النبی کے جواز میں بھی ”حسن المقصد فی عمل المولد“ کے نام سے رسالہ لکھا جو پوری دنیا میں مقبول ہوا۔ اب یہ الحاوی للفتاوئ میں شامل ہے۔

۹۔ ابن دیبع الشیبانی (۸۶۶ھ۔۹۴۴ھ)

اس قافلۂ عشاق نبوی ﷺ میں حافظ وجیہ الدین عبدالرحمٰن ابن علی بن محمد الشیبانی الیمنی الزبیدی الشافعی بھی ہیں۔ جو ابن دیبع کے لقب سے مشہور ہیں۔ سوڈانی زبان میں دیبع کا معنی سفید ہے۔ یہ دراصل ان کے جد اعلیٰ کا لقب تھا۔ آپ محرم ۸۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور جمعہ کے روز ۱۲ رجب ۹۴۴ھ میں وفات پائی۔ آپ امام زمانہ تھے۔ شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ فرما رہے۔ آپ نے ایک سو سے زیادہ دفعہ بخاری شریف کا درس دیا اور ایک مرتبہ چھ روز میں بخاری شریف کو ختم کیا۔

آپ نے میلاد نبوی ﷺ کے بارے میں ایک کتاب لکھی جو اسلامی ممالک میں مشہور ہے اور ہمیں اس کتاب کی تحقیق وتخریج کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

۱۰۔ امام ابن حجر المکی (م۹۷۴ھ)

شیخ الاسلام امام الحرمین مفتی المسلمین، صدر المدرسین، بقیۃ المجتہدین، شہاب الملۃ والدین، الفقیہ المحدث، الصوفی المحقق ابو العباس احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی المکی الشافعی (متوفی ۹۷۴ھ) جن کی شخصیت تعارف محتاج نہیں۔ الفتاوئ الکبرئ، الخیرات الحسان، الصواعق المحرقة اور الجوھر المنظم جیسی مشہور زمانہ کتب آپ کے علمی شاہکار ہیں۔ آپ علوم حدیث میں شیخ الاسلام ذکریا المصری کے خاص شاگرد تھے۔ شیخ الاسلام ابن حجر

عسقلانی آپ کے دادا استاد تھے۔ علامہ ملا علی قاری اور برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز فرزند علی المتقی صاحب کنز العمال آپ ہی کی مسند ارشاد و تدریس کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ نے میلاد النبی کے موضوع پر مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں۔

۱۔ **تحریر الکلام فی القیام عند ذکر مولد سید الانام ﷺ**

۲۔ **تحفة الاخیار فی مولد المختار ﷺ**

علاوہ ازیں انہوں نے اپنی مشہور کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں بھی اس موضوع پر تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

۱۱۔ ابن احمد الشربینی (م ۹۷۷ھ)

علامہ الفقیہ شیخ محمد بن احمد الشربینی الخطیب جن کی وفات ۹۷۷ھ میں ہوئی۔ آپ نے مولد النبی ﷺ پر ایک ۵۰ صفحات کا مخطوطہ تحریر فرمایا جو کہ صاف و واضح چھوٹے خط میں لکھا ہوا ہے۔

۱۲۔ ملا علی قاری (م۱۰۱۴ھ)

جشن میلاد النبی ﷺ پر لکھنے والوں میں حافظ حدیث، مجتہد الزمان امام ملا علی قاری بن سلطان بن محمد الھروی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) بھی ہیں۔ امام شوکانی نے ''البدر الطالع'' میں ان کے حالات نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ علوم نقلیہ کے جامع، سنت نبوی میں دسترس رکھنے والے، عالم اسلام کے بطل جلیل اور قوت حفظ و فہم میں نامور تھے لیکن آئمہ عظام بالخصوص امام شافعی پر اعتراض کرنے کے باعث آزمائش میں پڑ گئے۔

بہر حال امام شوکانی نے جس محدث جلیل کو مجتہد کا درجہ دیا ہے اس نے بھی میلاد النبی کے بارے میں ایک کتاب تالیف کی جس کا نام ''**المورد الروی فی المولد النبوی**'' ہے۔ بحمد اللہ میں نے اس کتاب پر تحقیق کی ہے اور پہلی مرتبہ تصحیح و حواشی کے ساتھ شائع کیا ہے۔

۱۳۔ عبدالکریم البرزنجی (م ۱۱۷۷ھ)

علامہ سید جعفر بن حسن بن عبدالکریم البرزنجی الشافعی۔ آپ مفتی اعظم مدینہ منورہ اور بڑے مشہور محدث و معتمد تھے۔ آپ کی تاریخ وفات پر اختلاف ہے جبکہ بعض نے آپ کی تاریخ وفات ۱۱۷۷ھ بتائی ہے۔ زبیدی نے آپ سے ملاقات کی اور ان کے دروس مسجد النبوی الشریف میں بھی حاضر ہوئے اور آپ کی مشہور و معروف کتاب مولد النبی ﷺ پر جو کہ معروف ہوئی ''بمولد البرزنجی'' اور بعض علماء نے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ ان کی کتاب کا نام ''عقد الجوهر فی مولد النبی الازهر'' ہے۔

آپ کا یہ میلاد نامہ بلاد عرب اور مسلم ممالک میں مشرق سے مغرب تک مشہور و معروف ہوا اور یہ میلاد نامہ مشہور میلاد ناموں میں سے ایک ہے۔ اسکی شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کثیر تعداد عرب وعجم کی اس رسالة کو حفظ کرتے ہیں اور دینی اجتماعات کی مناسبت کے اعتبار سے اسے پڑھتے ہیں۔ یہ میلاد نامہ حضور نبی اکرم ﷺ کی مختصر سیرت، آپ ﷺ کی بعثت اور ہجرت اور آپ ﷺ کے اخلاق اور غزوات اور آپ ﷺ کی وفات تک کے ذکر پر مشتمل ہے۔

آپ نے اس میلاد نامہ کے ابتداء میں یہ تحریر کیا ہے

''أبتدئ الإملاء باسم الذات العلية، مستدرا فيض البركات على ما أناله و أولاه''

اس کتاب کی شرح علامہ الفقیہ الشیخ ابو عبداللہ محمد بن احمد المعروف علیش (متوفی ۱۲۹۹ھ) نے کی ہے اور یہ شرح بہت ہی جامع اور مفید ہے اس کا نام ''القول المنجي على مولد البرزنجي'' جو کہ مصر سے کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔ اس شرح کو ان کے پوتے علامہ فقیہ و مورخ سید زین العابدین بن ھادی بن جعفر بن حسن برزنجی نے منظوماً اس کو تحریر کیا اس کو ۱۹۸ ابیات میں بیان کیا ہے جس کے شروع میں وہ یوں فرماتے ہیں کہ

بدأت باسم الذات عالیة الشأن
بها مستدراً فیض جود وإحسان

سید زین العابدین بڑے واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ان کے دادا مولد النبی ﷺ پر نثرأ انداز میں لکھنے والے پہلے صاحب ہیں۔ و بالعفو و الغفران فامنن تکرماً

اس منظوم میلاد نامہ کا نام علماء نے جو ذکر کیا ہے وہ "الکوکب الأنور علی عقد الجوهر فی مولد النبی الأزهر" ہے اس کا ذکر الیاس سرکیس نے اپنی معجم المطبوعات میں کیا ہے۔

۱۴۔ ابن احمد العدوی (م ۱۲۰۱ھ)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد العدوی جو کہ دردیر سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ کی وفات سنہ ۱۲۰۱ھ میں ہوئی۔ آپ کا مولد النبی ﷺ پر مختصر و مطبوعہ رسالہ مصر سے شائع ہوا اور اس رسالہ پر بہت ہی وسیع اور مفید حاشیہ بھی مطبوعہ ہے جو کہ مصر کے شیخ الاسلام علامہ شیخ ابراهیم بن محمد بن احمد البیجوری یا الباجوری کا رقمطراز ہے۔ آپ کی وفات ۱۲۷۷ھ میں ہوئی۔

۱۵۔ عبدالهادی الابیاری (م ۱۳۰۵ھ)

علامہ الشیخ عبدالهادی الابیاری مصری جن کا انتقال ۱۳۰۵ھ میں ہوا۔ آپ کا ایک مختصر لیکن مخطوط رسالہ مولد النبی ﷺ پر تحریر ہوا۔

۱۶۔ محمد بن جعفر الکتانی (م ۱۳۴۵ھ)

امام عارف باللہ سید شریف محمد بن جعفر الکتانی حسنی جن کا انتقال ۱۳۴۵ھ میں ہوا۔ بڑے محدث اور معتمد تھے۔ آپ کا مولد النبی ﷺ پر ایک رسالہ جس کا نام "الیمن

والإسعاد بمولد خیر العباد" ہے۔ اس کا ایک لطیف جزء مطبوعہ بالمغرب (مراکش) سے ۱۳۴۵ھ میں ہوا اور یہ ۶۰ صفحات پر مشتمل رسالہ ہے اور یہ جدید و تاریخی تحقیقات کے ساتھ علمی فوائد سے بھرپور ہے۔

۱۷۔ یوسف بن اسماعیل نبہانی (م ۱۳۵۰ھ)

شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی (۳۵۰ ھ) آپ بڑے محقق گزرے ہیں۔ آپ کی ایک منظوم کتاب "جواھر النظم البدیع فی مولد الشفیع" کے نام سے کئی دفعہ بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔

ان کتب کے علاوہ اہم کتب مولد النبی ﷺ پر جس میں شیخ عبدالعزیز بن محمد آل جو کہ تنظیم "الامر بالمعروف والنھی عن المنکر" کے رئیس العام ہیں کی کتاب جس کا نام "بعثة المصطفی ﷺ " ہے، مشہور کتاب ہے۔

اس کے علاوہ شیخ سید محمد رشید رضا کی کتاب "ذکر المولد و خلاصة السیرة النبویة و حقیقة الدعوة الاسلامیة" شائع ہو چکی ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے محدثین، ائمہ اور اکابرین علماء نے الگ رسالے اور کتب بھی تحریر فرمائیں اور سیرت النبی ﷺ کی کتب میں باقاعدہ ابواب باندھے مثلاً امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے "سبل الھدیٰ" میں بہت تفصیل سے لکھا اور جواز میں علمی دلائل کے انبار لگا دیے۔

مآخذ ومراجع

۱۔ابن جوزی، ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد علی بن عبداللہ ، (۵۱۰-۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶ء-۱۲۰۱ء)۔المیلاد النبوی۔

۲۔ابن حجر مکی، ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن حجر، (۹۰۹۔۹۷۳ھ/۱۵۰۳۔۱۵۶۶ء)۔الفتاویٰ الحدیثیہ۔مصر، مصطفیٰ البابی، (۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء)

۳۔ابن ظہیرة، جمال الدین محمد جار اللہ ابن محمد نور الدین بن ابی بکر بن علی القرشی، (۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء)۔الجامع اللطیف۔بیروت، مکتبۃ الشعبیۃ، (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)

۴۔ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔البدایۃ والنہایہ۔بیروت، لبنان، دارالفکر، (۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء)

۵۔ابوذرعہ العراقی (۷۶۲۔۸۲۶ھ/۱۳۶۱۔۱۴۲۳ء)۔تشنیف الاذان۔

۶۔ابوشامۃ (۵۹۹۔۶۶۵ھ/۱۲۰۲۔۱۲۶۷ء)۔الباعث علی انکار البدع والحوادث۔

۷۔حاجی امداداللہ مہاجر مکی (۱۲۳۳ھ۔۱۳۱۷ھ)۔شمائم امدادیہ۔لاہور، مدنی کتب خانہ، ۱۴۰۵ھ

۸۔حاجی امداداللہ مہاجر مکی (۱۲۳۳ھ۔۱۳۱۷ھ)۔فیصلہ ہفت مسئلہ۔

۹۔ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔سیر اعلام النبلاء۔بیروت لبنان، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۳ھ

۱۰۔زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء)۔شرح المواہب اللدنیۃ۔بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، (۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء)

۱۱۔سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔حسن المقصد فی عمل المولد۔بیروت لبنان، دارالکتب العلمیۃ (۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵)

۱۲۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء)۔الدر الثمین۔دہلی، ہندوستان

۱۳۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء)۔فیوض الحرمین۔کراچی، محمد سعید اینڈ سنز

۱۴۔ **صالحی**، ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (م ۹۴۲ھ/ ۱۵۳۶ء)۔ **سبل الهدی والرشاد**۔ بیروت لبنان دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء

۱۵۔ **عبدالحق محدث دہلوی**، شیخ (۹۵۸-۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱-۱۶۴۲ء)۔ **ماثبت من السنة**۔ لاہور: ادارہ نعیمیہ رضویہ

۱۶۔ **قسطلانی**، ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد بن محمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱-۹۲۳ء/ ۱۴۴۸-۱۵۱۷ء)۔ **المواهب اللدنیہ**۔

۱۷۔ **قطب الدین الحنفی** (م ۹۸۸ھ)۔ **کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام**۔ مکة المشرفة باب السلام، مکتبہ العلمیۃ

۱۸۔ **ملاعلی القاری**، نورالدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ **المورد الروی فی مولد النبی ﷺ**۔ قاہرۃ، عابدین مکتبۃ القرآن

۱۹۔ **مولانا عبدالحی لکھنوی** (ت ۱۳۰۴ھ)۔ **فتاویٰ عبدالحی**۔ کراچی، ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

۲۰۔ **کاکوروی**، مفتی عنایت اللہ (۱۲۲۸ھ-۱۸۱۳ء/ ۱۲۷۹ھ-۱۸۶۳ء)۔ **تواریخ حبیب اللہ**۔ سیالکوٹ، مکتبہ مہریہ رضویہ

۲۱۔ **مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی**۔ **فتاویٰ مظہری**۔

۲۲۔ **محمد رضا**۔ **محمد رسول اللہ**۔ لبنان، دارالکتب العلمیہ (۱۶۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء)

۲۳۔ **محمد بن علوی**، المالکی الحسینی المکی۔ **حول الاحتفال بذکر المولد النبوی الشریف**۔ قاہرۃ مطبعہ دار جوامع الکلم، الدرستہ، (الطبعۃ العاشرۃ ۱۴۱۸ھ)